ں، ڈیرہ غازی خان، بہاول پور، سرگودھا

پیٹرن کے مطابق تیار کیے گئے سوالات

کی منفرد کتاب

امتحانی

9

کنسیپچوئل

سوالات کے ساتھ

پیٹرن کے عین مطابق

کنسیپچوئل
سوالات کے ساتھ

انی

مع قواعد و انشا

اردو

پیش لفظ

کسی ملک کی ترقی و خوش حالی کا انحصار جدید سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کے حصول پر ہے۔ عروج ہمیشہ ان ہی اقوام کو حاصل ہوا ہے، جن کے ماہرینِ تعلیم کی نظر جدید علمی تقاضوں پر رہی ہے۔ ہمارے ہاں بھی اگرچہ اس ضمن میں کام ہوتا رہا ہے اور مختلف ادوار میں تعلیمی نصاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ تاہم گزشتہ چند عشروں میں سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی میں جو انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، اس حوالے سے ضروری تھا کہ ان کے مطابق نصاب میں اہم تبدیلیاں کی جاتیں۔ یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی (PECTAA) نے جدید تقاضوں کے مطابق پہلی جماعت سے بارہویں جماعت تک پورے نصاب پر نظرِ ثانی کی ہے۔

ہمدرد کتب خانہ رجسٹرڈ اُردو بازار لاہور فروغِ علم کے لیے گزشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے سرگرمِ عمل ہے اور حکومت کے تعلیمی شعبے کے شانہ بہ شانہ مثبت کردار ادا کر رہا ہے۔ چناں چہ ادارہ ہٰذا نے اپنی تمام درسی و امدادی کتب نئے تعلیمی نظام کے مطابق اس طرح مرتب کی ہیں کہ طلبہ نئے تعلیمی نظام اور امتحانی طریقۂ کار کو سمجھ کر اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کر سکیں۔

الحمدللہ ادارے کی شائع کردہ ان تمام امدادی کتب کو خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ زیرِ نظر کتاب ہمدرد امتحانی اُردو نہم اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ہمدرد امتحانی اُردو نہم کی انفرادی خصوصیات

☆ [illegible]

قواعد و انشا

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
1	حرف	348	20	مترادف الفاظ	389
2	لفظ	349		سابقہ سالانہ بورڈ پیپرز سے لیے گئے سوالات	390
3	کلمہ کی اقسام	350	21	متضاد الفاظ	391
4	اسم ضمیر	351		سابقہ سالانہ بورڈ پیپرز سے لیے گئے سوالات	392
5	اسم نکرہ کی اقسام	352	22	ذو معنی الفاظ	394
6	اسم مصدر کی اقسام	354	23	باہم مماثل و متشابہ الفاظ	395
7	اسم صفت	356	24	تلفظ	396
8	فعل	358	25	سابقے اور لاحقے	402
9	حروف کی اقسام	361	26	روز مرّہ اور محاورہ	406
10	رموزِ اوقاف	362	27	ضرب الامثال	411

غلط	درست	غلط	درست	غلط	درست
کیلئے	کے لیے	کہہ	کہ	کانٹ چھانٹ	کاٹ چھانٹ
گذارش	گزارش	گیے	گئے	گھاس پھونس	گھاس پھوس
گھنٹہ	گھنٹا	گفتگو	گفت گو	لئے	لیے
لیجئے	لیجیے	لاپرواہ	لاپروا	لاھور	لاہور
لاپرواہی	لاپروائی	منہ	مُنھ	نشاندہی	نشان دہی
ھمارا	ہمارا	ھے	ہے	ھمیں	ہمیں
ہمسفر	ہم سفر	یونیورسٹی	یونی ورسٹی	پسماندگی	پس ماندگی
طالبعلم	طالب علم	خوشگوار	خوش گوار	باآسانی	بآسانی
چنانچہ	چناں چہ	دلعزیز	دل عزیز	خاصہ	خاصا
ماشاءاللہ	ماشاءاللہ	ہمکنار	ہم کنار	بدلہ	بدلا
پسینہ	پسینا	ہمراہ	ہم راہ	تندہی	تن دہی
اشارہ	اشارا	کمزور	کم زور	ھمدرد	ہم درد
پہیہ	پہیا	دلہن	دُلھن	گلزار	گل زار
نمائندگی	نمایندگی	سینکڑوں	سیکڑوں	دانشور	دانش ور
رہنمائی	رہ نمائی	فنکار	فن کار	دلچسپی	دل چسپی
تبھی	تبھی	گنہگاروں	گناہ گاروں	ہموار	ہم وار

سوال نمبر 7 درخواست وقت: 13 منٹ (10)

بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحب، گورنمنٹ ہائی سکول، لاہور (1)

موضوع: درخواست برائے فیس معافی (وغیرہ) (1)

جنابِ عالی! (1)

تمہیدی کلمہ: مؤدبانہ گزارش ہے کہ...

نفسِ مضمون: .... (5)

اصل مدعا ....

اختتامی کلمہ: آپ کی عین نوازش ہوگی۔

درخواست گزار (1)

ا۔ب۔ج

۲رفروری.........۲۰ء (1)

(یا)

خط

موضوع: والد کے نام خط (وغیرہ)

امتحانی مرکز (1)

۲راپریل.........۲۰ء (1)

محترم ابا جان! السلام علیکم! (1)

تمہیدی کلمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ ٹھیک ہیں...

نفسِ مضمون: .... (6)

اصل مدعا...

سوال 3: پیراگراف کی تشریح .... کل نمبر: 10

☆ شامل نصاب کُل نو (9) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری چار (4) اسباق میں سے ایک ایک پیراگراف تشریح کے لیے دیا جائے۔ ہر پیراگراف کے کُل تین الفاظ / تراکیب کو خط کشید کیا جائے۔ دیے گئے دو پیراگراف میں سے کسی ایک کی تشریح درکار ہے۔ نمبروں کی تقسیم حسب ذیل ہے:

☆ مصنف کا نام: 1 نمبر ☆ خط کشیدہ الفاظ / تراکیب کے معانی: 3 نمبر ☆ سبق کا نام: 1 نمبر ☆ تشریح: 5 نمبر

سوال 4: مختصر سوالات کے جوابات .... کل نمبر: 10 (2×5=10)

☆ اس حصے میں کل آٹھ (8) مختصر سوالات بنائے جائیں جن میں سے پانچ (5) سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

☆ حصہ نثر میں سے چار (4) سوالات بنائے جائیں۔ شامل نصاب کُل نو (9) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری چار (4) اسباق میں سے دو دو سوالات بنائے جائیں۔

☆ حصہ نظم میں سے دو (2) سوالات بنائے جائیں۔ شامل نصاب کُل چھے (6) نظموں میں سے، پہلی تین اور آخری تین نظموں میں سے ایک ایک سوال بنایا جائے۔

☆ حصہ غزل میں سے دو (2) سوالات بنائے جائیں۔ شامل نصاب کُل چار (4) غزلوں میں سے پہلی دو اور آخری دو غزلوں میں سے ایک ایک سوال بنایا جائے۔

سوال 5: نثری سبق کا خلاصہ .... کل نمبر: 5

☆ شامل نصاب کُل نو (9) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری چار (4) اسباق میں سے ایک ایک سبق منتخب کیا جائے۔ دیے گئے دو اسباق میں سے کسی ایک (1) سبق کا خلاصہ درکار ہے۔

سوال 6: نظم کا خلاصہ یا مرکزی خیال .... کل نمبر: 5

☆ شامل نصاب کُل چھے (6) نظموں میں سے کسی ایک کا خلاصہ یا کسی ایک کا مرکزی خیال پوچھا جائے۔ پہلی تین نظموں میں سے کسی ایک کا اگر خلاصہ پوچھا ہے تو بعد کی تین نظموں میں سے کسی ایک کا مرکزی خیال پوچھ لیا جائے۔ اسی طرح اگر پہلی تین (3) نظموں میں سے کسی ایک کا مرکزی خیال پوچھا ہے تو بعد کی تین (3) نظموں میں سے کسی ایک کا خلاصہ پوچھ لیا جائے۔

اُردو (لازمی)	جماعت نہم	انشائی طرز	کل نمبر:60	وقت:2:10 گھنٹے

-2 درج ذیل نظم و غزل کے اشعار کی تشریح کیجیے۔ (حصہ نظم سے 3 اور حصہ غزل سے 2 اشعار منتخب کیجیے) 2×5=10

حصہ نظم (i) پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ اَلَست سے — اُس نورِ اوّلیں کا اُجالا تُمھیؑ تو ہو
(ii) نہال اِس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں — ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں
(iii) مَیں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر — مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر
(iv) وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت کاٹتے ہیں — یہاں بھی کچھ متشاعر دماغ چاٹتے ہیں

حصہ غزل (v) نہ دیکھا غمِ دوستاں، شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
(vi) مَیں خزاں کی شام ہُوں — رُت بہار کی ہے تُو
(vii) تم ہی واقف نہ تھے آدابِ جفا سے ورنہ — ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

-3 درج ذیل نثر پاروں میں سے کسی ایک کی تشریح لکھیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ / تراکیب کے معانی بھی تحریر کیجیے۔ 1+1+3+5=10

(الف) رفتہ رفتہ نیچر کی گردش نے موجودہ نسل کو اس زرخیز اور بے بہا جائیداد کا وارث کیا ہے جو ہمارے بزرگوں کی ہوشیاری اور محنت سے مہیا ہوئی تھی اور وہ جائیداد ہم کو اس لیے نہیں دی گئی ہے کہ ہم صرف مثلِ مارِ سرِ گنج اس کی حفاظت ہی کیا کریں، بلکہ ہم کو اس لیے دی گئی ہے کہ اس کو ترقی دیں اور ترقی

۱۔ حمد (نظم)

مُظفّر وارثی (۱۹۳۳ء ــــــ ۲۰۱۱ء)

شاعر کا تعارف محمد مظفّر الدین احمد صدیقی جن کا قلمی نام مُظفّر وارثی ہے۔ آپ کا تعلق "میرٹھ" (یو۔پی) سے ہے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ ہی سے حاصل کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد خاندان کے ہم راہ کراچی آئے اور تعلیمی سلسلے کو وہاں جاری رکھا۔ مُظفّر وارثی ابتدائے عمری سے ذہین وفطین تھے۔ ۱۹۵۰ء میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا جو تادمِ واپسیں جاری رہا۔ آپ نے حمد، نعت، سلام، گیت، رُباعی اور قطعہ وغیرہ میں طبع آزمائی کی مگر حمد اور نعت میں آپ نے خاص شہرت حاصل کی۔ حمد میں "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" اور "وہی خدا ہے" اور نعت میں "میرا پیمبر عظیم تر ہے" زبان زدِ خاص وعام ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے ۱۹۸۸ء میں آپ کو "پرائیڈ آف پرفارمنس" سے نوازا۔

مُظفّر وارثی ایک باکمال شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری میں فطری طور پر ترنم کا احساس ہے۔ شاملِ کتاب حمد میں آپ نے جس انداز میں باری تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ایک ایک پہلو اور کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو ثابت کیا ہے، وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آپ کی یہ حمد ہر خاص وعام کی زبان پر جاری ہے۔

شعری مجموعے

☆ بابِ حرم ☆ لہجہ ☆ نورِ ازل ☆ الحمد
☆ کعبۂ عشق ☆ لاشریک ☆ دل سے درِ نبیؐ تک ☆ میرے اچھے رسولؐ

آپ کی تمام شاعری "کلیاتِ مُظفّر وارثی" کی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

مرکزی خیال شاعر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ! زمین ہو یا آسمان تُو ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود ہے۔ بلاشبہ جو خلوصِ دل سے تجھے ڈھونڈتا ہے، پالیتا ہے۔ یہ کائنات تیری تخلیق ہے اس لیے ہر شے اپنی زبانِ حال سے تیری ثنا کرتی نظر آتی ہے۔ میری التجا ہے کہ جہاں تُو نے انسان کو اپنی خلافت عطا کی ہے وہاں مجھے بھی شوقِ سجدہ عطا کر!

رنگوں کو نظاروں کی طرف اچھال کر مسرور نظر آتی ہے۔

دوسرے مصرع میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قوت کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جو چاہے وہ کرے۔ وہ پتھر کے سینے میں سبزہ اُگا سکتا ہے اور پھول کھلا سکتا ہے۔ یہ اس کی ذات کا کمال ہے کہ وہ پتھر کا سینہ ایسا نرم کر دے کہ وہاں باغ کی صورت میں پھول کھِل اُٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے یہ کمال اہلِ دنیا پر اس لیے ظاہر کیے ہیں تاکہ انھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ذاتِ واحد کی سطوت کا اندازہ ہو سکے۔

تیسرے مصرع میں شاعر اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں صرف تیری ہی ذات کا وصف اور کمال نظر آتا ہے۔ کائنات کی تخلیقات و ترتیب میں اللہ کی ذات کے اوصاف واضح ہیں اور ہر ایک شے جس سے یہ دنیا مزین ہے ان رنگوں کی روشنی اور اشیا کی بناوٹ میں تیری ہی تخلیق و کمال کی گونج ہے۔ یہ کائنات تیری ہی تخلیق ہے اس لیے ہر شے اپنی زبانِ حال سے تیری ثنا کرتی نظر آتی ہے۔ بقول اسمٰعیل میرٹھی:

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا کیسی زمیں بنائی، کیا آسماں بنایا

شاعر نے چوتھے اور پانچویں مصرعے میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی بات یوں بیان کی ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کر کے اس کی تلاش میں اپنی زندگی گزاری، اللہ رب العزت اسے مایوس و نا امید نہیں کرتا بلکہ اُسے معرفت عطا کرتا ہے اور ہدایت کے راستے پر گام زن کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔" (سورۃ العنکبوت: 49)

دراصل شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس کی نیت میں خلوص اور سچائی ہو، ربِ کریم اسے یوں اپنا بناتا ہے کہ اس کے احساس کو اپنے نور کی تازگی عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کے لیے رہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ خواہ وہ انسان ہو یا دیگر مخلوقات، لیکن حقیقی ہدایت اُن لوگوں کو ہی ملتی ہے۔ جو خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ کی تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی تو سب کی خواہشات کو پورا کرنے والا، دُعاؤں کو سننے والا اور سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔ اسی کے رنگ و نور سے کائنات کا ذرہ ذرہ مہک رہا ہے۔ بقول امیر مینائی:

برتر و افضل بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو عزت بخشی اور ہم نے انھیں خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا اور انھیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی۔'' (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۰)

یہ اعزاز ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عہدے پر فائز کر دیا ہے۔ اس کے کرم نے مجھے صرف نعمتوں کا حق دار ہی نہیں بنایا بلکہ وہ مقامِ عظمت بھی عطا کیا ہے، جس کی بدولت میں سب سے بلند مرتبے پر فائز ہوں۔

دوسرے مصرع میں شاعر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس دنیا میں اپنی نیابت عطا کی ہے۔ مجھ پر اپنے راز آشکار کیے ہیں۔ مجھے فہم و فراست عطا کر کے علم جیسی نعمت سے نواز کر میری شعوری کیفیت کو ایسا شعور عطا کیا ہے کہ میں ارض و سما کے راز جاننے لگا ہوں۔ میں قدرتِ الٰہیہ کے بنائے ہوئے حقائق سے آگاہ ہو کر اپنی ذات کو استحکام بخشنے لگا ہوں۔ یہ اسی کی ذات کا احساس اور کرم ہے کہ اس نے اپنی خلافت عطا کر کے مجھے زمین پر حاکمیت بخش دی۔

دراصل شاعر کا موقف یہ ہے کہ ہمیں چاہیے نائبِ خدا ہونے کی حیثیت سے دنیا میں نظامِ اسلام کو رائج کریں اور نائبِ خدا ہونے کا ثبوت دیں کیوں کہ انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جانشینی بخشی ہے۔

شاعر تیسرے مصرع میں اللہ تعالیٰ سے عبادات میں نیک نیتی اور توجہ طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے رب کریم! اب میرے قلب کو اپنے فرما کہ میری پیشانی عالمِ شوق میں تیرے حضور جھکے اور مکمل توجہ، محبت سے میں تیری عبادت کروں۔ میرا تخیل اور میرا عمل متضاد راستہ اختیار نہ کریں بلکہ ایسی یکسوئی عطا فرما کہ میرا سجدہ تیری بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل فرمائے اور میں غفلت کی تاریکیوں سے آزاد ہو جاؤں، مجھ پر ایسی رحمت برسا دے کہ میں بس تیرا ہو کر جیوں اور تجھے ہی یاد کرتے ہوئے میری زندگی گزر جائے۔ اے اللہ! مجھے یہ اعزاز بھی عطا فرما دے کہ میرے سجدوں میں تیری محبت کے دریا موجزن ہوں اور میں تیری بارگاہ میں سجدے کرتا رہوں۔ بقول ساغر صدیقی:

آؤ اک سجدہ کریں عالمِ مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

منقبت: لفظ ''منقبت'' کے لغوی معنی تعریف، توصیف، صفت وثنا، خاندانی فضیلت و برتری یا ہنر اور بڑائی کے ہیں۔ اصطلاحِ شعر میں منقبت سے مراد ایسی نظم ہے جس میں صحابہ کرامؓ، آئمہ معصومینؑ، اولیائے عظامؒ اور بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کیے جائیں۔

۵۔ کتاب میں شامل حمد کی روشنی میں حمد اور مناجات میں فرق واضح کریں۔

جواب: حمد: حمد سے مراد وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے۔

مُناجات: مُناجات سے مراد وہ کلام جس میں بندہ اپنی حاجات اپنے رب سے طلب کرتا ہے۔

نظم کا مرکزی خیال:

کسی بھی نظم کے لُب لباب کو اس کا مرکزی خیال کہتے ہیں۔ مرکزی خیال تین یا چار سطروں سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہونا چاہیے۔

شاملِ کتاب ''حمد'' کا مرکزی خیال:

شاعر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ! زمین ہو یا آسمان تُو ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود ہے۔ بلاشبہ جو شخص خلوصِ دل سے تجھے ڈھونڈتا ہے، پالیتا ہے۔ یہ کائنات تیری تخلیق ہے اس لیے ہر شے اپنی زبانِ حال سے تیری ثنا کرتی نظر آتی ہے۔ میری التجا ہے کہ جہاں تُو نے انسان کو اپنی خلافت عطا کی ہے وہاں مجھے بھی شوقِ سجدہ عطا کر!

۶۔ سکول لائبریری سے مظفر وارثی کی کلیات حاصل کر کے یا انٹرنیٹ کی مدد سے مظفر وارثی کی کوئی اور حمد لیں اور اس کا مطالعہ کر کے مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: مظفر وارثی کی حمد ''کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے'' کا مرکزی خیال: اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق و مالک ہے، دنیا کا نظام، اس کی حکمت سے رواں دواں ہے۔ انسانی اختیارات کی حد بندی اور زندگی اور موت پر اس کی دسترس ہے۔ وہی اس دنیا میں عزت اور ذلت دینے والا ہے۔ وہ ہماری نیتوں سے واقف ہے۔ وہی ہمارے اعمال کا اچھا فیصلہ کرے گا۔

سرگرمیاں

(۱۸) پتھروں کو بھی تُو نے عطا کی ہے:

(ا) زباں	(ب) ہیبت	(ج) خوب صورتی	(د) تاثیر

(۱۹) جانور اور آدمی بھی کر رہے ہیں تیری:

(ا) مدحت	(ب) حمد و ثنا	(ج) آرزو	(د) بندگی

(۲۰) خُدا نے اپنی خلافت بخشی ہے:

(ا) فرشتوں کو	(ب) انسان کو	(ج) حیوان کو	(د) جنات کو

(۲۱) شوقِ سجدہ بھی کر اب مجھے:

(ا) عنایت	(ب) عطا	(ج) فراہم	(د) مقدر

(۲۲) میرا سر تیری دہلیز پر رہے:

(ا) برقرار	(ب) خَم	(ج) سجدہ ریز	(د) جُھکا ہُوا

(۲۳) شاملِ کتاب حمد مظفّر وارثی کے کس مجموعۂ کلام سے لی گئی ہے؟

(ا) لہجہ	(ب) الحمد	(ج) بابِ حَرَم	(د) نورِ ازل

(۲۴) ''آدمیت'' کے درست اعراب ہیں:

(ا) آدْمُیَت	(ب) آدْمَیَت	(ج) آدْمِیْت	(د) آدْمِیَت

(۲۵) ''سحر'' کا درست تلفظ ہے:

(ا) سَحَر	(ب) سِحِر	(ج) سُحر	(د) سحُر

(۲۶) ''خلافت'' کے درست اِعراب والا لفظ ہے:

(ا) خِلَافَت	(ب) خُلَافُت	(ج) خَلافَت	(د) خَلافُت

(۲۷) ''جستجو'' کے درست اعراب والا لفظ ہے:

(ا) جَستَجُو	(ب) جُستُجُو	(ج) جستِجُو	(د) جَستُجو

۴۔ ''گونجتا ہے جہاں تیرے آہنگ سے'' اس مصرع کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ''گونجتا ہے جہاں تیرے آہنگ سے'' اس مصرع کا مطلب ہے کہ اللہ کی موجودگی کا احساس پوری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔

۵۔ جستجو کرنے سے کیا مل جاتا ہے؟

جواب: جستجو کرنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔

۶۔ شاعر نے اللہ کی روشنی کے نشان کسے قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ کی روشنی کے نشان چاند ستاروں کو قرار دیا ہے۔

۷۔ پتھروں کو زبان عطا کرنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی قدرت سے گویائی دے سکتا ہے پھر چاہے وہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ ''منصب آدمیت سونپنا'' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: شاعر کی مراد انسانیت کی معراج ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

۹۔ شاعر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کون کون سی مخلوقات کر رہی ہیں؟

جواب: شاعر کے مطابق جانور اور انسان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔

۱۰۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کو کس کا رہ نما قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ تعالیٰ کو سب کا رہ نما قرار دیا ہے۔

۱۱۔ شاعر کس کی دہلیز پر اپنا سر خم رہنے کی التجا کر رہا ہے؟

جواب: شاعر اللہ تعالیٰ کی دہلیز پر اپنا سر خم رہنے کی التجا کر رہا ہے۔

۱۲۔ ''خم رہے میرا سر تیری دہلیز پر'' اس مصرعے میں شاعر کیا آرزو کر رہا ہے؟

ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت نے ہمیں احساسِ زندگی مہیا کیا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ اقدس ہمارے لیے وہ سہارا ہے جو ہمیں نہ تو گرنے دیتا ہے، نہ ہی ڈگمگانے دیتا ہے اور نہ ہی مایوس و نا امید ہونے دیتا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ سے محبت ہی ہمارے جینے کا مقصد اور قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی اطاعت و محبت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”جس نے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت کی تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔“ (سورۃ النساء: ۸۰)

بقول حفیظ جالندھری: ؎ محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اس میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

دوسرے مصرع میں شاعر نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ اقدس کو وہ دنیا قرار دیا ہے جس میں اہلِ ایمان، تقاضائے ایمان کے تحت اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات کے علاوہ اہلِ ایمان کی نگاہ میں اور کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی ذات ان کے ایمان و فکر کا محور ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی وجہ سے کیا نہیں ملا، ایمان جیسی دولت بھی آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی وجہ سے میسر آئی ہے۔ بقول جگر مراد آبادی:

؎ جس پہ تیری نظر نہیں ہوتی اس کی جانب خدا نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ کے سوا آپ خاتم النبیین ﷺ سے اعلیٰ و افضل کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ تاج دارِ نبوت و کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت کو لازمی قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد راستہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت و محبت ہی میں ہے اس لیے ہمیں اپنی کُل کائنات آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات میں محسوس ہوتی ہے اور یہی وہ دنیائے حق ہے جس میں ہم جی رہے ہیں۔ بقول محسن کاکوروی:

؎ سب سے اعلیٰ تیری سرکار ہے سب سے افضل میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (سورۃ الانبیا: ۱۰۷)

یہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ ہر چیز کی تخلیق کا مقصد ہے لیکن مقصد اعلیٰ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو پیدا فرمانا تھا اس لیے ہر شے تخلیق کی گئی کوئی کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اس کی بلندی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ عظیم کے سامنے پست ہی رہے گی۔

ترجمہ: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات اس لیے سب سے برتر ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صبر و استقامت میں جو مثالیں قائم کیں، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے صبر و تحمل، برداشت و بردباری کی یہ نظیریں کسی بھی اور ذات میں اس انداز سے نہیں ملتیں۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اعلیٰ کردار کے حامل اور بلند اخلاقی اقدار کو فروغ دینے والے ہیں۔ بقول امام احمد رضا خانؒ:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ سب سے بالا و والا ہمارا نبیؐ

شعر نمبر 4 جلتے ہیں جبریلؑ کے پَر جس مقام پر اس کی حقیقتوں سے شناسا تمھیؐ تو ہو

حلِ لغت

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
جان پہچان والا/واقف	شناسا	جگہ	مقام	پنکھ	پَر	اللہ کے مشہور فرشتے انبیا کی طرف اللہ کے حکم سے وحی لاتے تھے۔	جبریلؑ

(i) نظم کا عنوان: نعت (ii) شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

ترجمہ جس مقام پر حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنے پَر جلنے کا خوف ہے۔ اس مقام اور اس سے آگے کی حقیقتوں سے اللہ نے جنھیں آشنائی بخشی وہ صرف آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر میں مولانا ظفر علی خاں نے معراج کے واقعہ کی تلمیح کا ...

آپ خاتم النبیین ﷺ کے کردار و عظمت کی بنیاد پر تھی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ دکھی انسانیت کے سب سے بڑے حامی تھے۔ مظلوم کے ہم نوا تھے۔ ہر دل سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت اسی لیے ظاہر ہوتی ہے۔ بقول وحید عزیز:

؎ اس طرح دردِ دل کی دوا کیجیے مصطفیٰؐ، مصطفیٰؐ، مصطفیٰؐ کیجیے

شعر نمبر 6 دنیا میں رحمتِ دو جہاںؐ اور کون ہے جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیؐ تو ہو

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نظیر	مثال	تنہا	اکیلا	دنیا	جہان	رحمت دو جہاں	دو جہانوں کے لیے رحمت مراد ہے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ اقدس

(i) نظم کا عنوان: نعت (ii) شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

مفہوم دنیا میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے سوا دونوں جہانوں کی رحمت اور کون ہے؟ جن کی مثل نہیں وہ ذات فقط آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں مولانا ظفر علی خاں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ عظیم کی ایک ایسی صفت کا ذکر کیا ہے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کا اعزازِ عظیم بھی ہے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے علاوہ رب کریم نے یہ شرف کسی کو بھی نہیں بخشا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے علاوہ ایسا کون ہے جسے یہ اعزاز ملا ہو یا وہ دو جہانوں کی رحمت کا دعوے دار ہو۔ آپ خاتم النبیین ﷺ اس جہاں میں بھی سب کے حامی و مددگار ہیں اور اس جہان میں بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نجات کا ذریعہ ہوگی۔ یہ کرم نوازی کی انفرادیت کسی اور کے نصیب میں نہیں ہے۔ بقول امام احمد رضا خاںؒ:

شعر کی علامت ـ ـ ہے۔

قافیہ: ہر شعر کے آخر میں ردیف سے قبل آنے والے ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً: مرزا غالبؔ کی ایک معروف غزل کا مطلع ہے:
''دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے'' ''آخر اس درد کی دوا کیا ہے'' اس شعر میں قافیہ کو سرخ رنگ سے نمایاں کیا گیا ہے۔ اسی غزل کے مزید قافیے ہیں۔ ماجرا، مدعا، وفا، صدا، بُرا

اور علامہ اقبال کی شاملِ کتاب نظم ''جاوید کے نام'' میں قافیے ہیں۔ مقام، شام، کلام، جام، فام، نام

ردیف: لفظ ''ردیف'' کے لغوی معنی ہیں: گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا آدمی مگر شعری اصطلاح میں قافیہ کے بعد آنے والے وہ لفظ یا الفاظ جو جُوں کے تُوں دُہرائے جائیں، ردیف کہلاتے ہیں۔ جیسے: مرزا غالبؔ کی متذکرہ غزل کی ردیف ''کیا ہے'' کو نیلے رنگ سے نمایاں کیا گیا ہے۔
اور علامہ اقبال کی شاملِ کتاب نظم ''جاوید کے نام'' کی ردیف ہے ''پیدا کر۔''

۴۔ شاملِ کتاب ''نعت'' میں قوافی اور ردیف کی نشان دہی کریں۔

جواب: نعت میں قافیہ: تمنا، دنیا، اجالا، اولیٰ، شناسا، بطحا، تنہا۔
نعت میں ردیف: کبھی تو ہو۔

۵۔ صنفِ نظم ''نعت'' اور ''منقبت'' میں فرق واضح کریں۔

نعت: لفظ ''نعت'' کے لغوی معنی تو تعریف کرنا کے ہیں لیکن شعری اصطلاح میں یہ لفظ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی تعریف و توصیف کے لیے وقف ہو چکا ہے۔ تاریخی اعتبار سے نعت کا آغاز رسولِ کریم خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہو گیا تھا اس حوالے سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معروف ہیں اور یہ سلسلہ آج تک پورے تُزک و احتشام کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

منقبت: لفظ ''منقبت'' کے لغوی معنی تعریف، توصیف، صفت و ثنا خاندانی فضیلت و برتری یا ہنر اور بڑائی کے ہیں۔ اصطلاحِ شعر میں منقبت سے مراد

(۵) مولانا ظفر علی خاں پیدا ہوئے:
(أ) ۱۸۷۴ء (ب) ۱۸۷۵ء (ج) ۱۸۷۶ء (د) ۱۸۷۷ء

(۶) نعت میں تعریف کی جاتی ہے:
(أ) اولیا کرام کی (ب) صحابہ کرامؓ کی (ج) حضرت محمد رسُولُ اللہ خاتم النبیین ﷺ کی (د) اللہ تعالیٰ کی

(۷) وہ تمنا کبھی تو ہو، جس سے دل ہو جائے:
(أ) زندہ (ب) خوش (ج) بیدار (د) شاداں

(۸) شب تار کا مطلب ہے:
(أ) روشن رات (ب) اندھیری رات (ج) آدھی رات (د) چاندنی رات

(۹) نورِ اولیں کا اُجالا کہاں سے پھوٹا؟
(أ) شب تارِ الست سے (ب) شب براُت سے (ج) شب قدر سے (د) شب معراج سے

(۱۰) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے واسطے پیدا کیا گیا:
(أ) اُجالا (ب) چاند (ج) جہان (د) سب کچھ

(۱۱) غایتِ اُولیٰ سے مراد ہے:
(أ) افضل ترین (ب) نیا مقصد (ج) بنیادی مقصد (د) نیک مقصد

(۱۲) نعت میں جس فرشتے کا ذکر ہوا ہے:
(أ) حضرت میکائیلؑ کا (ب) حضرت عزرائیلؑ کا (ج) حضرت جبریلؑ کا (د) حضرت اسرافیلؑ کا

(۱۳) تھام لیا جس کے ہاتھ نے:
(أ) بے سہاروں کو (ب) گرتے ہوؤں کو (ج) مسافروں کو (د) دوستوں کو

(۱۴) یثرب و بطحا سے مراد ہے:

۳۔ حضرت جبریلؑ کے پَر کس مقام پر جلتے ہیں؟

جواب: حضرت جبریلؑ کے پَر سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر جلتے ہیں۔

۴۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کس حقیقت کے شناسا ہیں؟

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس مقام تک لائے گئے جہاں حضرت جبریلؑ کی بھی رسائی نہ تھی۔ انھوں نے کہا میرے پَر جل جائیں گے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ انسانیت کی معراج فرشتوں سے زیادہ ہے۔

۵۔ گرتے ہوؤں کو کس نے تھاما؟

جواب: گرتے ہوؤں کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تھاما۔

۶۔ گرتے ہوؤں کو تھامنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: شاعر کے مطابق گرتے ہوؤں کو تھامنے سے مراد یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام بے سہارا لوگوں کو سہارا دیا اور ہر قدم پر لوگوں کی دستگیری فرمائی۔

۷۔ رحمتِ دو جہاں سے کیا مراد ہے؟

جواب: رحمتِ دو جہاں سے مراد نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہستی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ہمارے لیے باعثِ رحمت ہیں۔

۸۔ کس ہستی کی کوئی نظیر نہیں ملتی؟

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہستی کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔

۹۔ کرم آباد کہاں واقع ہے؟

جواب: کرم آباد سیال کوٹ سے تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۰۔ کرم آباد کس کے نام سے موسوم ہے؟

جواب: کرم آباد مولانا ظفر علی خاں کے دادا ''کرم الٰہی'' کے نام سے موسوم ہے۔

۱۱۔ اخبار ''زمیندار'' کس نے نکالا؟

جواب: اخبار ''زمیندار'' مولانا ظفر علی خاں کے والد نے نکالا۔

۱۲۔ مولوی سراج الدین زمیندار اخبار کس طرح لکھتے تھے؟

مسکین	عاجز، لاچار، مفلس	عار	شرم، حیا	گوارا نہ ہونا	پسندیدہ نہ ہونا
دلیری	بہادری	میوہ	پھل	فریاد	رونا پیٹنا
ترکہ	ورثہ	طبقہ	رتبہ، مقام	حشر	روزِ قیامت، حساب کتاب کے لیے جمع ہونا
		حقیر	کم تر		

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۱۴

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مُجرم	گناہ، قصور	عزم	ارادہ	گوشت پوست	تمام اعضا، پورا جسم
مُنھ موڑنا	ترکِ تعلق کرنا	استقلال	ثابت قدمی	بے خطر	بے خوف
وار کرنا	حملہ کرنا	ازواجِ مطہرات	پاک بیویاں، مراد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ازواج	غازی	جنگ لڑے مگر زندہ بچ جائے
جاں نثار	جان قربان کرنا			شجاعت	بہادری، ہمت
		پاؤں اکھڑنا	شکست کھانا		

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۱۵

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خوشہ	کسی پھل کا گچھا	زرہ	حفاظتی غلاف	گروی رکھنا	کسی چیز کو رہن رکھنا
ذبح کرنا	گلہ کاٹنا	جوہر	قابلیت	پیوند	جوڑ، تھگلی
ٹھہر ٹھہر کر	آہستہ آہستہ	رُوکھاپن	بے مروتی، اکھڑاپن	گفت گو	بات چیت
تن پروری	اپنے جسم کو پالنے والا	رنج	غم	ٹالنا	ہٹانا، سرکانا

غزوۂ حنین	حنین ایک وادی کا نام ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف قبیلے نے مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔
غزوۂ اُحد	اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس کے دامن میں مشرکین نے مسلمانوں سے جنگ لڑی۔ ابوسفیان نے مشرکین کی قیادت کی تھی۔ جب کہ مسلمانوں کی قیادت اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یہ جنگ نتیجہ خیز نہ تھی۔ اس جنگ میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے۔

سبق کا خلاصہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کو قرآنِ حکیم قرار دیا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم حسنِ اخلاق کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عاجزی و انکساری، ملنساری و رحم دلی، محبت و شفقت اور فیاضی و سخاوت کا نمونہ تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہر ایک کے کام آتے۔ سخاوت و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں سارا مال خرچ نہ کر دیتے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اطمینان نہ آتا۔ فدک کے رئیس نے جب آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو چار اونٹ غلّہ سے لدے ہوئے بھیجے تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جب تک سارا غلّہ تقسیم نہ کیا گھر تشریف نہ لے گئے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بہت مہمان نواز تھے۔ مسلمان اور غیر مسلم دونوں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہاں مہمان بنتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس جو بھی میسر ہوتا ان کی تواضع کرتے۔ لوگوں میں بیٹھتے تو عاجزی و انکساری ایسی تھی کہ ان کے برابر تشریف فرما ہوتے۔ ہر کام میں برابر کا حصہ لیتے خواہ وہ خندق کھودنا ہو یا مسجد نبوی کی تعمیر۔

غربا کے ساتھ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا برتاؤ ایسا ہوتا کہ انھیں ان کی غربت کا احساس ہی نہ رہتا۔ مقروض لوگوں کا قرض اتارتے بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بیماروں کو تسلی دیتے۔ عفو و درگزر میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کمال فراخ دلی کا ثبوت دیتے تھے۔ ہمسایوں سے اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ بچوں سے خصوصی شفقت والا رویہ تھا جو بھی نیا پھل آتا سب سے پہلے سب سے کم عمر بچے کو کھلاتے تھے۔ خواتین کو ان کے حقوق اس انداز سے مہیا کیے کہ معاشرے میں ان کی حیثیت مسلّم ہوئی اور احساسِ عظمت

اخلاقی عظمت کو بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ: ''اور بے شک (اے محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم!) آپ حسنِ اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں۔'' (سورۃ القلم: ۴)

بقول اقبالؒ:

خلق عظیم خود قرآن کی زبانی بولا
کون سمجھے کہ کمالِ نبوی کہاں تک پہنچا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول اسی آیت کی بہترین تفسیر ہے۔ یعنی قرآن مجید میں جو بھی حکم ہے، وہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زندگی کا حصہ تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نہ صرف قرآن کے پیغام کو پہنچانے والے تھے بلکہ اس پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والے بھی تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ قرآنی احکامات پر کس طرح بہترین انداز میں عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ عبادات ہوں، معاشرت ہو، معاملات ہوں یا انفرادی و اجتماعی اخلاق ہوں، ہر پہلو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرت طیبہ میں قرآن مجید کے مطابق نظر آتا ہے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرت و اخلاق کو بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات اقدس درحقیقت ایک زندہ معجزہ تھی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زندگی نے انسانیت کو جہالت سے نکال کر علم، ہدایت اور نور کی طرف رہنمائی کی اور ایک ایسا بے مثال نمونہ پیش کیا جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: ''تمھارے لیے اللہ کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی ذات بہترین نمونہ ہے۔''

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگی کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے

ترجمہ: ''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی (اصل) زندگی ہے کاش کہ وہ جانتے۔'' (سورۃ العنکبوت:۶۴)

دنیا سے رغبت نہ ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دنیا کی حقیقت نہیں ہے۔ دنیا کی حقیقت ہے مگر عارضی اس کی مستقل صورت موت کے بعد ظاہر ہوگی۔ اس لیے دنیا، دنیاداری اور مادی اشیا سے زیادہ محبت و لگاؤ نہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اپنی ضرورت سے زیادہ دولت یا قیمتی اشیا انسان کو لالچی، خود غرض اور دنیاوی اشیا سے محبت میں مبتلا کر کے اسے اس کی حقیقت سے بے خبر کر دیتی ہیں۔ اسی لیے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس جو بھی قیمتی اشیا یا نقدی ہوتی اسے فوری طور پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ فِدک کے رئیس نے جب چار اُونٹ غلّہ کے بھجوائے تو انھیں بیچ کر قرض ادا کیا گیا اس کے باوجود بھی جب غلّہ بچ گیا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اسے تقسیم کیا اور اس وقت تک گھر نہ لوٹے بلکہ رات بھی مسجد میں بسر کی اور جب اگلے روز اس بات کا پختہ طور پر یقین ہو گیا کہ سب کچھ تقسیم ہو چکا ہے، پھر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی فیاضی و سخاوت اور دنیا سے کسی قسم کی رغبت نہ ہونے کی مثال ہے مگر ساتھ ہی ساتھ لوگوں سے محبت کی نظیر بھی ہے۔

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی اور سخاوت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ دنیاوی مال کو اپنا مقصد نہ بنائیں بلکہ اسے انسانیت کی خدمت کے لیے استعمال کریں۔ یہی وہ اعلیٰ اُصول ہے جو دنیا اور آخرت کی کام یابی کا ضامن ہے۔

عبارت نمبر 4 حُضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے یہاں مسلمان، مشرک اور کافر سب ہی مہمان ہوتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سب کی خاطر کرتے اور خود ہی سب کی خدمت کرتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا، وہ اُن کو کھلا پلا دیا جاتا اور پورا گھر فاقہ کرتا۔ راتوں کو اُٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ گھر میں رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ اپنے پھٹے کپڑے آپ ہی سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے۔ مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے۔ مسجدِ نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی کام کیا

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اس لیے کہ وہ (مسکین) جنت میں چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا، اگر چہ ایک کھجور کا ٹکڑا ہی ہو اور مسکینوں سے محبت کرنا اور انھیں اپنے قریب کرنا، بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں قیامت کے دن قریب کرے گا۔

یہ دُعا آپ خاتم النبیین ﷺ کی انتہا درجے کی تواضع اور مسکینوں کے ساتھ محبت کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ چاہتے تھے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی مسکینوں جیسی سادگی سے گزرے اور قیامت کے دن بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کا شمار مسکینوں کے ساتھ ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ غریبوں کی دنیا میں بھی قدر کرتے تھے اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ اُٹھنے کو فخر سمجھتے تھے۔

بقول احسان دانش:

یہ دُعا ... تھی ... تیری ... مسکینوں ... میں ... اُٹھ

یہ ... عشق ... کی ... معراج ... ہے ... فقر ... کی ... دنیا

عبارت نمبر 6 آپ خاتم النبیین ﷺ مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کے ساتھ ان کا حق دلاتے۔ کم زوروں پر رحم کھاتے، بے کسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے۔ حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، میں اس کو ادا کردوں گا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان...... اَخلاقِ حسنہ (ii) مصنف کا نام...... سید سلیمان ندوی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مظلوم	جس پر ظلم کیا جائے	حق دلانا	حصہ دینا	سہارا	آسرا

''جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اگر شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔ (سنن ابوداود: ۳۰۹۸)

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم غیر مسلموں کے ہاں بھی تیمارداری کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کے حال و احوال دریافت فرماتے۔ انھیں تسلی دیتے ایک یہودی کا لڑکا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار پڑا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے اسے تسلی دی اور اسے نرم لہجے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا برتاؤ ہم سایوں کے ساتھ نہایت عاجزی، خلوص اور شفقت و محبت والا تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہم سایوں سے اچھے سلوک کو لازمی قرار دیا اور فرمایا کہ جس نے اپنے ہم سایوں کو ستایا، پریشان کیا وہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ ہم سایوں کی خبر گیری رکھنا اور ان کی پریشانیوں میں ان کا ساتھ دینا ان کی ڈھارس بن جانا اور اپنے رویوں سے اس بات کو ظاہر کرنا کہ وہ تنہا نہیں ہے یا اس کی کامیابی پر اسے مبارک دینا اس کی محنت کو سراہنا، یہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے امت کے لیے احکامات ہیں۔ ہم سایوں سے حسن سلوک معاشرے کو اخلاقی طور پر پختہ بناتا ہے۔ جب معاشرے اخلاقی طور پر مضبوط ہوں تو دیگر مسائل خود ہی حل ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ اور قرابت دار ہم سائے اور اجنبی ہم سائے کے ساتھ۔ (سورۃ النساء، ۴:۳۶)

ہم سایوں سے بہتر برتاؤ کا درس آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس انداز سے دیا کہ ہم سایوں کے حقوق اس قدر بتائے اور سمجھائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہمیں محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں ہم سایوں کو جائیداد میں حصے دار نہ قرار دے دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی دیواروں کو ہم سایوں کی دیواروں سے بلند نہ کرنے کا حکم فرمایا کہ ان کے لیے روشنی اور ہوا نہ رکے۔ گھر میں شور شرابا اس قدر کرنے سے منع فرمایا کہ ہم سائے پریشان نہ ہوں۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مقام عطا فرماتے۔ ان کی خاطر تواضع بھی کرتے یہ اس بات کی علامت تھی کہ خواتین سے جو برتاؤ قبل از اسلام تھا اب وہ رویہ برقرار نہیں رہ سکتا اس لیے کہ اسلام نے انھیں آزادی اور عزت کے ساتھ جینے کا حق فراہم کیا ہے۔

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عملی طور پر ثابت کیا کہ عورت کا مقام عزت، محبت اور ہمدردی کا ہے اور اس کی قدر کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ یہی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی کا ایک عظیم انقلاب تھا جو آج بھی انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔

عبارت نمبر 10 آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نظر میں امیر و غریب سب برابر تھے۔ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جن کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بہت چاہتے تھے، سفارش کرائی۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سب سے فرمایا: "تم سے پہلے کی قومیں اس لیے برباد ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب معمولی آدمی جرم کرتا تو وہ سزا پاتا۔"

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ...... اَخلاقِ حسنہ (ii) مصنف کا نام ...... سید سلیمان ندوی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سفارش	شفاعت، سعی، کوشش	برباد	تباہ	جرم	گناہ، قصور	معمولی	ادنیٰ، عام

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی عدل و انصاف کی ایسی روشن مثال ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے رہنما ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم رحم دل اور انصاف کرنے والے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نظر میں تمام انسان برابر تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کبھی بھی کسی معاشرتی عہدے یا دولت کی بنیاد پر بھی تفریق نہیں کی اس لیے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم امیر و غریب سب کو یکساں سمجھتے ہیں۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کبھی اس نوعیت کا امتیاز نہیں برتا تھا کہ جس سے کبھی بھی انسانوں میں تفریق پیدا ہو۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے انصاف کرتے ہوئے ہمیشہ حق کو مدِنظر رکھا۔ اس بات کی مثال آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیات

اللہ! آپ ہم لوگوں کے لیے کیوں مدد کی دعا نہیں فرماتے؟" یہ سن کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا: "تم سے پہلے جو لوگ گزرے، اُن کو آروں سے چیر اگیا، اُن کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں، جس سے گوشت پوست سب کٹ جاتا لیکن یہ تکلیفیں بھی اُن کو حق سے نہ پھیر سکیں۔ خدا کی قسم! دینِ اسلام اپنے کمال کے مرتبے پر پہنچ کر رہے گا یہاں تک کہ صنعا (یمن) سے حضر موت تک ایک سوار اس طرح بے خطر چلا جائے گا کہ اُس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"

حوالۂ متن (i) **سبق کا عنوان** اخلاقِ حسنہ (ii) **مصنف کا نام** سید سلیمان ندوی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سال ہا سال	کئی سالوں تک	مایوسی	نا امیدی	حق	سچ	کمال	ہنر، عروج
مرتبے	مقام	بے خطر	بے خوف	صنعا	یمن کا دارالحکومت	گوشت پوست	انسانی جسم کا ماس

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کیا۔ مصائب نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اپنے حصار میں لیے رکھا۔ دینِ حق کی تبلیغ عرب کے متکبرانہ خطے میں آسان نہ تھی۔ ہر قدم آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو تکالیف پہنچانے والوں کی اکثریت تھی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کئی برس مسلسل اس طرح کی جدوجہد میں گزارے کہ کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مسلسل ناکامیاں میسر آئیں مگر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ثابت قدم رہے اور بے شمار تکالیف کے باوجود بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کبھی مایوسی و نا اُمیدی کا اظہار نہیں فرمایا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہمت، حوصلہ اور ثابت قدمی کے ساتھ راہِ حق پر سفرِ عظیم جاری رکھا۔ اس لیے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جانتے تھے اللہ تعالیٰ حق پر ثابت قدم رہنے والوں کو مضبوطی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "اللہ اُن لوگوں کو ثابت قدم رکھتا ہے جو ایمان لائے مضبوط بات کے ذریعے سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (سورۃ ابراہیم: ۲۷)

اٹھانے کی اجازت آپ ﷺ نے ضرورتاً بھی تن پروری اور عیش تو ناپسند ہے یہ فرمایا تمام مسلمانوں کے لیے۔

صفائی کا خاص خیال رہتا۔ ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا۔ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس کو ٹال دیتے۔ زیادہ تر چپ رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ ہنسی آتی تو مسکرا دیتے۔

جواب: (i) سبق کا عنوان ــــ اخلاقِ حسنہ (ii) مصنف کا نام ــــ سید سلیمان ندوی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مزاج	رویہ	عیش	آرام و آسائش	اوڑھے	پہنے	بھاتا	متاثر کرنا، متوجہ کرنا
چٹائی	زمین پر بچھانے والی چادر	تن پروری	جسم کو پالنا				

تشریح: زیرِ تشریح عبارت میں مصنف سید سلیمان ندوی نبی کریم ﷺ کی طبیعت کے طور طریقے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ انتہائی سادگی پسند اور سادہ مزاج کے حامل تھے۔ کبھی بھی کسی بات یا عمل میں سادگی و فقر سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس الگ دکھائی نہیں دیتی۔ عاجزی و انکساری اور سادگی آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے معمولات کا خاص حصہ تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" (الحدیث)

یہی سادہ لوحی آپ ﷺ کے مزاجِ اقدس کا خاص حصہ تھی۔ سادگی کا یہ مزاج اس وقت بھی واضح ہوتا جب آپ ﷺ کھانا کھاتے۔ جو بھی سامنے آ جاتا صبر و شکر کے ساتھ اسے تناول فرما لیتے تھے۔ اس لیے کہ تکلف اور مصنوعی پن سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس مبرا ہے۔ آپ ﷺ حق کے داعی ہیں اور آپ ﷺ نے حقیقت کے پہلوؤں کو مدِنظر رکھ کر زندگی بسر کی۔ لباس کے معاملے میں بھی مزاج کی نوعیت یہی تھی۔ پیوند لگے کپڑے بھی پہن لیتے تو بھی صابر و شاکر

جوابِ متن (i) سبق کا عنوان...... اَخلاقِ حَسنہ (ii) مصنف کا نام...... سیّد سُلیمان نَدوی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہر لحظہ	ہر دم، ہر لمحہ	بڑا حصہ	زیادہ تر وقت	لمحہ	گھڑی	بسر	گزرتا

تشریح: زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے بے مثال محبت اور تعلق تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہر لحظہ اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتے۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے غرض ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی تلاش رہتی اور ہر حالت میں دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی یاد جاری رہتی۔

یہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سب سے بڑی پہچان تھی کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ہر قول و فعل، ہر حرکت و سکون، ہر حالت میں دل اور زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور رہتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا یہ ذکر محض تسبیح پڑھنا نہیں تھا بلکہ ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرنا تھا۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ مومنین کو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔'' (سورۃ الاحزاب: ۴۲-۴۱)

بقول اقبالؔ:

؎ تیرے انداز میں ہے یادِ خدا کا اثر
تیرے ہر لمحے میں ہے حق کی خوشنودی کا سفر

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عبادت کا ایک اہم حصہ رات کا قیام تھا۔ رات کا بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتا تھا۔ کبھی پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ یہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اپنے رب سے انتہائی محبت اور بندگی کا عکاس ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مقصد محض رسمِ عبادت ادا کرنا نہیں بلکہ مکمل انہماک اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لَو لگانا تھا۔ اس حالت میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قدموں میں ورم آجاتا تھا۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث سے ثابت ہوتا ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ

(ii) فِدک کے رئیس نے غلّہ بھیجا:

(الف) دو اونٹوں پر (ب) تین اونٹوں پر (ج) چار اونٹوں پر (د) پانچ اونٹوں پر

(iii) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے: ''خدا کی قسم! وہ مومن نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی.......... سے بچا ہوا نہ ہو۔''

(الف) ریشہ دوانیوں (ب) فتنہ انگیزیوں (ج) سازشوں (د) شرارتوں

(iv) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فصل کا میوہ سب سے پہلے عطا فرماتے:

(الف) کم عمر بچے کو (ب) نوجوان کو (ج) ادھیڑ عمر کو (د) ضعیف العمر کو

(v) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا عرصہ لڑائیوں میں بسر ہوا:

(الف) آٹھ برس (ب) نو برس (ج) دس برس (د) گیارہ برس

(vi) حضرت.......... کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے گھر آنے کی خبر ہوئی تو وہ باغ سے جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے۔

(الف) عثمان غنیؓ (ب) ابو ایوب انصاریؓ (ج) ابوعبیدہؓ (د) سلمان فارسیؓ

جوابات (i) (د) (ii) (ج) (iii) (د) (iv) (الف) (v) (ب) (vi) (ب)

۲۔ سبق ''اخلاقِ حسنہ'' کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) کس سے پوچھا گیا کہ حضورِ انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟

جواب: اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضورِ انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے۔

(ب) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گھر کے کس نوعیت کے کام کاج کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے؟

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے خود ہی گانٹھ لیتے اور بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے۔

(ج) مسجدِ نبوی بنانے اور خندق کھودنے میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کیا کردار ادا کیا؟

جواب: مسجدِ نبوی بنانے اور خندق کھودنے میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کیا۔

طبیعت میں سادگی اس قدر زیادہ تھی کہ جو کچھ کھانے پینے کو سامنے آ جاتا، بغیر کسی ناگواری کا اظہار کیے خوش دلی کے ساتھ کھا پی لیتے اور جو کچھ لباس پہننے کو مل جاتا خوشی خوشی پہن لیتے۔ اگر بیٹھنا ہوتا تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ میں تو صرف چٹائی پر یا پکّے فرش پر بیٹھوں گا۔

مصنف آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سادگی کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ چیزوں کو جائز طریقے سے استعمال کرنے کی اجازت ضرور دی لیکن ان چیزوں سے نہ تو خود ناجائز فائدہ اٹھایا اور نہ ہی مسلمانوں کو ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت دی۔ اگر کوئی مسلمان چیزوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس کو ہرگز پسند نہ فرماتے۔

۷۔ مندرجہ بالا نثر پارے کی تشریح کی روشنی میں درج ذیل نثر پارے کی تشریح کریں اور مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی دیں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے۔۔۔۔۔۔۔سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کام کیے۔

جواب: دیکھیے عبارت نمبر 4 کی تشریح

سرگرمیاں

- **طلبہ ہجرتِ مدینہ اور مؤاخاتِ مدینہ کے موضوع پر اپنے خیالات کلاس میں پیش کریں۔**

جواب: عملی کام

- **"آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک" پر ایک پیراگراف لکھیں۔**

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنایا۔ ہر طبقے کے افراد نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی رحمت و محبت سے فائدہ حاصل کیا اور یہ تسلسل آج بھی جاری ہے۔ بالخصوص بچوں کے ساتھ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا حُسنِ سلوک اور شفقت والا رویہ قابلِ ذکر ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بچوں سے ملتے تو ان کے سر پر دستِ شفقت رکھتے، انھیں دعائیں دیتے، مسکرا کر انھیں دیکھتے، ان کو ان کی عمر کے مطابق دینی و دنیاوی باتیں سمجھاتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۱۸) جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بچا ہوا نہ ہو، وہ نہیں ہوگا:

(ا) دیانت دار (ب) مسلمان (ج) مومن (د) ایمان دار

(۱۹) اسلام سے پہلے ہمیشہ ذلیل رہی ہیں:

(ا) بہنیں (ب) بیٹیاں (ج) عورتیں (د) بچیاں

(۲۰) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے حقوق مقرر کیے:

(ا) مردوں کے (ب) بچوں کے (ج) بزرگوں کے (د) عورتوں کے

(۲۱) قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت جرم میں گرفتار ہوئی:

(ا) چوری کے (ب) دھوکے کے (ج) قتل کے (د) ڈاکے کے

(۲۲) اپنے دشمن پر کبھی تلوار نہیں اٹھائی اور نہ اپنے ہاتھ سے کسی پر وار کیا:

(ا) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے (ب) مسلمانوں نے

(ج) اولیا کرام نے (د) پیغمبروں نے

(۲۳) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اپنی جگہ ڈٹ کر کھڑے تھے اور جاں نثار کٹ کٹ کر گر رہے تھے:

(ا) غزوۂ احد میں (ب) غزوۂ خندق میں (ج) غزوۂ تبوک میں (د) غزوۂ بدر میں

(۲۴) خوفناک مقامات پر بھی دشمن پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے:

(ا) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم (ب) مسلمان

(ج) مومن (د) مجاہد

(۲۵) سال ہا سال کی ناکامیوں اور تکلیفوں کے باوجود آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کبھی نہیں ہوئے:

(۵۳) سیّد سُلیمان ندوی نے بچّوں کے لیے سیرت النبیؐ پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے:

(الف) رحمتِ عالمؐ (ب) خطباتِ مدراس (ج) نقوشِ سلیمانی (د) حیاتِ شبلی

(۵۴) کتاب "سیرت النبیؐ" کی کتنی جلدیں ہیں؟

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) چھے

جوابات

(۱) دینہ میں	(۲) سیرت النبیؐ	(۳) سیّد سُلیمان ندوی نے	(۴) نشانِ سپاس	(۵) شام کے سفیر نے
(۶) خطاباتِ مدراس	(۷) اخلاق کے	(۸) درخواست	(۹) چاراونٹوں پر	(۱۰) سب ہی
(۱۱) مہمانوں کی	(۱۲) برابر	(۱۳) اپنی غریبی	(۱۴) مظلوموں کی	(۱۵) بیماروں کو
(۱۶) ہمسایوں کی	(۱۷) دعائے خیر	(۱۸) مومن	(۱۹) عورتیں	(۲۰) عورتوں کے
(۲۱) چوری کے	(۲۲) حضرت محمد رسُول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے		(۲۳) غزوۂ اُحد میں	
(۲۴) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم		(۲۵) مایوس	(۲۶) عرب پر	(۲۷) غزوۂ حنین میں
(۲۸) پیوند	(۲۹) سادگی	(۳۰) تکلّف	(۳۱) تن پروری اور عیش کو	(۳۲) گفت گو
(۳۳) روکھاپن	(۳۴) خدا کی یاد میں	(۳۵) ناپسندیدہ بات	(۳۶) جنت کی	(۳۷) جوان
(۳۸) جہاں جگہ مل جاتی	(۳۹) آرام طلبی	(۴۰) بے رغبتی	(۴۱) امیر وغریب	(۴۲) تسلّی
(۴۳) خُلق	(۴۴) رؤسا	(۴۵) فرامین	(۴۶) مساکین	(۴۷) ہچکی
(۴۸) مسئلہ	(۴۹) زوجہ	(۵۰) وارث	(۵۱) سوانح عمری	(۵۲) سیرت نگاری
(۵۳) رحمتِ عالمؐ	(۵۴) چھے			

۴۔ اپنی مدد آپ

سر سید احمد خاں (۱۸۱۷ء ____ ۱۸۹۸ء)

مصنف کا مختصر تعارف

سر سید احمد خاں کا تعلق دلی سے تھا۔ آپ کی والدہ ایک پڑھی لکھی اور روشن خیال خاتون تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی والدہ سے حاصل کی۔ حصول تعلیم کے بعد سر سید مغلیہ دربار سے منسلک ہوئے لیکن بعد میں انگریز سرکار کی ملازمت اختیار کی۔ محکمہ انصاف میں ترقی کر کے صدر الصدور (منصفِ اعلیٰ) بن گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب زعما کو مسلمانوں کے زوال کا احساس ہوا۔ یہیں سے سر سید کی جدوجہد کا بھی آغاز ہوگیا۔ آپ نے جنگِ آزادی اور مسلمانوں کی ناکامی پر غور کیا تو آپ پر واضح ہوا کہ مسلمان ترقی کر سکتے ہیں اگر وہ جدید تعلیم کی طرف آجائیں۔ آپ نے انگریزی طرز کے سکول کی علی گڑھ میں بنیاد رکھی جو ۱۸۷۷ء میں کالج کے درجے پر پہنچ گیا۔ سر سید احمد خاں نے ۱۸۷۰ء میں "رسالہ تہذیب الاخلاق" کا اجرا کیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے کئی مضامین خود لکھے اور دوسرے لکھنے والوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔ سر سید احمد خاں کی کوشش سے قوم بیدار ہوگئی تھی۔ سر سید اُردو مضمون نویسی کے بانی ہیں۔ "اپنی مدد آپ" مقالات سر سید جلد پنجم سے لیا گیا ہے۔

تصانیف

☆ آثار الصنادید ☆ تبیین الکلام ☆ خطباتِ احمدیہ

☆ آئین اکبری ☆ رسالہ تہذیب الاخلاق ☆ رسالہ اسباب بغاوت ہند

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۲۰

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

خلاصہ ''خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔'' یہ ایک آزمایا ہوا مقولہ ہے۔ جس میں انسانوں اور نسلوں کا تجربہ شامل ہے۔ اپنی مدد آپ کرنے کا جوش اگر ایک شخص میں موجود ہو تو اس کی حقیقی ترقی کی بنیاد ہے اور اگر زیادہ لوگوں میں ہو تو وہ قومی ترقی کی جڑ ہے، جب اس کے برعکس کسی شخص یا گروہ کے لیے کوئی دوسرا شخص یا گروہ کچھ کرتا ہے تو ان میں اپنی مدد آپ کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کا عزت و وقار بھی جاتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے وہ دوسری قوموں کی نظر میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ فطرت کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جیسی عوام ہوتی ہے ویسی ہی حکومت ہوتی ہے یعنی عمدہ رعایا ہو تو عمدہ حکومت، جاہل اور خودسر عوام ہو تو اکھڑ حکومت۔ تجربات سے ظاہر ہو چکا ہے کسی ملک کی قدر و منزلت وہاں کی حکومت کے عمدہ چال چلن کی نسبت رعایا کی چال چلن کی بدولت ہوتی ہے کیوں کہ قوم افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ہر شخص اور قوم جب خود اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس امید پر بیٹھے رہنا کہ کوئی بیرونی قوت انسانوں اور قوم کی اصلاح کرے یہ بے وقوفی ہے۔ وہ شخص غلام نہیں جس کو کسی نے خرید لیا ہے یا ظالم بادشاہ یا حکومت کی رعیت ہے بلکہ اصلی غلام وہ ہے جو بداخلاقی کا مطیع، خود غرضی کی غلامی میں جکڑا اور قومی ہمدردی کے جذبے سے لاپرواہ ہو۔ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح گورنمنٹ کرے اس وقت تک قوم مستقل ترقی نہیں کر سکتی۔ جو قوم اپنی مدد آپ کے جذبے سے عاری ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ دوسروں کے سہارے چلنے والے اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتے اور دوسروں کے محتاج اپنی عزتِ نفس برقرار نہیں رکھ سکتے ہیں۔ افراد، قوم اور حکومت تشکیل دیتے ہیں۔ افراد کا اخلاق و کردار اچھا ہوگا تو یہ اخلاق و کردار قومی اور حکومتی سطح پر جلوہ گر ہوگا اور اگر افراد کا کردار سستی، بے ایمانی اور بداخلاقی جیسے منفی رویوں کا حامل ہوگا تو قومی اور ملکی سطح پر بھی اس کے منفی اثرات نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔ اگر زبان و بیان، ملبوسات اور سیر و تفریح وغیرہ جیسے چھوٹے چھوٹے کاموں میں سلیقہ اور شائستگی کا خیال رکھا جائے تو ہم باوقار قوم کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنی داخلی اور اندرونی خرابیوں کو خود دور کرنا شروع کر دیں اور اپنی مدد آپ کے اصول کو اپناتے ہوئے دوسروں پر بھروسا کرنے کی بجائے اپنی حاجات کو خود پورا کریں تو یہی دانائی ہے۔ جب کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سہانے مستقبل اور خضرِ راہ کا منتظر ہونا نادانی، نااہلی اور کم زوری ہے۔ خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ عہدِ ماضی انسانی محنت و استقلال کا آئینہ دار ہے۔ انسان نے سیکڑوں سالوں کی ترقی کا یہ سفر محنت کے بھروسے پر ہی طے کیا ہے۔ ہمارے اسلاف (بزرگ، آباؤ اجداد) جو حکیم، فلسفی، ریاضی دان، کسان اور مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے وہ مسلسل محنت پر یقین رکھتے تھے۔ ہماری موجودہ ترقی انھی

عبارت نمبر 2 یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آ جاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔ تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدرومنزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادات، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے، کیونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت ان مرد و عورت و بچوں کی شخصی ترقی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ...... اپنی مدد آپ (ii) مصنف کا نام ...... سرسید احمد خاں

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نیچر	فطرت، قدرت	قاعدہ	اصول، قانون	چال چلن	رہنے سہنے کا طور طریقہ، کردار	پنسال	پانی کے بہنے کی جگہ
موافق	مطابق	رعایا	عوام			تہذیب	اصلاح
شائستگی	نرمی، اچھائی	منحصر	انحصار	قدرومنزلت	عزت اور مقام		

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ انسان کو اپنی بچی ترقی کے لیے کوشش اپنی مدد آپ کے قانون کے تحت کرنی چاہیے۔ اگر انسان سست، کاہل اور اپنی حقیقت سے غافل ہو کر وقت گزارے تو وہ نقصان میں رہتا ہے۔ قانونِ قدرت ہے کہ جس طرح کا چال چلن قوم کا ہوتا ہے اسی کے موافق حکومت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حکمران اسی معاشرے ہی سے تربیت لے کر حکمرانی پر فائز ہوتے ہیں اگر لوگوں کے کردار میں بہتری و اچھائی، تہذیب و شائستگی ہو تو وہ معاشرہ ہر لحاظ سے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نیابت عطا کر کے اسے بلند رتبہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور (یاد کرو) جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو انھوں نے عرض کیا! کیا تو اس

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ اے میرے عزیز ہم وطنو! انسان کی ترقی کے متعلق اپنی مدد آپ والی رائے اگر درست ہے تو پھر ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھنا ہوگا کہ ترقی سے کیا مراد لی جارہی ہے۔ ترقی سچائی کی بنیاد پر اسی وقت ممکن ہے جب ہر طبقہ، ہر شعبہ کے لوگ مستعدی سے اپنا کردار ادا کریں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کی جائے اس کے پس منظر میں بس یہ بات پیشِ نظر ہو کہ قوم کے کردار اور ان کی زندگیوں کو کس طرح اچھا بنایا جاسکتا ہے۔ کس بنیاد پر انھیں قابلِ عزت اور قابلِ قدر قوم کے طور پر سامنے لایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور عطا کر کے عزت اور قدر و منزلت کے معیار مقرر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔'' (سورۃ الحجرات:۱۳)

سر سید احمد خاں کا موقف یہ ہے کہ ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارا بیٹھنا، اٹھنا، ہماری بات چیت کا طریقہ، وضع ولباس، گھومنا پھرنا، کام کاج کا اور دیگر معاملات کا طریقہ کار درست ہے کیا جو ہم اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہیں وہ اخلاقی اعتبار سے درست ہے؟ کیا اس سے ان کا کردار اتنا اچھا ہو سکتا ہے کہ وہ آگے چل کر ایک بہتر انسان کی صورت میں سامنے آئیں اور اپنے ملک کی خدمت مثالی انداز میں کرسکیں۔ غور و فکر کے بعد ہمارے اپنے باطن سے آواز آئے گی کہ ہرگز نہیں۔ ایک سیدھی بات سمجھنے اور سمجھانے والی ہے کہ ہر انسان اور کل قوم اپنی اندرونی حالتوں، طاقتوں اور حکمتوں سے اپنے معاملات کو سلجھا سکتی ہے، اپنے چال چلن کو درست کرسکتی ہے تو پھر کسی بیرونی طاقت سے اصلاح کی امید رکھنا کیا یہ خود اس کی فطری عظمت کے خلاف نہیں یہ صرف عزتِ نفس اور ترقی کا سدِ باب نہیں ہے بلکہ اپنی عقل پر بھی حملہ ہے اور احمقانہ نظریہ ہے کہ کسی دوسرے کی طاقت پر انحصار کیا جائے سب سے اہم یہی ہے کہ سچائی کو زندگی میں شامل کر کے خیر خواہی کے جذبے کو اُبھارا جائے۔

عبارت نمبر 5 وہ شخص درحقیقت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ناترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلایا جاتا ہے خرید لیا ہے، یا ایک ظالم اور خود مختار بادشاہ یا گورنمنٹ کی رعیت ہے بلکہ درحقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو بداخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی [illegible]

تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے بھی ترقی کی منازل طے کی ہیں انھوں نے محنت کو شعار بنا کر اپنی مدد آپ پر عمل کرتے ہوئے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوتا ہے جو اس کی ذات پر یقین کرتے ہوئے محنت کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں ایسے لوگ نہ تو خضر کو تلاش کرتے ہیں نہ گورنمنٹ کی فیاضی پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور نہ ہی یہ اپنے جیسے انسانوں کی پرستش کرتے ہیں، طاقت بھی انھیں متاثر نہیں کرتی ایسے لوگ قابل عزت اور معزز بن جاتے ہیں۔ قومی ترقی کے لیے خود انحصاری ضروری ہے۔ دوسروں پر انحصار نہ صرف قوم کی آزادی کو ختم کرتا ہے بلکہ اسے ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

عبارت نمبر 7 بڑا سچا مسئلہ اور نہایت مضبوط جس سے دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی ہے وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے۔ اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان** اپنی مدد آپ (ii) **مصنف کا نام** سرسید احمد خاں

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خضر	معزز، عزت والا	بھروسا	اعتماد، یقین	اصول	قاعدہ، ضابطہ	پچھلا	گزشتہ، سابقہ

تشریح زیر تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ انسان کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ اپنی مدد آپ ہی میں پنہاں ہے۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے جس سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر حقیقت کے دائرے میں رہتے ہوئے مشاہدہ کیا جائے تو بڑا سچا مسئلہ انسان پر ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کی اقوام نے جس سے ترقی پائی ہے وہ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرنا اور خود اپنا ساتھ دینا ہے۔ جب انسان اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر اُسے اپنی فلاح میں صرف کرتا ہے تو انفرادی ترقی کے ساتھ ساتھ قوم کی ترقی کا سبب بھی بنتا ہے۔ جب انسان اس حقیقت کو سمجھ لے کہ اس کی اصل عزت و ترقی محنت کرنے، اپنی

مضبوط بنیادوں پر استوار ہوا۔

ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے شخص نے انسان کو موجودہ ترقی کے مقام پر پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ ایک نسل نے دوسری نسل کی محنت پر اپنی عمارت بنائی ہے اور اس عمارت کو ترقی کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچایا ہے کہ انسان نے قدرت کے وسائل سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو آسان بنایا ہے۔ ان باکمال لوگوں نے جو تہذیب اور شائستگی کا معیار مقرر کرنے والے تھے۔ ان کی کوشش میں ایک ایسی سچائی اور خلوص موجود تھا کہ لگاتار محنت کا یہ تسلسل جاری رہنے سے علم و ہنر میں جو بھی بے ترتیب کیفیات تھیں انھیں ایسی ترتیب میسر آئی کہ ہر چیز درست سمت میں اور صحیح نظر آنے لگی۔ اس درست سمت تک پہنچنے میں نسلوں کی محنت شامل ہے۔

عبارت نمبر 9 رفتہ رفتہ نیچر کی گردش نے موجودہ نسل کو اس زرخیز اور بے بہا جائیداد کا وارث کیا ہے جو ہمارے بزرگوں کی ہوشیاری اور محنت سے مہیا ہوتی تھی اور وہ جائیداد ہم کو اس لیے نہیں دی گئی ہے کہ ہم صرف مثل مارِ سرِ گنج اس کی حفاظت ہی کیا کریں، بلکہ ہم کو اس لیے دی گئی ہے کہ اس کو ترقی دیں اور ترقی یافتہ حالت میں آیندہ نسلوں کے لیے چھوڑ جاویں۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ہماری قوم نے ان بزرگوں کی چھوڑی ہوئی جائیداد کو بھی گنوا دیا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان: اپنی مدد آپ (ii) مصنف کا نام: سر سید احمد خاں

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ	نیچر	قدرت / فطرت	گردش	حرکت کرنا	زرخیز	پیداواری صلاحیت رکھنا / سرسبز و شاداب
بے بہا	بہت زیادہ	مثل مارِ سرِ گنج	سانپ کی طرح خزانے پر بیٹھنا	صد	سو	بزرگوں	بزرگوں

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف بیان کرتے ہیں کہ زمانے کی بدلتی ہوئی کیفیات نے آہستہ آہستہ فطرت کی گردش سے مل کر موجودہ نسل کو ایک عجیب سی دلدل میں اس طرح دھکیل دیا ہے کہ وہ اس میں دھنس کر نہ تو مٹ رہے ہیں اور نہ ہی اس سے نکل پا رہے ہیں۔ موجودہ نسل کو بہت کچھ ان کے

راست بازی، غیرت وحمیت سے پرہیزگاری منسلک ہے اس کی زندگی کا طریقہ کار، چال چلن کسی کھلی کتاب کی طرح واضح نہیں ہوتا اور نہ ہی ان سب باتوں کی کہیں نمائش لگائی جاتی ہے۔ جہاں لوگ جائیں اور اپنی مرضی کے مطابق ان عناصر کو خرید لائیں یا اپنی ضرورت کے مطابق اس کی مقدار حاصل کرلیں۔ دراصل اعمال کی سجاوٹ کا ذریعہ ہیں انسان کے کردار کو مضبوط کرتے ہیں۔ اسے عزت وحمیت عطا ہوتی ہے اور وہ ایک ایسی مثال بن کر حاصل خیالات کے افق پر چمکنے دمکنے لگتا ہے کہ اس کے ان اعمال کے کمالات کا اثر ہر طرف اور ہر ایک پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ وہ لوگوں کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دنیا کے لیے اس کی اہمیت وقدر بڑھ جاتی ہے۔ وہ لوگوں کے لیے نفع کا سبب بن جاتا ہے۔ ان کی زندگیوں پر اس کا ایماندارانہ کردار اثر انداز ہوتا ہے جو زمانے کے لیے مفید ہوتا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۹۸۹)

اس عاجز و مسکین شخص کا چال چلن اگرچہ ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ اس کے متعلق بہت کچھ جانتے ہوں مگر دوسرے لوگوں میں یہ کردار اور چال چلن خفیہ پھیل جاتا ہے جس سے بغیر کسی اعلان اور تشہیر کے لوگوں میں یہ چیز سرائیت کرتی چلی جاتی ہے۔ خفیہ طور پر پھیلنے والا یہ عمل لوگوں کی زندگیوں سے بدی کو ختم کرنے کا اور برائی کو ہٹانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اس زمانے کے لوگوں میں پھیلا ہوا یہ خفیہ عمل وہیں تک محدود نہیں رہتا اس کا بہاؤ آئندہ کی نسلوں تک ایک ریلے کی صورت میں جا پہنچتا ہے جو راستے کی ہر برائی کو نست و نابود کرتا چلا جاتا ہے۔

عبارت نمبر 11 ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن ہی میں یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی اور برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے۔ یہ پچھلا علم وہ علم ہے، جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اسی پچھلے علم سے عمل، چال چلن، تعلیم نفسی، نفس کشی، شخصی خوبی، قومی مضبوطی، قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں کے حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ اس تعلیم کو آدمی صرف کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ یہ تعلیم کسی درجے کی علمی تحصیل سے ہوتی ہے اور مشاہدہ آدمی کی زندگی کو دُرست اور اس کے علم کو باعمل، یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ تر معزز اور قابلِ ادب بناتا ہے۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان: اپنی مدد آپ (ii) مصنف کا نام: سر سید احمد خاں

۳۔ سبق ''اپنی مدد آپ'' کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جملے مکمل کریں۔

(الف) خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی.............. کرتے ہیں۔ (ب) جس طرح کہ پانی خود اپنی.............. میں آ جاتا ہے۔

(ج) قوم شخصی.............. کا مجموعہ ہے۔ (د) قوم کی سچی ہمدردی اور سچی.............. کرو۔

(ہ) ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی.............. ملے۔

جوابات (الف) مدد (ب) پنسال (ج) حالتوں (د) خیر خواہی (ہ) خضر

الف بائی ترتیب اور لغات کا استعمال:

اگر الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا جائے کہ حروفِ تہجی کی ترتیب میں آنے والے حروف سے شروع ہونے والے الفاظ پہلے اور بعد میں آنے والے حروف سے شروع ہونے والے الفاظ بعد میں لکھے جائیں تو الفاظ کی ایسی ترتیب کو ''حروفِ تہجی'' یا ''الف بائی ترتیب'' کہتے ہیں۔ اُردو، انگریزی اور دیگر تمام زبانوں کی لغات میں الفاظ کو اسی ترتیب سے لکھا جاتا ہے۔ اس طرح لفظوں کی تلاش اور انھیں مرتب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۴۔ الف بائی ترتیب کے تصور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل الفاظ کو الف بائی ترتیب سے لکھیں۔

تجربہ، نیچر، تہذیب، بزرگوں، فیّاض، پرستش، آزمودہ، پنسال، خیر خواہی، خضر، معمار، آئندہ۔

جواب: آزمودہ، آئندہ، پرستش، بزرگوں، پنسال، تجربہ، تہذیب، خضر، خیر خواہی، فیّاض، معمار، نیچر۔

متلازم یا گروہی الفاظ:

کچھ الفاظ اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہو جاتے ہیں اور جب ہم اُن الفاظ کو اپنی زبان پر لاتے ہیں تو ان سے متعلق یا منسلک بہت سے دیگر الفاظ ذہن میں آ جاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو متلازم یا گروہی الفاظ کہتے ہیں۔ مثلاً: چڑیا گھر کا لفظ ذہن میں آتے ہی بہت سارے جانور ہمارے تصور میں آ جاتے ہیں۔ اس طرح کسی درخت کا خیال آتے ہی اس کی شاخیں، پتے، پھول، تنا اور جڑ وغیرہ کا خیال ذہن میں آ جاتا ہے۔

۵۔ ذیل میں کچھ ایسے ہی متلازم یا گروہی الفاظ دیے جا رہے ہیں۔ آپ اُن سے متعلق یعنی اُن کی رعایت کے کم از کم چار الفاظ سوچ کر لکھیں۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

❁ درست جواب پر (✓) لگائیں۔

(۱) سرسید احمد خاں پیدا ہوئے:
(ا) دہلی میں (ب) آگرہ میں (ج) میرٹھ میں (د) جالندھر میں

(۲) سرسید احمد خاں کا سن پیدائش ہے:
(ا) ۱۸۱۶ء (ب) ۱۸۱۷ء (ج) ۱۸۱۹ء (د) ۱۸۲۰ء

(۳) سرسید احمد خاں محکمہ انصاف میں ترقی کر کے عہدے پر فائز ہوئے:
(ا) مشیر کے (ب) سیکریٹری کے (ج) صدر الصدور کے (د) جج کے

(۴) سرسید احمد خاں نے انگریزی طرز کا ایک سکول کھولا:
(ا) علی گڑھ میں (ب) جالندھر میں (ج) لاہور میں (د) کراچی میں

(۵) سرسید احمد خاں نے ۱۸۷۰ء میں رسالہ کا اجرا کیا:
(ا) زمیندار (ب) تہذیب الاخلاق (ج) نور صبا (د) نونہال

(۶) اُردو مضمون نویسی کے بانی ہیں:
(ا) مولوی نذیر احمد (ب) سرسید احمد خاں (ج) قدرت اللہ شہاب (د) مولانا ظفر علی خاں

(۷) شاملِ کتاب سبق "اپنی مدد آپ" لیا گیا ہے:

(۳۱) ایک محنتی اور پرہیزگار آدمی کا چال چلن آنے والی نسل کے لیے ہوتا ہے:

(ا) عمدہ نظیر (ب) اعلیٰ کام (ج) بہترین حکمت عملی (د) منصوبہ

(۳۲) دوسرے کی زندگی اور چال چلن پر قوی اثر پیدا کرتا ہے:

(ا) سچ (ب) برتاؤ (ج) انصاف (د) شخصی چال چلن

(۳۳) حقیقت میں عمدہ عملی تعلیم ہے:

(ا) ادب (ب) شخصی چال چلن (ج) اخلاق (د) کردار

(۳۴) آدمی صرف کتابوں سے حاصل نہیں کر سکتا:

(ا) تعلیم (ب) حُسنِ سلوک (ج) ہنر (د) آدابِ معاشرت

(۳۵) علم کی بہ نسبت عمل انسان کو زیادہ بنا دیتا ہے:

(ا) مغرور (ب) باہمت (ج) معزز (د) باصلاحیت

(۳۶) حاشا وکلا کا مطلب ہے:

(ا) ضرور (ب) ہرگز نہیں (ج) تاکید (د) بالکل غلط

(۳۷) ''ترقی'' کا متضاد ہے:

(ا) عروج (ب) تنزل (ج) کامیابی (د) ناکامی

(۳۸) جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں ان کی مدد کرتا ہے:

(ا) خدا (ب) زمانہ (ج) ہر کوئی (د) کوئی نہیں

(۳۹) ''بھلائی'' کا مترادف ہے:

(ا) برائی (ب) بدی (ج) نیکی (د) خوشی

۲۔ خدا کن لوگوں کی مدد کرتا ہے؟

جواب: خُدا اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

۳۔ دوسروں پر انحصار کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: دوسروں پر انحصار کرنے سے خود اعتمادی اور غیرت میں کمی ہو جاتی ہے اور اپنی مدد آپ کرنے کا جوش ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ دنیا میں کون لوگ ترقی کرتے ہیں؟

جواب: دنیا میں وہی لوگ ترقی کرتے ہیں جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

۵۔ سر سیّد احمد خاں نے انسان کی عمدہ قوت کس چیز کو قرار دیا ہے؟

جواب: سر سیّد احمد خاں نے انسان کی عمدہ قوت غیرت کو قرار دیا ہے۔

۶۔ سر سیّد احمد خاں نے نیچر کا کیا قاعدہ بیان کیا ہے؟

جواب: سر سیّد احمد خاں کے مطابق نیچر کا یہ قاعدہ ہے کہ جیسا چال چلن قوم کا ہوتا ہے اسی مناسبت سے حکومت آتی ہے۔ یعنی جیسی قوم ویسا حکمران ہوتا ہے۔

۷۔ انسان کی موجودہ بہتر حالت کیسے ممکن ہوئی؟

جواب: انسان کی موجودہ بہتر حالت انسانوں کے نسل در نسل کے کاموں سے ممکن ہوئی ہے۔

۸۔ ہر روز کے تجربے سے کیا بات معلوم ہوئی ہے؟

جواب: ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شخصی چال چلن میں ہی قوت ہے۔ یہ قوت دوسرے کی زندگی، برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتی ہے۔

۹۔ موجودہ نسل کو کس چیز کا وارث بنایا گیا ہے؟

۵۔ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

ڈپٹی نذیر احمد (۱۸۳۶ء ____ ۱۹۱۲ء)

مصنف کا تعارف

مولوی نذیر احمد، جن کو ادبی دنیا میں ڈپٹی نذیر احمد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ ضلع بجنور (یوپی۔انڈیا) کے ایک گاؤں "ریہڑ" سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد شعبۂ تدریس سے وابستہ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ پھر دہلی کالج سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ڈپٹی نذیر احمد ابتدا ہی سے یہ سوچتے تھے کہ وہ ڈپٹی کلکٹر بنیں گے۔ آپ کا یہ خواب پورا بھی ہوا۔ آپ نے اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی آپ نے قریب سے دیکھی اس لیے کہ ان دنوں آپ کا قیام دہلی میں تھا۔ آپ سرسید احمد خاں سے متاثر تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ناول نگاری میں اپنا مقام بنایا۔ آپ سے پہلے اُردو ناول کا کوئی نمونہ میسر نہیں تھا۔ ڈپٹی نذیر احمد عقل و شعور کا پیکر تھے۔ زبان و بیان کا ہنر بھی قدرت نے عطا کیا تھا۔ اپنی خوبیوں کی بنیاد پر آپ نے اُردو ناول نگاری کی بنیاد رکھی۔ ناول کے ذریعے اصلاحی پیغام دینے کی کامیاب کوشش کی۔ شاملِ کتاب اقتباس "کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ" ان کے ناول توبۃ النصوح سے مستعار ہے۔

ناول:
- ☆ مرأۃ العروس ☆ بنات النعش ☆ توبۃ النصوح ☆ ابن الوقت
- ☆ فسانۂ مبتلا ☆ رویائے صادقہ ☆ ایامیٰ

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۲۸

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بداعمالیوں	بُرے اعمال	ہیضہ	متعدی مرض	لونڈیاں	کنیزیں، ملازمائیں
کوتاہیوں	غلطیوں	اصلاح	درستی		

توضیحات

وضاحت	الفاظ
ضرار ضرر سے مشتق ہے اس کا مطلب ہے ایذا دینا۔ "نقصان پہنچانا یا ضرر پہنچانا"۔ مسجد ضرار دراصل مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لیے بنائی گئی اور اسے اللہ کے حکم سے گرا دیا گیا تھا۔ عمرو بن عوف نے مسجد قبا بنائی انھوں نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور اس میں نماز ادا فرمائی۔ اس پر ان کے بھائیوں بنو غنم بن عوف نے ان سے حسد کیا اور یہ کہا کہ ہم مسجد بنائیں گے اس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ ابو عامر نے مدینہ منورہ کے منافقین کو ایک خط لکھا کہ میں شام میں اس بات کے لیے کوشاں ہوں کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تم لوگ کچھ ایسا کرو کہ جب روم کا بادشاہ حملہ کرے تو تم لوگ اندر سے اس کی مدد کرو۔ اس نے مشورہ دیا کہ ایک مسجد تعمیر کرو اور اسے بغاوت کے مرکز کے لیے استعمال کرو اس میں ہتھیار بھی جمع کرو اور یہاں آپس میں مشاورت بھی کیا کرو جب کوئی شخص میرا پیغام لے کر آئے تو اسے بھی یہیں ٹھہراؤ۔	مسجد ضرار
دھیلہ اسم مذکر ہے اس کے معنی ہیں "نصف پیسا" دھیلہ مغل دور کی کرنسی تھی جو 1.5 پائی کے برابر ہوتی تھی۔ دو دھیلوں سے ایک پیسا بنتا تھا۔	دھیلہ
دیوان خانہ سے مراد ہے "مہمان خانہ" عام طور پر اس سے مراد گھر کا وہ حصہ لیا جاتا ہے جہاں مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے یا وہ بیٹھتے ہیں۔ اسے مکان کا وہ حصہ بھی کہا جاتا ہے جہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں یہ گھر کا مخصوص حصہ ہوتا ہے جہاں آنے والے مہمانوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔ لغت کی رو سے یہ اسم مذکر ہے۔	دیوان خانہ

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ کلیم اپنے گھر سے لڑ جھگڑ کر جب مرزا ظاہر دار بیگ کے ہاں پہنچا تو دستک دینے کے بعد جو حالات بنے وہ بہت عجیب تھے۔ اس لیے کہ ظاہر دار بیگ کے متعلق پوچھنے پر جو جواب آیا وہ توقع کے برعکس تھا۔ اندر سے یہ ہانک لگائی گئی کون سا ظاہر دار بیگ؟ یہاں تو کوئی ظاہر دار بیگ نہیں رہتا۔ کلیم کے لیے یہ صورت حال بہت عجیب تھی اس لیے کہ اسے تو ظاہر دار بیگ نے اسی گھر کا پتا دیا تھا اور بتایا تھا کہ وہ جمعدار کا بیٹا ہے۔ یہی سوچ کر کلیم نے پوچھا کیا یہ جمعدار صاحب کا گھر نہیں ہے۔ جواب میں یہ کہا گیا کہ بالکل یہ جمعدار صاحب کا گھر ہے۔ اب کلیم کا پارہ چڑھنے لگا کہ جب یہ جمعدار صاحب کا گھر ہے تو پھر ظاہر دار بیگ یہاں کیوں نہیں ہیں۔ دوسری طرف سے بھی تکرار کی گئی کہ جمعدار صاحب کا گھر ہے مگر یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں رہتے۔ کلیم نے کہا کہ بھلا یہ کیا بات ہوئی وہ تو جمعدار صاحب کے وارث ہیں اور ان کے جانشین ہیں۔ اس لیے کہ مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو اپنے متعلق یہی بتا رکھا تھا مگر گھر کے اندر سے اس بات کی نفی ہو رہی تھی۔ کلیم اس صورتِ حال کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ کلیم کے اس بات پر زور دینے سے کہ ظاہر دار بیگ جمعدار کے جانشین ہیں تو اندر سے ایک اور صدا بلند ہوئی تھی اس آواز میں کسی حد تک غصہ اور غم دونوں شامل تھے کہ جمعدار صاحب کے وارثوں کو اللہ صحت و سلامتی عطا فرمائے ان کے وارث موجود ہیں۔ یہ بدبخت کون ہے جو اپنے آپ کو ان کا وارث بتاتا ہے۔ حقیقت میں ظاہر دار بیگ یہاں نہیں رہتے اور نہ ہی ان کا کسی طرح کا تعلق جمعدار سے یا اس کے گھرانے سے ہے۔ یہ تکرار چلتی رہی اور کلیم کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہو گئی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا ظاہر دار بیگ نے اپنے مفصل تعارف میں ہمیشہ اپنے آپ کو جمعدار صاحب کا وارث ہی بتایا تھا۔ آج کلیم کو ان سے کام آن پڑا تھا اور پہلی بار کلیم ان کے دولت خانے پر پہنچا تھا مگر دولت خانے کے حالات ایسے تھے کہ وہ ظاہر دار بیگ کو اس کا حصہ ہی نہیں مان رہے تھے۔ اب اس کے بعد وہ کیا کرتا اسے خود علم نہیں تھا پھر بھی وہ لونڈی کے ساتھ تکرار کر رہا تھا جو جمعدار صاحب کے گھر موجود تھی اور مسلسل مرزا ظاہر دار بیگ کے یہاں رہنے پر انکاری تھی بلکہ اس نے کلیم کی وراثت والی بات پر سخت ناگواری کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ تکرار مزید بڑھتی دوسری لونڈی بھی شریکِ گفت گو ہوئی۔ اس نے پہلی لونڈی سے کہا کہ یہ بانکے کے بیٹے کے متعلق نہ پوچھ رہا ہو وہ بھی ہر جگہ اپنے آپ میں امیر بنا پھرتا ہے اور خود کو جمعدار کا بیٹا بھی بتاتا ہے۔ ایسا وہ اس لیے کرتا ہے کہ اسے امراء اور رئیسوں کے درمیان بیٹھنے کا موقع میسر آ جائے۔ اس لیے روانی سے وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے اور لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے۔ دونوں

بتائیے کہ آنا کیسے ہوا؟ اور قصہ کیا ہے؟ کلیم نے سارا ماجرا مفصل انداز میں سنایا کہ والد مکرم اس سے کیا تقاضا کرتے ہیں، والدہ کیا اصرار کرتی ہیں اور بھائی کی التجاؤں کی نوعیت کیا ہے۔ اپنا حال سنا کر کلیم ان سے مدد کا طلب گار تھا۔ مگر مرزا ظاہر دار بیگ اس کی کیا مدد کرتا وہ تو خود ایک جھوٹا، فریبی شخص تھا، سوائے اپنے آپ کو جمعدار صاحب کا جانشین بنا کر معاشرے میں اپنا مقام و مرتبہ بنائے پھرتا تھا۔ مسجد کی حالتِ زار دیکھ کر کلیم پر مرزا کی حقیقت کسی حد تک عیاں ہو گئی تھی۔

عبارت نمبر 3 یہ کیا ماجرا ہے؟ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دو ہری محل سرائیں، متعدد دیوان خانے، کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کنڑے اور گنج اور دکانیں اور سرائیں، میں تو جانتا ہوں کہ عمارت کی قسم کی کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس کو تم نے اپنی مِلک نہ بتایا ہو، یا یہ حال ہے کہ ایک متنفس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسر نہیں۔ جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے، ان سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جمعدار کے تمام ترکے پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اس جاہ و حشمت کا ایک شمہ بھی نہیں دیکھتا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان: کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ (ii) مصنف کا نام: ڈپٹی نذیر احمد

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ماجرا	واقعہ، قصہ	متعدد	تعداد میں زیادہ، کئی	دیوان خانے	مہمان خانے
پائیں باغ	گھر کے پچھلی جانب کا باغ	حوض	تالاب	کنڑے	ایک احاطے کے گھر
گنج	خزانہ	مِلک	ملکیت	متنفس	سانس لینے والا
ترکے	وراثت	متصرف	تصرف کرنے والا / قابض	جاہ و حشمت	شان و شوکت
شمہ	ذرا سی خوش بو / کم / تھوڑا				

سکی کہ آپ میری حقیقت وسچائی کو جان سکتے۔ مرزا کلیم کی عقل اور فہم پر ادبی انداز میں افسوس کر رہے تھے اور اس کو اس کی کم فہمی اور اس کی عادات و اطوار سے ناواقف ہونے پر طعن وملامت کر رہے تھے۔ مرزا یہ بات کہ رہے تھے کہ قصور اس کا ہے جو اسے سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ ان نے مزید وضاحت کی کہ میری یہ جو حالت آپ دیکھ رہے اور جو کچھ میں نے آپ کو بتایا تھا ان دونوں باتوں اور میری حالت کے اختلاف کے پیچھے کچھ حقائق ہیں۔ پھر اس نے اپنی صفائی بیان کرنا شروع کی اور اس سلسلے میں دلائل دینے شروع کیے۔ جھوٹ جھوٹ سے ڈھانپنے کا سلسلہ مرزا کی طرف سے جاری تھا۔ مرزا کو اس طرح کے کمالات دکھانے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ وہ اس حقیقت سے مکمل طور پر انکار کر رہا تھا کہ جمعدار سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ابھی بھی اسی بات پر قائم تھا کہ جمعدار صاحب کی جائیداد و تر کے کا وہی وارث تھا اور وارث ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ جمعدار صاحب نے مرنے سے قبل اسے اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اس بات کے گواہ شہر کے سبھی امرا اور رؤسا ہیں۔ وہ مکمل اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کر رہا تھا۔ اس کے لہجے یا انداز میں کسی طرح کی لڑکھڑاہٹ نہ تھی۔ وہ اپنے دولت مند ہونے کا قصہ سنا رہا تھا اور پھر اپنی مظلومیت بھی اس نے اس میں شامل کی اور اپنے ساتھ گزرنے والے واقعے کو دکھی انداز میں بیان کیا کہ جمعدار صاحب کے گزرنے کے بعد کچھ مفاد پرستوں نے اس کی جانشینی میں رخنہ اندازیاں کیں۔ اس بات نے دلی طور پر مرزا کو دکھی کر دیا اس لیے کہ مرزا کے بقول کہ وہ ایک حساس انسان تھا اس قسم کی باتیں اور رویے اس کے تکلیف کا باعث تھے۔ اس لیے کہ مرزا نے اس سے کہا کہ میں اس طرح کے معاملات سے دور رہتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کے مزاج کے خلاف باتیں ہیں۔

مرزا جو خود کو امن وامان اور برداشت کا نمونہ بھی ظاہر کرتا تھا اور یوں اپنے کردار کی وضاحت کر رہا تھا کہ جیسے اس جیسا کوئی اور آج کے زمانے میں موجود نہیں۔ اس لیے اس نے کہا کہ جب حالات نے یہ رخ اختیار کیا لوگوں نے دولت وجائیداد کے لالچ میں اسے دکھ پہنچانا شروع کیا تو اس نے ان تمام معاملات سے کنارہ کش ہونے کا فیصلہ کر لیا اور وہ عملی طور پر ان سب چیزوں اور مسئلوں سے الگ ہو گیا۔ مالی مشکلات بھی آئیں مگر بکھیڑوں میں الجھنا اس کے اصولوں اور مزاج میں نہیں ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کی اس انداز میں کنارہ کشی ممکن ہے کہ رخنہ اندازی کرنے والوں کے لیے ابتدا میں باعثِ مسرت ہو کہ جیسے انھوں نے کوئی معرکہ فتح کر لیا ہے مگر اتنے بڑے نظام کو سنبھالنا بھی تو آسان معاملہ نہ تھا۔ صرف لالچ کی بنیاد پر سازش کر کے وسائل پر قابض تو ہوا جا سکتا ہے لیکن اسے چلانے کے لیے مہارت وشعور کی ضرورت بھی تھی جو ان کے پاس نہ تھی۔ نہ کاروبار، نہ جائیداد سنبھالنے کا

عبارت نمبر 6 کلیم جب گھر سے نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اس نے کھانے کی مطلق پروانہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے ہی تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہرچند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا، کیوں کہ اوّل تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی، دوسرے یہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے، تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجے کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے معترض نہ ہوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اس کی انتڑیوں نے قُل ہُو اللہ پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور عن قریب تمام شب کے واسطے رخصت ہوا چاہتا ہے، تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود ہی کہہ دیا کہ سنو یار، میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ...... کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ (ii) مصنف کا نام ...... ڈپٹی نذیر احمد

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
طیش	غصہ	اوّل	پہلا	مطلق	بالکل
غایت درجے	انتہائی درجے	منتظر	انتظار میں	معترض	روکنے والا
ہرچند	اگرچہ	رخصت	وداع		

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ انسان جب غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے فیصلے کسی طور بھی مفید نہیں ہوتے۔ وہ ایسے جذبات میں گھرا ہوتا ہے کہ اُسے صحیح اور غلط میں فرق سمجھ نہیں آتا۔ اس لیے کہ اس کی عقل اس کا ان لمحات میں ساتھ نہیں دیتی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

''غصہ مت کیا کرو۔'' (صحیح بخاری:۶۱۱۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ غصہ عقل کا دشمن ہے وہ اپنے ساتھ تمام شعوری علامات بہالے جاتا ہے۔ ایسی کیفیت میں انسان کیا کرتا ہے، کیوں

بقول احمد خورشید: ''مل گئی ہے رو کھی سوکھی اتنا تر سانے کے بعد حق ملا ہے مجھ کو میرا بھاری نذرانے کے بعد۔''

عبارت نمبر 8 یار، ہو تم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ ذرا، واللہ ہاتھ تو لگاؤ، دیکھو تو کیسے جھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوش بو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر بھنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو، کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے، اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندے نے یہ تحقیق سنا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دکان کا چنا بلاناغہ لگ کر جاتا ہے۔ اور واقعی میں آپ ذرا غور سے دیکھیے، کیا کمال کرتا ہے کہ بھوننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی! تمھیں میرے سر کی قسم سچ کہنا، ایسے خوب صورت، خوش قطع، سڈول چنے تم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے؟ دال بنانے میں اس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، نوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے۔ کوئی بسنتی ہے، کوئی پستئی غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے اگتے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان**......کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ (ii) **مصنف کا نام**......ڈپٹی نذیر احمد

مذکورہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بھاڑ	بھٹی / جہاں دانے بھونتے ہیں	جھلس	آگ میں جلنا / گرم	سوندھی	مٹی کی خوش بو
تعجب	حیرت	خس	گھاس پھوس / تنکے	عطر	خوش بو
بھیڑ	ہجوم	تحقیق	جانچ / پرکھ	بلاناغہ	ہر روز
سڈول	متناسب، موزوں	خراش	رگڑ / چھان	بسنتی	زرد رنگ کا
صدہا	سیکڑوں / بہت زیادہ				

دہلا دینے والی کیفیت۔ گھر کی نعمتوں کو اس نے غصے کے عالم میں تکبر کے ساتھ ٹھوکر ماری تھی۔ طرح طرح کی نعمتیں اور تیار کھانے چھوڑ آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب انسان کو ہدایت دینا ہے تو ساتھ ہی اسے فکر کرنے کی تلقین بھی عطا فرماتا ہے۔ اس لیے کہ اگر انسان شکر سے غافل ہو جائے تو وہ نعمتوں سے محروم بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور جو شکر کرے وہ اپنی ذات کے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرے میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ النمل: ۴۰)

کلیم بھی نعمتوں کو ٹھکرا کر نکلا تھا۔ انجام یہ تھا کہ اندھیرے اور تنہائی کے عالم میں ویرانے میں پڑا تھا۔ کوئی غم گسار تھا نہ ہی ہمدرد، کوئی رشتہ دار تھا نہ ہی حوصلہ دینے والا موجود تھا۔ وہ اس طرح ویرانے میں تنہا پڑا تھا جیسے کوئی بڑا گناہ گار ہو اور حاکم وقت کے حکم پر سزا سنا دی گئی ہو۔ اس سزا کو مجبوری کے عالم میں کاٹ رہا ہو یا پھر کسی بے بس پرندے کی مانند پنجرے میں قید پڑا ہوا اپنی آزادی کھو جانے پر ماتم منانے میں مصروف ہو۔ اگر کوئی باشعور ہوتا تو اپنی حالت سے سبق سیکھتا، توبہ کرتا اور صحیح راہ اختیار کر لیتا۔ برے کاموں سے اللہ کے حضور توبہ کر کے سیدھی راہ پر چلتا۔ اس واقعے کو زندگی کا عبرت ناک سبق سمجھ کر قبول کرتا مگر کلیم اس سوچ میں نہ تھا۔ چاہیے تو اسے یہ تھا کہ صبح سویرے باپ کے ساتھ نماز میں جا ملتا لیکن اس کے دماغ میں کچھ اور مضامین زیر گردش تھے۔ بقول آصف سلطان سلوترا:

''مرزا جیسے افراد کی صحبت اور والدین کی نصیحتوں سے دوری انسان کو روحانی اور عملی طور پر تباہ کر سکتی ہے۔''

عبارت نمبر 10 صبح ہوتے آنکھ لگ گئی، تو معلوم نہیں مرزا یا محلّے کا کوئی اور عیّار ٹوپی، جوتی، رومال، چھتری، تکیہ، دری، یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منفک اور اس کے جسم سے جدا تھی، لے کر چمپت ہوا۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی۔ کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے جاگا تو دیکھتا کیا ہے کہ فرش مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بھبھوت اور چمگادڑوں کی بیٹ کا ضماد بدن پر تھپا ہوا ہے۔ حیران ہوا کہ قلب ماہیت ہو کر میں کہیں بھتنا تو نہیں بن گیا۔ مرزا کو ادھر دیکھا اُدھر دیکھا، کہیں پتا نہیں۔ مسجد تھی ویران، اس میں پانی کہاں۔ صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ ادھر کو آ نکلے تو اس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا منھ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دو پہر ہونے کو

کی ہاتھ لگا۔ اس کے پاس مرزا کے گھر جانے کے سوا اس وقت اور کوئی صورت بھی نہ تھی۔ ہمت کر کے تو چلا مگر دل میں سوچتا جاتا تھا کہ دیکھیے مرزا کے دروازے پر پہنچ کر کیا ہو۔ مرزا ظاہر دار بیگ اس کی آؤ بھگت کریں گے یا نہیں۔ آدمی ہی تو ہیں اس کے جواب میں مرزا نے کہا تھا کہ میں ان کے ساتھ رہنے والا نہیں۔ اس نے قصے کے شروع میں باپ کا گھر چھوڑ کر ان کی طرف جانے کی کوشش کی۔ اس کی صورت حال یہ تھی کہ مرزا تو کہتے ہیں کہ قبلہ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ یہ بات کلیم کے لیے بڑی حیرت کا باعث بنی اور تکلیف کا بھی۔ اس لیے کہ مرزا تو گھر سے نکلے اور کلیم مسجد میں جا بیٹھا۔ ایک طرف قبلہ صاحب کا خیال اس سے چلا اور کلیم کو معلوم تھا کہ قبلہ صاحب سے ملنا ہے۔ اس وقت تو اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر لوگ حیران تھے۔ اس لیے کلیم نے سوچا کہ یہ تماشا دیکھا جائے کہ دونوں طرف سے کیا ہوتا ہے۔ کلیم نے جان بچانے کے بجائے ہاتھ منہ دھونے کے لیے پانی مانگا اور تھوڑا سا آرام کر کے کہا کہ مجھے جانا ہے۔ اس کے علاوہ رات ہونے میں اس کے جوتے اور کپڑے لائے گئے۔ اس کے بعد مرزا کی طرف سے کوئی پیغام آیا کہ اس کے لیے آگے جانا مشکل ہو جائے گا۔ جس حال میں وہ تھا اس میں وہ خود چل کر آئے گا۔ مرزا ظاہر دار بیگ نے جب کہا کہ میں چلتا ہوں تو کلیم اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب دونوں چلے تو معلوم ہوا کہ مرزا نے اس سے سوال کیا کہ وہ اس سے واقف ہیں۔ مگر جواب میں کوئی صاف صاف جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا کہ میں پہچانتا ہوں اور پہچاننے کے بعد کلیم کے ساتھ ہو کر اس سے باہر آ گیا کہ وہ پہچان نہ سکتا تھا۔

عبارت نمبر 12 کلیم یہ سن کر بھاگا۔ ابھی گلی کی نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زینت نے "چچا چچا" کر کے جا لیا۔ یہ جو کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوقِ معرفت ثابت کیے تھے تو زینت کا خیال کر کے اس نے ایک بات کی اور جگہ جگہ تلاش کی۔ تو اس نے مرزا صاحب کے بیان سے اور کلیم سے اس کا حسب نسب پوچھا۔ مرزا کلیم کو بتانے میں جھجک تھی کہ چاہتا تھا اس کو بتاؤں مگر اس کی حالت ظاہری ایسی بری تھی کہ اس کو اس کی بات معلوم ہوتی تھی۔ تو اس نے اس کو کسی طرح یہ سمجھا کہ اس کو اس کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ اس کے بڑے بیٹے کا حال کیا ہے۔ جو اس نے بیان کیا ہے۔ شکل سے گھر کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کلیم تو ایک مشہور معروف آدمی ہے۔ آج شہر میں اس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمہاری یہ حیثیت کہ ننگے سر ننگے پاؤں بدن پر پھٹے پرانے کپڑے۔ مجھ کو باور نہیں ہوتا اس کو والد میں مجھ سے ملنا ہو ہی نہیں سکتا ان کے والد کو بلوا کر ان کے بیان کی تصدیق ہو۔

حوالہ: (i) سبق کا عنوان ─── مرزا ظاہر دار بیگ (ii) مصنف کا نام ─── ڈپٹی نذیر احمد

ہوئی باتوں میں چھپے فوائد اس پر اس ٹھوکر کے بعد ظاہر تو ہو گئے تھے۔ کاش وہ سب کچھ پہلے سمجھ لیتا اور ان نصیحتوں کو پلّے باندھتا جو اس کا باپ اسے کہہ رہا تھا۔ اسے زندگی کے حقائق سمجھانے کی کوشش میں تھا مگر کلیم اس وقت غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کے عجیب خمار میں تھا اس پر کوئی بات بھی اثر انداز نہ ہو سکتی تھی۔ اس عملی تجربے کے بعد ہی اسے نصیحتوں کی حقیقت سمجھ میں آئی ورنہ وہ نہ تو سمجھنا چاہتا تھا اور نہ ہی اس کی سمجھ میں اتنی طاقت تھی۔ کوتوال کی طرف سے دی گئی رعایت میں کلیم کے لیے آسانی تھی مگر یہ آسانی اس شکل کے بدلے میں تھی جسے خود کلیم نے اپنی ذات میں اپنی کوتاہی اور ضد کے بدلے میں شامل کیا تھا۔ انسان کو کسی بھی چیز کی قدر اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک اس سے وہ چیز دور نہ ہو جائے۔ بُرے وقت کی تکلیف کا احساس بھی اسی وقت انسان کو ہوتا ہے جب بُرا وقت اس کے اچھے وقت پر غالب آ کر اس کی حقیقت اس سے چھین لیتا ہے۔ کلیم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ عیش و عشرت، آرام و سکون جب اس سے چھین گیا تو پھر اس پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ بُرا وقت اپنے ساتھ کیا کیا مصائب لاتا ہے۔

حل مشقی سوالات

۱۔ درست جواب پر (✔) کا نشان لگائیں۔

(i) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو جس مسجد میں ٹھہرایا، وہ تھی:

(الف) آباد اور پُر رونق　(ب) کشادہ اور خوش گوار　(ج) تنگ و تاریک　(د) ویران اور وحشت ناک

(ii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو بتایا کہ آج اُن کی بیوی ہے شدید:

(الف) علیل　(ب) غصے میں　(ج) فکر مند　(د) دباؤ میں

(iii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کہا کہ آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہوتا ہے:

(الف) سخت غصہ کی بات　(ب) سخت تعجب کی بات　(ج) تشویش ناک بات　(د) سخت حیرت کی بات

(iv) مرزا ظاہر دار بیگ نے بھنے ہوئے چنے کلیم کو بتا کر کھلائے:

(الف) لذیذ پراٹھے　(ب) مزے دار مٹھائی　(ج) گھی کی تلی دال　(د) بیسنی روٹی

۶۔ درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔
واویلا مچنا، آنکھ لگنا، چکرا جانا، استغفار کرنا، تنبیہ پکڑنا، چمپت ہونا، دھوم ہونا، آنتوں کا قل ھواللہ پڑھنا

جواب:

محاورات	جملے
واویلا مچنا	کلیم کو دیکھتے ہی چور چور کا واویلا مچ گیا۔
آنکھ لگنا	رات کے آخری پہر کہیں جا کر کلیم کی آنکھ لگی۔
چکرا جانا	میں اس کی لچھے دار گفتگو سن کر چکرا جاتا ہوں۔
استغفار کرنا	اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔
تنبیہ پکڑنا	فیل ہونے کے بعد اس نے سستی سے تنبیہ پکڑ لی اور محنت کرنے لگا۔
چمپت ہونا	مرزا ظاہر دار بیگ ایک لمحے میں چمپت ہو گیا۔
دھوم ہونا	شہر میں کلیم کے کلام کی دھوم مچی ہوئی تھی۔
آنتوں کا قل ھواللہ پڑھنا	صبح سے کچھ نہ کھانے کی وجہ سے میری آنتیں قل ھواللہ پڑھ رہی تھیں۔

سرگرمیاں

- مختلف بچوں کو سبق میں آنے والے کرداروں خصوصاً اُردو زبان کے دو رسیا بچوں کو کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ کا کردار اور ایک مستعد بچے کو مرزا زبردست بیگ کا کردار دے کر یہ سبق مکالماتی انداز میں بلند آواز میں پڑھیں۔

جواب: عملی کام

- کلاس کے تمام بچے ''بڑوں کا احترام'' کے موضوع پر ایک مضمون لکھیں، جس کا مضمون اوّل آئے اسے چارٹ پر لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

(۷) نصوح مبتلا ہو جاتا ہے:
(ا) بخار میں (ب) ہیضہ میں (ج) تپ دق میں (د) جذام میں

(۸) نصوح کے بڑے بیٹے کا نام تھا:
(ا) نصوح (ب) کلیم (ج) شریف (د) محسن

(۹) اُردو کے پہلے ناول نگار ہیں:
(ا) غلام عباس (ب) ڈپٹی نذیر احمد (ج) خلیل الرحمٰن (د) شوکت محمود

(۱۰) ڈپٹی نذیر احمد نے کس سے متاثر ہو کر ناول لکھنے شروع کیے؟
(ا) امتیاز علی تاج (ب) غلام عباس (ج) پریم چند (د) کسی سے نہیں

(۱۱) ظاہر دار بیگ اپنے آپ کو بیٹا بتاتا تھا:
(ا) جمعدار صاحب کا (ب) بانکے میاں کا (ج) تحصیل دار کا (د) بڑھئی کا

(۱۲) ظاہر دار بیگ حقیقت میں بیٹا تھا:
(ا) جمعدار صاحب کا (ب) بانکے میاں کا (ج) تحصیل دار کا (د) بڑھئی کا

(۱۳) ظاہر دار بیگ رہتا تھا:
(ا) محل میں (ب) کچے مکان میں (ج) کوارٹر میں (د) جھونپڑی میں

(۱۴) کلیم، ظاہر دار بیگ کے گھر کس نیت سے آیا تھا؟
(ا) رات گزارنے (ب) وقت گزارنے (ج) کھیلنے (د) پڑھنے

(۱۵) ظاہر دار بیگ نے کلیم کو رکنے کا کہا:
(ا) [illegible] (ب) مسجد میں (ج) ڈرائنگ روم میں (د) صحن میں

(۳۹) ''دل فریب'' کا متضاد ہے

(ا) دل نشیں (ب) دل خراش (ج) دل دار (د) بے کار

(۴۰) ''طیش'' کا مترادف ہے:

(ا) غصہ (ب) خوش (ج) اداس (د) خوش حال

(۴۱) ''کثرت'' کا متضاد ہے:

(ا) بڑھوتری (ب) قلت (ج) زیادتی (د) قناعت

(۴۲) ''نشیمن'' کا مترادف ہے:

(ا) سڑک (ب) ٹھکانا (ج) قیام (د) سفر

جوابات

(۱) ۱۸۳۶ء (۲) ڈپٹی نذیر احمد (۳) ریئیز (۴) ڈپٹی نذیر احمد نے (۵) اصلاحی

(۶) توبۃ النصوح (۷) ہیضہ میں (۸) کلیم (۹) ڈپٹی نذیر احمد (۱۰) کسی سے نہیں

(۱۱) جمعدار صاحب کا (۱۲) بانکے میاں کا (۱۳) کچے مکان میں (۱۴) رات گزارنے (۱۵) مسجد میں

(۱۶) چگادڑیں (۱۷) بیٹ (۱۸) خفقان (۱۹) ازکر (۲۰) بھوک

(۲۱) ہمت والوں کا (۲۲) چھدامی کی دکان سے (۲۳) اپنی چرب زبانی کی بدولت (۲۴) میلا (۲۵) چنے

(۲۶) تکیہ اور دری کا (۲۷) اس کا حلیہ دیکھ کر (۲۸) خلفشار (۲۹) خرخش (۳۰) سخن سازی

(۳۱) اشتداد (۳۲) روزمرہ (۳۳) محاورہ (۳۴) دو (۳۵) ڈپٹی نذیر احمد کو

(۳۶) مافوق الفطرت (۳۷) ناول (۳۸) لطیف (۳۹) دل خراش (۴۰) غصہ

۶۔ نام دیو مالی

مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء ـــ ۱۹۶۱ء)

مصنف کا تعارف مولوی عبدالحق (بابائے اردو) کا تعلق ضلع میرٹھ (یوپی، انڈیا) کے ایک گاؤں ہاپوڑ سے ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی اس کے علاوہ سکول اور پھر کالج میں علی گڑھ چلے گئے۔ جہاں انھیں سر سید احمد خاں، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، نواب محسن الملک اور پروفیسر تھامس آرنلڈ جیسے اساتذہ کی صحبت میں صلاحیتوں سے مستفید ہونے کا موقع میسر آیا۔ ایک سکول سے حیدرآباد دکن میں باقاعدہ ملازمت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد صدر مہتمم تعلیمات تعینات ہو گئے۔ پھر اس ملازمت سے سبکدوشی کے بعد عثمانیہ کالج اورنگ آباد کے پرنسپل تعینات ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں آپ نے یہ عہدہ بھی چھوڑ دیا۔ ۱۹۱۲ء میں آپ "انجمن ترقی اردو" کے سیکرٹری بنے۔ آپ کے دور میں "انجمن ترقی اردو" نے ترقی کی۔ ۱۹۴۷ء میں انجمن ترقی اردو کا دفتر وہ کراچی لے آئے۔ اردو زبان سے مولوی صاحب کو عشق تھا۔ فروغ اردو زبان و ادب میں آپ شب و روز مصروف رہے۔ آپ نے اس سلسلے میں کراچی میں اردو آرٹس کالج، اردو کامرس کالج، اردو لا کالج اور اردو یونیورسٹی کے قیام میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے "اردو" اور "قومی زبان" کے نام سے رسالے جاری کیے۔ مولوی عبدالحق نے بہت لکھا اور خوب لکھا۔

وہ کہا کرتے تھے:

"میرا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور پڑھنا لکھنا، دوستی، تعلق، روپیہ پیسہ سب کچھ اردو کے لیے مخصوص ہے"۔

شاملِ نصاب خاکہ آپ کی کتاب "چند ہم عصر" سے لیا گیا ہے۔ آپ نے اپنی معروف کتاب میں ۲۲ ہم عصروں کے خاکے ترتیب دیے۔ "نام دیو مالی" ایک مخلص شخص کا خاکہ ہے جو اپنے کام سے عشق کرتا تھا اور پودوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۳۶

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

اس قدر کاٹا کہ آخر اس کی جان چلی گئی وہ سادہ طبیعت آدمی کبھی شراب نہیں پیتا تھا نہ لڑتا جھگڑتا تھا۔ مصنف اس کی موت کو شہادت قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے یہی پوچھے گا کہ اس نے اللہ کی مخلوق کو کیا فائدہ پہنچایا۔ وہ ذات کا ڈھیڑ اچھے اچھے شریفوں سے شریف تھا۔

مرکزی خیال نام دیو۔ مالی مقبرہ رابعہ دورانی کے باغ میں مالی تھا، ڈھیڑ ذات جسے نیچ ذات سمجھا جاتا ہے، اس سے تعلق تھا مگر اپنے کام سے بہت مخلص تھا۔ پودوں پیڑوں کو اپنی اولاد سمجھتا۔ دھوپ، چھاؤں، سردی، گرمی ہوا سے بس کام کی لگن تھی۔ قحط پڑا تو دور دور سے پانی لا کر پودوں کو سینچتا رہا۔ اس کی محنت اسے شاہی باغ لے گئی۔ جہاں شہد کی مکھیوں کے حملے میں وہ دم توڑ گیا مگر نیکی کی مثال قائم کر گیا۔ وہ ڈھیڑ ذات والا شریفوں سے شریف تھا۔

اہم عبارات کی تشریح

نوٹ: طلبہ وطالبات درج ذیل مثالی سیاق وسباق سبق کی تمام عبارات کی تشریح سے پہلے لکھیں۔

سیاق وسباق نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی باغ کا مالی تھا۔ وہ ہر ایک پودے کی دیکھ بھال کرتا اس کے قریب ہوتا جیسے اس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ پودوں کو اپنی اولاد سمجھتا ان کے پھلنے پھولنے سے وہ خوش اور ان کے بیمار ہونے سے پریشان ہوتا۔ وہ کام چور نہیں تھا، ایک سال قحط پڑا تو اس نے پودوں کے لیے پانی ڈھو ڈھو کر انھیں تازہ رکھا۔ پھر شاہی باغ جا کر بھی اس کے یہی معاملات رہے۔ اس نے کبھی اپنے کام کا صلہ یا تعریف کا تقاضا نہیں کیا تھا۔ وہ دوسرے مالیوں کی طرح نہ لڑتا جھگڑتا تھا اور نہ ہی شراب پیتا تھا، گرمی، سردی بس اپنے کام میں مصروف رہنا اس کا معمول تھا۔ ایک دن شہد کی مکھیوں کے حملے میں بھی وہ اپنے کام میں بے فکر ہو کر لگا رہا، مکھیوں نے اسے اس قدر کاٹا کہ وہ دم توڑ گیا۔ مگر وہ خلق خدا کے لیے فیض کا باعث تھا۔ وہ ذات کا ڈھیڑ بڑی ذات والوں سے بڑا تھا۔

عبارت نمبر 1 مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام، نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا۔ لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر

پیڑوں پر شادابی آتی وہ سرسبز ہوتے تو نام دیو مالی کے چہرے پر ایک ایسی خوشی ابھرتی جسے الفاظ کے پیرائے میں ڈھالنا سہل نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کے وہ اندرونی اور خالص جذبات ہوتے تھے جو اس کے باطن کی نمائندگی کرتے تھے۔ یہ تاثرات اس کے اندر پلنے والی اس محبت کا اظہار تھے جو اس کی اپنے پودوں کے لیے تھی۔ جس طرح ماں اپنے بچوں کو صحت مند توانا دیکھ کر راضی و خوش ہوتی ہے اور اس کے چہرے پر اطمینان و سکون کے جذبات ابھر کر اسے سکون بخشتے ہیں بالکل اسی طرح اس کے چہرے پر تاثرات ابھرتے جو اس کی پودوں سے محبت اور فطری لگن کا اظہار بن جاتے تھے۔

بقول برٹرینڈ رسل: ''مالی کو پودوں اور پھولوں کی نگہداشت سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے، یہ مسرت کی وہ قسم ہے جو ہر فن کار تخلیق کار کو حاصل ہوتی ہے۔''

عبارت نمبر 3 وہ ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے، پھولتے پھلتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا، ان کو توانا اور تاٹھا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑا فکر ہوتا۔ بازار سے دوائیں لاتا۔ باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسا سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا، اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان: نام دیو۔ مالی (ii) مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
چپکے چپکے	خاموشی سے	تاٹھا	صحت مند	داروغہ	نگران اعلیٰ
سیوا	خدمت	جتن	کوشش	پروان	ٹھیک، درست
پیڑ	درخت				

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف ایک مالی کی اپنے پیشے سے محبت کی لازوال کہانی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نام دیو۔ مالی اپنے پیشے سے

ہیں۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ ذرا بھی نگرانی میں ڈھیل ہوئی، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے یا بیڑی پینے لگے یا سائے میں جا لیٹے۔ عام طور پر انسان فطرتاً کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہم میں کچھ موروثی ہو گئی ہے لیکن نام دیو کو کبھی کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آئی۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں لگا رہتا۔ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ..... نام دیو مالی (ii) مصنف کا نام ..... مولوی عبدالحق

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کارگزار	کام کرنے والا	مستعد	تیار، ہوشیار	فطرتاً	قدرتاً
کاہل	سست	موروثی	وراثت میں ملا ہوا	دنیا و مافیا	دنیا اور اس میں جو کچھ موجود ہے، یہاں مراد ارد گرد
ستائش	تعریف	تمنا	آرزو، خواہش	صلہ	انعام

تشریح تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ انسان فطری طور پر سستی و کاہلی میں مبتلا رہتا ہے اور آرام طلبی کو پسند کرتا ہے۔ محنت کی عظمت سے ہر کوئی آگاہ ہے مگر محنت میں دیانت شامل کرنے سے ہر کوئی دامن بچاتا ہے۔ کوئی بھی کام ہو کسی بھی نوعیت کا ہو اس کام کو ادا کرنے والے لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا نام بھی ہو جائے، روپیا بھی مل جائے مگر وہ کام نہ کریں۔ یہ رویہ و مزاج ہر طبقے میں کسی نہ کسی صورت پایا جاتا ہے۔ باغ کے داروغہ کو بھی جن کا نام عبدالرحیم خاں قنیسی تھا اور وہ بھی بڑے محنتی انسان تھے اپنا کام مستعدی سے کرتے اور دوسروں کو بھی اس سلسلے میں مصروف رکھتے۔ لوگوں کو کھینچتے کہ اپنا کام کریں بعض اوقات ڈانٹنا بھی پڑتا اس لیے کہ وہ ایمان داری سے کام نہیں کرتے تھے۔

عبدالرحیم قنیسی صاحب ایک ایمان دار شخص ہونے کی وجہ سے اپنے کام کی ذمہ داری کو سنبھالنے کے اصولوں سے واقف تھے۔ اس سلسلے میں وہ مالیوں کو کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ کر بھی کام لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کبھی وہ تھوڑی سی ڈھیل دے دیتے تو باغ میں کام کرنے والے مالی اس نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سست و کاہل بن کر بیٹھ جاتے۔ آپس میں گفت گو کرتے ہوئے وقت کو ضائع کرنے لگتے۔ آرام و آسائش کی

تھا۔ کئی کئی نگران کار اور بیسیوں مالی اور مالی بھی کیسے، ٹوکیو سے جاپانی، تہران سے ایرانی اور شام سے شامی آئے تھے۔ ان کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی اُپج تھی۔ وہ شاہی باغ کو حقیقت میں شاہی باغ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں بھی نام دیو کا وہی رنگ تھا۔ اس نے فنِ باغبانی کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے پاس کوئی سند یا ڈپلومہ تھا۔ البتہ کام کی دُھن تھی۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان**...... نام دیو۔ مالی (ii) **مصنف کا نام**...... مولوی عبدالحق

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ویران	سنسان	ذوقِ باغبانی	باغ کی نگہبانی کرنے کا شوق	تفویض	سپرد کرنا، تسلیم
مسکن	رہنے کی جگہ، ٹھکانا	کمال	ہنر	وحشی	جنگلی
قدر دان	عزت کرنے والا	سرسبز و شاداب	ہرا بھرا، تروتازہ	جھاڑ جھنکار	الجھا ہوا، بکھرا ہوا
تہران	ایران کا دارالحکومت	ٹوکیو	جاپان کا دارالحکومت	شاہی باغ	بادشاہوں کا باغ
دُھن	لگن، شوق	اُپج	نرالا پن، جدّت	ٹھاٹ	شان
سند	ثبوت				

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کو اورنگ آباد کی خوش گوار آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال ذہن میں آیا تو انھوں نے یہ کام ڈاکٹر سیّد سراج الحسن (نواب سراج یار جنگ بہادر) جو کہ ناظمِ تعلیمات کے سپرد کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب باغبانی کا ذوق رکھتے تھے اور اس طرح کے کاموں میں ان کی ذاتی دل چسپی شامل رہتی تھی۔ اس کی بڑی مثال مقبرہ رابعہ دورانی کا باغ تھا جو بہترین مغلیہ ترتیب و تعمیر کا نمونہ تھا۔ اس سے قبل اگر دیکھا جاتا تو وہ باغ ویرانی کی تصویر تھا۔ جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ہر طرف جنگلی جانوروں کا بسیرا تھا اس لیے کہ ان کے لیے وہ ایک مثالی ماحول تھا۔ اس باغ کی تعمیر و ترتیب سے پہلے وہ جگہ وحشی جانوروں کا مسکن تھی۔ ایسے ویرانے کو اگر رونق دکھائی

کے درمیان رہتے رہتے وہ بہت نرم خو ہو گیا تھا۔ ہر شخص کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آتا اس سے کوئی عمر میں چھوٹا ہو یا اس سے بڑا ہو وہ ہر ایک کو تعظیم کے ساتھ جھک کر ملتا۔ اس جھکاؤ میں ہرگز کوئی غرض یا لالچ نہیں تھا۔ دنیا میں اکثر لوگ کسی سے جھک کر ملتے ہیں تو ان کے دل و دماغ میں کہیں نہ کہیں کوئی لالچ یا غرض پوشیدہ ہوتی ہے مگر نام دیو مالی کو قدرت نے کمال ہی تخلیق کیا تھا۔ نہ غرض نہ لالچ، نہ طمع نہ مطلب۔ صرف ایک ہی مقصد اس کے پیش نظر تھا کہ صاف نیت اور خلوص کے ساتھ دوسرں کا احترام کرے اور بے لوث محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اگرچہ وہ غریب تھا، اس کے مالی وسائل بہت کم تھے اور تنخواہ قلیل تھی مگر اس کے باوجود بھی وہ کسی امیر کی حیثیت پر نظر نہیں رکھتا تھا۔ کم تنخواہ ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے غریب بہن بھائیوں کی اپنی طاقت کے مطابق مدد کرتا تھا۔ اس کے دل میں کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ اپنی تھوڑی سی تنخواہ میں خود کیسے گزرا کرے گا۔ وہ اس کم تنخواہ کو بھی اپنے لیے شاید زیادہ سمجھتا تھا۔ دوسروں کی مدد کر کے اطمینان قلب حاصل کرتا تھا اور وہ اطمینان جو بڑے بڑے دولت مند حاصل نہیں کر پاتے وہ اس کے چہرے پر عام تھا۔ اسے کبھی روپے پیسے کی پریشانی میں مبتلا نہیں دیکھا تھا۔ ہاں پودوں پیڑوں کے لیے فکر مند رہتا تھا یا اپنے ہی طبقے کے غریبوں کے لیے پریشان ہوتا تھا۔ وہ اپنے کام کو اپنی مجبوری نہیں سمجھتا تھا۔ یہی اس کی شخصیت کی سب سے بڑی خوبی تھی کہ وہ بے بس اور لاچار ہو کر یا صرف اپنے پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے کام نہیں کرتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے اپنے کام سے عشق تھا۔ وہ اپنے کام کے سوا کچھ اور سوچتا ہی نہیں تھا۔ وہ ہر وقت کام میں مصروف رہتا اور اپنے کام کو عبادت سمجھتا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مگن تھا کہ اسے خبر نہ ہوئی کہ موت شہد کی مکھیوں کی صورت میں اس کے سر پر منڈلا رہی ہے سب اپنی جان بچا گئے اور وہ اپنے کام کے عشق میں مگن رہ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

عبارت نمبر 10 گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ وہ دن رات برابر کام کرتا رہا لیکن اسے کبھی خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسرے سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غرور نہ تھا۔ وہ یہ باتیں جانتا ہی نہ تھا۔ اسے کسی سے بیر تھا نہ جلاپا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام آتا، آدمیوں، جانوروں، پودوں کی خدمت کرتا لیکن اسے کبھی یہ احساس نہ ہوا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ نیکی اسی وقت تک نیکی ہے جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان...... نام دیو۔ مالی (ii) مصنف کا نام...... مولوی عبدالحق

حل مشقی سوالات

ا۔ سبق ''نامدیو۔مالی'' کے متن کے حوالے سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) نامدیو پودوں اور بیلوں کو سمجھتا تھا:
(الف) اپنا دوست (ب) اپنا دشمن (ج) اپنا محسن (د) اپنی اولاد

(ii) نامدیو کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ:
(الف) تلف ہوئے (ب) پروان چڑھے (ج) سوکھ کر رہ گئے (د) ویسے کے ویسے رہے

(iii) نامدیو بیجوں کا علاج کرتا تھا:
(الف) تعویذ گنڈوں سے (ب) ٹونے ٹوٹکوں سے (ج) جڑی بوٹیوں سے (د) دوا دارو سے

(iv) نامدیو کی موت واقع ہوئی:
(الف) دل کے عارضے سے (ب) ٹانگ ٹوٹنے سے (ج) درخت پر سے گرنے سے (د) شہد کی مکھیوں کی یورش سے

(v) ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی رکھی ہے:
(الف) استعداد (ب) خوبی (ج) صلاحیت (د) بڑائی

جوابات (i) (د) (ii) (ب) (iii) (ج) (iv) (د) (v) (ج)

۲۔ سبق ''نامدیو۔مالی'' کے متن کے مطابق سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) نامدیو۔مالی کا تعلق کس ذات سے تھا؟

جواب: نامدیو۔مالی کا تعلق ذخیرہ ذات سے تھا۔

(ب) نامدیو کو اپنے پودوں سے کس حد تک لگاؤ تھا؟

جواب: نامدیو کو اپنے پودوں سے اس حد تک لگاؤ تھا کہ وہ اپنے پودوں کو اولاد کی طرح سمجھتا تھا۔

بنیاد ہی پر معلوم ہوتی ہے، تاہم قواعد جاننے والوں نے اس کے کچھ قاعدے قانون بھی بنائے ہیں۔ ان میں سے غیر حقیقی اسموں کی تذکیر و تانیث کے چند اصول یہ ہیں:

- سوائے جمعرات کے تمام دنوں کے نام مذکر ہیں۔
- منٹ، گھنٹا، دن، مہینا، سال مذکر ہیں البتہ "رات" مونث ہے۔
- پہاڑوں، پتھروں اور ان کی تمام قسموں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں۔
- شہروں اور ملکوں کے نام مذکر ہیں۔
- تمام دریاؤں کے نام مذکر، البتہ ندیوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں۔
- تمام ستاروں اور سیاروں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں سوائے زمین کے۔
- تمام زبانوں اور نمازوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں سوائے جمعہ کے۔
- بول چال کی زبان میں ان الفاظ کو مذکر بولا جاتا ہے: بے ہوش، درد، نسخہ، پرہیز، عیش، فوٹو، اخبار، لالچ، تار، لفافہ، خط، ٹکٹ، کارڈ، مرض، مزاج، علاج، مرہم، ماضی، انتظار، کلام، ارتقا۔
- ان الفاظ کو مونث بولا جاتا ہے: زبان، دوا، بھوک، پیاس، ترازو، کرسی، راہ، گھاس، سرسوں، کیچڑ، پتنگ، سائیکل، چھت، دیوار، آواز۔

۵۔ درج ذیل اسما میں سے مذکر اور مونث الگ الگ کریں۔

مقبرہ	قوم	کھڑکی	بات	پیڑ	مہارت
باغ	مکان	پانی	سوگ	جڑی بوٹیاں	علاج
مالی	میز	پودا	جشن	شناخت	بارش

(۸) نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ کا تھا:

(ا) چوکی دار (ب) مالی (ج) افسر (د) ماشکی

(۹) نام دیو کی ذات تھی:

(ا) سیّد (ب) ڈھیڑ (ج) بٹ (د) کمبوہ

(۱۰) ڈھیڑ ذات خیال کی جاتی ہے:

(ا) اونچی (ب) نیچ (ج) اچھی (د) باعزت

(۱۱) سچائی، نیکی اور حُسن کسی کی نہیں:

(ا) دولت (ب) عزت (ج) میراث (د) جاگیر

(۱۲) نام دیو۔ مالی مڑ مڑ کر ہر رخ سے دیکھتا تھا:

(ا) پودوں کو (ب) کتابوں کو (ج) پانی کو (د) لوگوں کو

(۱۳) کام اُسی وقت ہوتا ہے جب اُسے کرنے میں آنے لگے:

(ا) لذت (ب) غصہ (ج) پسینہ (د) مزہ

(۱۴) بے مزہ کام، کام نہیں بلکہ ہے:

(ا) اُجرت (ب) مجبوری (ج) بیگار (د) غلامی

(۱۵) نام دیو۔ مالی کے بچے تھے:

(ا) ایک (ب) دو (ج) تین (د) کوئی بھی نہیں

(۱۶) نام دیو۔ مالی اپنی اولاد سمجھتا تھا:

(۴۰) تمام دنوں کے نام مذکر ہیں سوائے:

(ا) اتوار کے (ب) جمعہ کے (ج) جمعرات کے (د) بدھ کے

(۴۱) دن، مہینا، سال مذکر ہیں البتہ مؤنث ہے:

(ا) منٹ (ب) سیکنڈ (ج) رات (د) گھنٹا

(۴۲) پہاڑوں اور پتھروں کے تمام نام ہیں:

(ا) مؤنث (ب) مذکر (ج) متضاد (د) مذکر اور مونث دونوں

(۴۳) تمام زبانوں اور نمازوں کے نام بولے جاتے ہیں:

(ا) مذکر (ب) مؤنث (ج) متضاد (د) مترادف

(۴۴) درست مذکر الفاظ کی فہرست ہے:

(ا) بھوک، دوا، ترازو (ب) درد، دہی، نسخہ (ج) راوی، شلغم، جمعرات (د) دیوار، آواز، مزاج

(۴۵) مؤنث اسما کی فہرست ہے:

(ا) راوی، سندھ، جمعہ (ب) زبان، بھوک، پیاس (ج) مرہم، فونو، کرسی (د) راہ، گھاس، دن

(۴۶) تمام دریاؤں کے نام جنس کے لحاظ سے ہیں:

(ا) مؤنث (ب) مذکر (ج) اعلیٰ (د) اہم

(۴۷) ''بھولا بھالا'' کا متضاد ہے:

(ا) تیز (ب) شاطر (ج) نیک (د) بد

(۴۸) ''مفت'' کا متضاد ہے:

(ا) بے مول (ب) مول (ج) بے مزد (د) ان مول

جوابات

۷۔ آرام و سکون

امتیاز علی تاج (۱۹۰۰ء ـــــ ۱۹۷۰ء)

مصنف کا تعارف

امتیاز علی تاج کا تعلق لاہور سے ہے۔ اس لیے کہ ان کی پیدائش شہر لاہور میں ہوئی مگر ان کے والد جو کہ ایک اعلیٰ معیار کے مصنف اور مجلہ "تہذیبِ نسواں" کے بانی مدیر تھے، ان کا تعلق دیوبند ضلع سہارن پور (یوپی، انڈیا) سے تھا۔ امتیاز علی تاج نے سنٹرل ماڈل سکول لاہور سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ انھیں ابتدا ہی سے لکھنے لکھانے کا شوق تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی انھوں نے "کہکشاں" کے نام سے ایک رسالہ نکالا لیکن ان کا اصل میدان ڈراما نگاری تھا۔ وہ کالج کے ڈرامیٹک کلب کے سرگرم رکن تھے۔ ان کو اس فن سے اس قدر لگاؤ تھا کہ انھوں نے بائیس سال کی عمر میں "انارکلی" شاہکار ڈراما تخلیق کیا جو ڈراما نگاری کی تاریخ میں ایک منفرد ڈراما ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے بہت سے اور سٹیج ڈرامے لکھے۔ انگریزی اور فرانسیسی زبان کے ڈراموں کا بہت مہارت کے ساتھ اردو ترجمہ کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ڈرامے انھی کی تخلیق ہیں۔ امتیاز علی تاج ایک اچھے مزاح نگار بھی تھے۔ ان کی تخلیق کردہ مزاح نگاری میں ایک ڈرامائی کردار "چچا چھکن" بہت معروف ہوا۔ انھوں نے بچوں کے لیے کئی ڈرامے لکھے۔ شامل کتاب ڈراما "آرام و سکون" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۳۶

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
معائنہ	ملاحظہ، جانچ پڑتال	تاکید	اصرار	نصیب دشمناں	ایسا دشمنوں کے نصیب میں ہو
بحال	دوبارہ گدی پر بٹھانا	تکان	تھکاوٹ، تھکن	شور وغل	شور مچانا

فقیر کی صدا بھی بلند ہو جاتی ہے۔ بیوی کا شور، ہارمونیم کی آواز سب گھل مل کر عجیب صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ میاں تنگ آ جاتے ہیں اور اسی عالم میں اپنی بیوی سے ٹوپی اور شیروانی طلب کرتے ہیں۔ بیوی کے سوال پر بتاتے ہیں کہ دفتر جا رہا ہوں۔ بیوی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھتی ہیں کیوں؟ تو میاں جواب دیتے ہیں کہ آرام و سکون کے لیے۔

مرکزی خیال ڈراما ''آرام و سکون'' میں میاں اشفاق جو کہ مریض ہیں ڈاکٹر ان کا معائنہ کر کے کہتے ہیں کہ انھیں بے آرامی کی وجہ سے حرارت محسوس ہو رہی ہے۔ وہ آرام کرنے کے لیے گھر میں رکتے ہیں۔ لیکن بیوی کی مسلسل گفت گو میں انھیں آرام کا موقع میسر نہیں آتا۔ ملازم سے تکرار، بیوی کے سوالات، بچّے کا شور کرنا پھر اُس کا رونا، فون کی گھنٹی، سقا کا دروازہ کھٹکھٹانا، فقیر کی صدا اور ہم سایوں کا ہارمونیم بجانا اور بے سرے گیت۔ یہ سب وہ پریشانیاں تھیں جن سے تنگ آ کر وہ دفتر میں آرام و سکون کی تلاش میں جانے کی تیاری کرنے لگتا ہے۔

اہم عبارات کی تشریح

نوٹ: طلبہ و طالبات درج ذیل مثالی سیاق و سباق سبق کی تمام عبارات کی تشریح سے پہلے لکھیں۔

سیاق و سباق اشفاق صاحب جو ڈرامے کے مرکزی کردار ہیں دفتر میں کام کی زیادتی کی وجہ سے شدید ذہنی دباؤ کے باعث بیمار ہو جاتے ہیں معالج انھیں آرام کرنے کا مشورہ دیتے ہیں مگر بیوی ان کی بے آرامی کا سبب اس طرح بنتی ہیں کہ کبھی بچے کو ڈانٹتی ہیں، کبھی نوکر سے الجھتی ہیں، کبھی میاں سے بار بار سوالات کرتی ہیں۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بھی اور سقے کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ان کے لیے تکلیف کا ذریعہ بنتا ہے ہمسائے کے گھر سے موسیقی کی آواز اور فقیر کی صدا بھی انھیں بے چین کرتی ہے۔ انھیں آرام کی ضرورت ہے جو وہ تکلیف سے کراہتا ہے اور آخر کار اچکن پہن کر دفتر میں آرام و سکون کے لیے چلا جاتا ہے۔

عبارت نمبر 1 ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحب! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

(i) سبق کا عنوان: آرام و سکون (ii) مصنف کا نام: سید امتیاز علی تاج

تشریح [illegible]

عبارت نمبر 4 [illegible]

خاموشی کو ترس گیا تھا۔ بیوی اس کی کیفیت کو نہ تو سمجھ پا رہی تھی اور نہ ہی چپ ہو رہی تھی۔ پانی لانے والے نے دروازہ ایک بار کھٹکھٹایا تھا مگر بیوی نے اس کے بدلے میں شور برپا کر دیا تھا۔ ڈاکٹر کی تاکید کے جواب میں لمبی چوڑی تقاریر جھاڑی تھیں پھر وہ سقا سے مخاطب ہوئی کہ اچھی خاصی دوپہر ہو گئی ہے تم اب پانی لے کر آئے ہو کل سے اس وقت آ کر پانی لانے کی کوشش کی تو تمھیں نوکری سے نکال دوں گی۔ میں کئی بار پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہوں کہ صبح سویرے پانی پہنچانے والا کام کر دیا کرو مگر مجال ہے کہ کبھی کوئی اثر ہوا ہو۔ اسے یہ احساس کب ہوگا کہ کس وقت پر آتا ہے اور دروازے کو ایسے کھٹکھٹاتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ بیگم نے مسلسل اسی طرح کے جملے ادا کرنے جاری رکھے۔

عبارت نمبر 6 ارے ہاں۔ یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کھانے کے لیے کیا کیا چیزیں لکھ گئے ہیں۔ کہاں گیا ان کا لکھا ہوا کاغذ؟ اے لو یہ نیچے پڑا ہوا ہے۔ ابھی کہیں کوڑے میں چلا جاتا تو۔ ہوں۔ مالٹڈ ملک (Malted Milk) نارنگی کا رس، ساگو دانے کی کھیر، کیا تیار کرا دوں اس وقت کے لیے؟

جوابات (i) سبق کا عنوان آرام و سکون (ii) مصنف کا نام..... سید امتیاز علی تاج

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
چیزیں	اشیا	کوڑے	گندگی	مالٹڈ ملک	خشک دودھ اور شیرے کو ملا کر بنایا ہوا مشروب

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ میاں اشفاق کی بیگم جس نے ڈاکٹر صاحب کی، کی گئی تاکید کو خاص قسم کے الٹے انداز میں سمجھا تھا پھر اس نے ان کی کی گئی تاکید پر عمل کرنا حرام تصور کیا، ہر طرح کی گفت گو اس نے بلند آواز میں میاں اشفاق کے سرہانے کی۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اس نے بغیر تکرار کے کی ہو۔ اس کیفیت میں ذہنی دباؤ کے مریض کے لیے آرام کرنا کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ کبھی گھنٹی ڈھونڈنے پر واویلا کیا، کبھی سقا سے تکرار کی، کبھی بدو سے الجھی۔ غرض یہ کہ اس نے اپنی آواز سے ایک ایسا شور برپا رکھا جس نے ذہنی سکون کو برباد کر دیا اور میاں بستر پر لیٹا کراہتا رہا۔ اس کے سوالوں سے وہ اتنا اکتایا ہوا تھا کہ اس نے اسے کمرے سے جانے کا کہا اس پر بھی وہ سوالات کرنے لگی کہ اکیلے میں گھبرا تو نہیں جاؤ گے۔

لہجے میں غصہ اور الفاظ میں لڑ کھڑاہٹ تھی۔ اس کے جانے کے بعد میاں اشفاق جو شدید ذہنی دباؤ میں تھے اور تھکن کا شکار تھے (کراہتے ہیں) ان کی کراہ میں تکلیف کا احساس واضح ہے پھر وہ خاموش ہو جاتے ہیں لیکن یہ خاموشی زیادہ دیر برقرار نہیں رہتی اس لیے کہ ملازم کو ڈانٹ کر نکالنے کے بعد وہ اس خوش فہمی میں تھے کہ اب کچھ دیر سکون میسر آئے گا مگر اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور مسلسل بجتی رہتی ہے۔ وہ تکلیف کے عالم میں ادھر ادھر دیکھتے ہیں کسی غائبانہ مدد کے منتظر نظر آتے ہیں۔ بے آرام ہونے کی وجہ سے وہ عجیب سی تھکاوٹ میں مبتلا ہیں۔ بستر سے اٹھنا دشوار لگتا ہے اسی لیے لیٹے لیٹے اپنی بیوی کو پکارتے ہیں کہ کہاں چلی گئی ہو؟ کوئی تو آئے ٹیلی فون سن لے ان کے پکارنے کے باوجود بھی کوئی ردعمل نہیں آتا۔ آخر کار لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے وہ خود ہی بستر سے اٹھتے ہیں تاکہ فون اٹھا کر اس مسلسل بجتی ہوئی گھنٹی کا سدباب کر سکیں۔ پھر فون اٹھا کر بات کرتے ہیں تو کوئی خاتون فون پر ہوتی ہے جو ان کی بیگم سے بات کرنے کی خواہش مند ہے۔ میاں اشفاق اسے اپنا تعارف کراتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ ان کی بیوی ابھی کسی کام میں مصروف ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اس وقت کمرے میں میسر نہیں ہیں۔ دوسری طرف سے مسلسل زور دیا جاتا ہے کہ ان کی بات کروا دیں انھیں کسی طرح فون پر بلائیں۔ میاں اشفاق بھی مسلسل وضاحتیں دیتے رہتے ہیں اس کوشش میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ فون بند ہو جائے مگر فون پر موجود خاتون اپنا اصرار جاری رکھتی ہے۔ میاں صاحب بتاتے ہیں کہ یہاں کوئی نہیں جو انھیں بلا سکے اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے اس وقت فون پر آنا ممکن نہیں ہے۔ بیماری کے باعث وہ کمرے سے باہر نہیں جا سکتے۔ ان کی علالت اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ دوسری طرف سے یہ کہا گیا کہ آپ کا گلا بھی خراب ہے۔ میاں صاحب کو تھوڑا غصہ آتا ہے اور وہ کہتے ہیں ضروری نہیں کہ ان کا گلا بھی خراب ہو آپ اتنی سی بات کو سمجھ لیں اور اس وقت بات کروانا ممکن نہیں ہے۔ پھر وہ تھوڑا مزید غصے میں آتے ہیں اور دوسری طرف موجود فون پر خاتون سے کہتے ہیں کہ وہ پھر کسی وقت فون کر لیں یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ سے عرض کیا ہے کہ اس وقت انھیں نہیں بلوایا جا سکتا وہ خود بیمار پڑے ہیں بیماری کی اس حالت میں نہ وہ باہر جا سکتے ہیں نہ آواز لگا سکتے ہیں۔ وہ عالم بے بسی میں ہیں بیماری انھیں اس بات کی اجازت نہیں دے رہی کہ وہ ان کے کہنے پر عمل کر سکیں اور اپنی بیوی کو یہاں بلا کر ان سے بات کروا سکیں۔ ایسا کہتے ہوئے وہ زور سے فون بند کر دیتے ہیں اس انداز کا یہ مطلب ہے کہ وہ فون پر پریشان نہ کریں دوبارہ فون کرنے کی زحمت نہ کریں پھر غصے میں خود ہی بڑبڑانے بھی لگتے ہیں کہ بدتمیز، بے ادب اور بد لحاظ خاتون تھی۔ بقول صدا انبالوی:

حل مشقی سوالات

حروفِ علت: وہ حروف ہیں جو کسی بات کی علت، وجہ یا سبب کو ظاہر کریں، جیسے: کیوں کہ، اس لیے، بدیں وجہ، بایں وجہ، بدیں سبب، تا کہ، اس لیے کہ، تا، چناں چہ، اس واسطے، اسی باعث کہ، لہٰذا وغیرہ۔

حروفِ شرط و جزا: وہ حروف جو شرط کے موقع پر بولے جائیں، حروفِ شرط کہلاتے ہیں۔ حروفِ شرط کے بعد دوسرے جملے میں جو حروف لائے جاتے ہیں انھیں حروفِ جزا کہتے ہیں۔ مثلاً: اگر وہ محنت کرتا تو کامیاب ہو جاتا۔ جب وہ آیا تب میں گیا۔ ان جملوں میں "اگر" اور "جب" حروفِ شرط اور "تو" اور "تب" حروفِ جزا ہیں۔

حروفِ اضراب: وہ حروف ہیں جو ایک چیز کو روگردانی کر کے یا ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ یہ تربوز بڑا ہی نہیں بلکہ میٹھا بھی ہے۔ ان دونوں مثالوں میں "بلکہ" حرفِ ضرب ہے۔

حروفِ تردید: وہ حروف ہیں جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: غریب ہو یا امیر، اچھا ہو یا کہ بُرا، خواہ یہ لو خواہ وہ لو، چاہے رہیں، چاہے چلے جائیں وغیرہ۔ جملوں میں "یا کہ، خواہ، چاہے" حروفِ تردید ہیں۔

حرفِ بیان: وہ حرف جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیا جائے اور وہ حرف "کہ" ہے۔ مثلاً: جب استاد نے شاگرد سے کہا کہ سبق پڑھو۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ محنت سے کام لو۔ وغیرہ۔

۴۔ مندرجہ ذیل حروف کی اقسام کی تعریف بیان کریں اور دو دو مثالیں دیں۔

(الف) حروفِ استفہام (ب) حروفِ تشبیہ (ج) حروفِ شرط و جزا (د) حرفِ بیان (ہ) حروفِ تردید

جواب: (الف) حروفِ استفہام: وہ حروف ہیں جو کچھ پوچھنے یا سوال کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً کیا، کیوں، کب، کون، کیسا، کس لیے، کس طرح، کتنا، کیوں کر، کس قدر، کہاں وغیرہ۔

مثالیں: کیا تم نے نماز پڑھی؟

احمد: السلام علیکم! سر۔

رومان: السلام علیکم! سر۔

استاد: وعلیکم السلام بچو! کیسے ہو؟

احمد: سر ٹھیک ہیں، اللہ کا شکر ہے۔

استاد: اور رومان تمھارا کیا حال ہے؟

رومان: میں بھی ٹھیک ہوں سر۔

استاد: تم لوگ موٹر سائیکل پر سکول آتے ہو؟

رومان: جی سر۔

استاد: میرے بچو! احتیاط سے بائیک چلایا کرو۔

احمد: جی سر۔

استاد: بائیک آہستہ چلایا کرو اور ٹریفک کے قوانین کا احترام کیا کرو۔

رومان: سر ہم کوشش کرتے ہیں کہ ٹریفک قوانین کا احترام کریں۔

استاد: تمھارا لائسنس بنا ہوا ہے؟

احمد: جی سر لرننگ لائسنس میرا بنا ہے۔

استاد: شاباش بیٹا! مہذب شہری بننے کے لیے ضروری ہے کہ قوانین کا احترام کیا جائے۔

احمد: جی سر! میرے والد صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ ٹریفک قوانین کا احترام کرو۔

استاد: جی بیٹا! اس کے بہت سے فوائد ہیں۔

رومان: مثلاً (اور ان سے سوالیہ انداز میں پوچھا)

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب پر (✔) لگائیں۔

(۱) اُردو کے کامیاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں نمایاں نام ہے:
(ا) امتیاز علی تاج (ب) غلام عباس (ج) پریم چند (د) مولوی عبدالحق

(۲) امتیاز علی تاج کی جائے ولادت ہے:
(ا) کراچی (ب) لاہور (ج) کوئٹہ (د) دہلی

(۳) امتیاز علی تاج کی پیدائش کا سن ہے:
(ا) ۱۹۰۰ء (ب) ۱۹۱۰ء (ج) ۱۹۲۰ء (د) ۱۹۳۰ء

(۴) امتیاز علی تاج نے ادبی رسالہ نکالا تھا:
(ا) مسلمہ (ب) فیملی میگزین (ج) کہکشاں (د) اُردو ڈائجسٹ

(۵) امتیاز علی تاج نے ۲۲ سال کی عمر میں ڈراما لکھا:
(ا) آرام و سکون (ب) انار کلی (ج) پنچایت (د) لیو اور قالین

(۶) امتیاز علی تاج نے کس زبان کے ڈراموں کا اُردو میں ترجمہ کیا؟
(ا) پنجابی (ب) انگریزی اور فرانسیسی (ج) ترکی (د) پشتو

(۷) امتیاز علی تاج کے ڈرامے کا ایک مزاحیہ کردار ہے:
(ا) چچا چھکن (ب) شیخ چلی (ج) ججو گنجو (د) بانکے میاں

(۸) امتیاز علی تاج کی وفات ہوئی:
(ا) [illegible] (ب) [illegible] (ج) ۱۹۸۰ء (د) ۱۹۹۰ء

(۳۴) وہ حروف جو کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مشابہ یا مانند قرار دینے کے لیے استعمال ہوں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ اضافت (ج) حروفِ تشبیہ (د) حروفِ عطف

(۳۵) حروفِ تشبیہ کی مثالوں کی درست فہرست ہے:
(ا) ہو بہو، مانند، جیسا (ب) کا، کی، کے (ج) میں، نے، پر (د) کب، کہاں، کون

(۳۶) وہ حروف جو کسی بات کی وجہ یا سبب کو ظاہر کریں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ اضافت (ج) حروفِ علّت (د) حروفِ عطف

(۳۷) حروفِ علّت کی مثالوں کی درست فہرست ہے:
(ا) اس لیے، وجہ، لہٰذا (ب) کا، کی، کے (ج) میں، نے، پر (د) کیا، کیوں، کہاں

(۳۸) وہ حروف جو شرط کے موقع پر بولے جائیں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ اضافت (ج) حروفِ شرط (د) حروفِ عطف

(۳۹) حروفِ شرط کی فہرست ہے:
(ا) کیا، کیوں (ب) و، اور (ج) اگر، جب (د) تو، تب

(۴۰) وہ حروف جو ایک چیز کو روگردانی کر کے یا ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ اور ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دے، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ اضافت (ج) حروفِ علّت (د) حروفِ اضراب

(۴۱) حروفِ اضراب کی مثال ہے:
(ا) جیسا (ب) مانند (ج) اگر (د) بلکہ

(۴۲) وہ حروف جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ اضافت (ج) حروفِ تردید (د) حروفِ عطف

۱۱۔ حروفِ جار کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو اسما اور افعال کو آپس میں ملائیں ''حروفِ جار'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: میں، سے، پر، تک، ساتھ، اوپر وغیرہ۔

۱۲۔ حروفِ اضافت کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو اسموں کے باہمی تعلق کو ظاہر کریں، ''حروفِ اضافت'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: کا، کی، کے وغیرہ۔

۱۳۔ حروفِ عطف کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو اسموں کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتے ہیں ''حروفِ عطف'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: ''وَ'' اور ''اور''۔ ان کو مرکب الفاظ میں اس طرح ظاہر کیا جاتا ہے: زمین و آسمان، بچّوں اور بوڑھوں۔

۱۴۔ حروفِ استفہام کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو کچھ پوچھنے یا سوال کرنے کے لیے استعمال ہوں، ''حروفِ استفہام'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: کیا، کیوں، کیسے، کب، کہاں وغیرہ۔

۱۵۔ حروفِ تشبیہ کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مشابہ یا مانند قرار دینے کے لیے استعمال ہوں ''حروفِ تشبیہ'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: جیسا، ہو بہو، مانند وغیرہ۔

۱۶۔ حروفِ علّت کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو کسی بات کی وجہ یا سبب کو ظاہر کریں ''حروفِ علّت'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: سبب، بنا بریں، اس لیے وغیرہ۔

۱۷۔ حروفِ شرط و جزا کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو شرط کے موقع پر بولے جائیں ''حروفِ شرط'' کہلاتے ہیں۔ حروفِ شرط کے بعد دوسرے جملے میں جو حروف لائے جاتے ہیں، انھیں ''حروفِ جزا'' کہتے ہیں۔ جیسے: اگر وہ محنت کرتا تو کامیاب ہو جاتا۔ جب وہ آیا تب میں گیا۔ ان جملوں میں ''اگر'' اور ''جب'' ''حروفِ شرط'' ہیں جب کہ ''تو'' اور ''تب'' ''حروفِ جزا'' ہیں۔

۱۸۔ حروفِ اضراب کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ حروف جو ایک چیز کو روگردانی کر کے یا ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ اور ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دے، ''حروفِ اضراب'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: وہ انسان نہیں

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۶۰

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ٹیکچر باز حکیموں	وہ حکیم جو لیکچر دے کر چیزیں بیچیں	جم غفیروں	ہجوم	نقب	لگانا، گاڑنا
مسخ	خراب ہو جانا، پرانی ہو جانا	بلاشبہ	بے شک	سنیاسیوں	ہندومت میں وہ شخص جو دنیا سے الگ تھلگ رہے
چوکھٹے	آئینے یا تصویر کا فریم	ظروف	برتن	تعویذ گنڈے بیچنے والے	تعویذ دینے والے فقیر
تراشا	بنایا ہوا، گھڑا ہوا	طول	لمبائی	جراحی کے آلات	وہ آلات جن سے آپریشن کیا جاتا ہے
حرص	لالچ	نفاست	خوب صورتی	اوجھل	پیچھے، پردے میں، آڑ میں
منسوخ	کالعدم	مہارت	چھوٹ ملنا	نقص	خامیاں
مصرف	استعمال	بے عیب	بغیر عیب کے	کندہ	کھدا ہوا، نقش کیا ہوا، لکھا ہوا

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۶۱

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ولولہ	جوش	سنگ تراش	پتھر تراشنے والا	بے مصرف	جس کا استعمال نہ ہو، بے استعمال
چابک دستی	مہارت	خوش نما	خوب صورت	سعی لاحاصل	کوشش جس کا کوئی فائدہ نہ ہو
حجاب	شرم و حیا	بھانپ لیں	جان لیں	جلی حروف	بڑے بڑے حروف
دل کش	دل لبھانے والا	گاڑھے	گہرے	مسلط	قابض
قفل	تالا، بندش	کوٹھری	چھوٹا کمرہ، گودام	دھیرے دھیرے	آہستہ آہستہ

لگ گئے گھر میں آمدنی کچھ بہتر ہوگئی۔ اپنی کفایت شعار بیوی کی وجہ سے اس نے اپنے بچوں کی شادیاں دھوم دھام سے کردیں۔ پنشن لیتے تین برس گزر چکے تھے، ایک رات اسے ٹھنڈ لگ گئی، چار دن بستر پر پڑا رہنے کے بعد وہ مرگیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے کتبہ دیکھا تو اُسے سنگ تراش کے پاس لے جا کر اس میں تھوڑی سے ترمیم کرائی اور اسی شام اپنے باپ کی قبر پر نصب کردیا۔

مرکزی خیال شریف حسین درجہ دوم کا کلرک تھا۔ وہ مہینے کے صرف ابتدائی دو چار دن تانگے پر دفتر جاتا تھا، باقی دنوں میں پیسے نہ بچتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ روز اس کے پاس پیسے اس لیے بچ رہے کہ اس کی بیوی بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی۔ وہ گھومتا پھرتا تو خوب رہا مگر کھانے پینے میں کنجوسی کرتا رہا۔ ایک روز جامع مسجد کے ساتھ لگنے والے بازار میں چلا گیا۔ اسے ایک کتبہ خریدنا پڑ گیا وہ کتبہ گھر لایا تو سوچا اس کا مصرف صدر دروازے پر ہے۔ اس نے کئی خواب سجا لیے۔ پھر وہ اتفاقی طور پر کچھ ماہ کے لیے ہیڈ کلرک بھی بنا مگر بعد میں واپس اپنی جگہ پر کام کرنا پڑا۔ بچے پڑھ لکھ گئے، بیٹی کی شادی ہوگئی مگر شریف حسین چارپائی سے جا لگا۔ کتبہ بھی زرد پڑ گیا۔ شریف حسین کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے کو کتبہ ملا تو وہ باپ کا نام دیکھ کر رونے لگا۔ سنگ تراش کے پاس لے جا کر اس میں ترمیم کروائی اور کتبہ شریف حسین کی قبر پر لگا دیا۔

اہم عبارات کی تشریح

نوٹ: طلبہ وطالبات درج ذیل مثالی سیاق وسباق سبق کی تمام عبارات کی تشریح سے پہلے لکھیں۔

سیاق وسباق شہر سے کچھ فاصلے پر عمارتوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا جہاں تقریباً چار ہزار آدمی کام کرتے تھے۔ گرمی میں درختوں کے سائے بڑھ جاتے تھے مگر زمین تپتی رہتی تھی۔ شریف حسین صرف مہینے کے ابتدائی چار، پانچ دنوں میں تانگے پر سفر کرتا تھا مگر اس بار تنخواہ کچھ بچ گئی تھی اس لیے کہ بیوی بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی۔ زندگی بے فکر ہوگئی تھی۔ وہ گھومتا پھرتا رہتا جس دفتر میں وہ کام کرتا تھا وہاں ہر عمر کے کلرک تھے۔ شریف حسین ایک دن شہر کی جامع مسجد کی طرف چل پڑا۔ وہاں پرانے سامان کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ وہاں اسے سنگِ مرمر کا ایک ٹکڑا اچھا لگا۔ اسے کباڑی سے خریدنا پڑ گیا۔ پھر اسے سنگِ مرمر کے ٹکڑے کا مصرف سمجھ میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر بڑا مقام دے دے تو وہ اسے دروازے پر اپنا نام کندہ کروا کر لگائے گا۔ سنگ تراش سے اس نے اپنا نام کھدوالیا۔ وہ اتفاقی طور پر ہیڈ کلرک کے چھٹی پر جانے کے بعد ہیڈ کلرک بن گیا مگر یہ خوشی چند دن بعد ختم ہوگئی۔ پھر کام

عبارت نمبر 3 گھر لوٹتے ہوئے آدھے راستے تک تانگے میں سوار ہو کر جانا ایک ایسا لُطف تھا جو اسے مہینے کے شروع کے صرف چار پانچ روز ہی ملا کرتا تھا اور آج کا دن بھی انھی مبارک دنوں میں سے ایک تھا۔ آج خلافِ معمول تنخواہ کے آٹھ روز بعد اس کی جیب میں پانچ روپے کا نوٹ اور کچھ آنے پیسے پڑے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی مہینے کے شروع ہی میں بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی اور گھر میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ دن میں دفتر کے حلوائی سے دو چار پوریاں لے کر کھائی تھیں اور اوپر سے پانی پی کر پیٹ بھر لیا تھا۔ رات کو شہر کے کسی سستے سے ہوٹل میں جانے کی ٹھہرائی تھی۔ بس بے فکری ہی بے فکری تھی۔ گھر میں کچھ ایسا اثاثہ تھا نہیں جس کی رکھوالی کرنی پڑتی، اس لیے وہ آزاد تھا کہ جب چاہے گھر جائے اور چاہے تو ساری رات سڑکوں پر گھومتا رہے۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان...... کتبہ (ii) مصنف کا نام...... غلام عباس

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
سامان، سرمایہ	اثاثہ	پریشانی نہ ہونا	بے فکری	تنہا	اکیلا

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ شریف حسین کی زندگی عجیب طرز کی تھی، وہ ہمیشہ محنت کرتا تھا مگر اس کی قسمت اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی یا اس طرح کہہ لیں کہ مہنگائی نے اس کی غربت کو اپنے پاس باندی بنا لیا تھا وہ اس قید سے نکلنے کی کوشش بھی کرتا تو کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ جب گھر لوٹتا تھا تو آدھے راستے تانگہ پر بیٹھ کر جاتا اس کی زندگی کی سب سے بڑی عیش تھی۔ یہ خوشی اور لطف وہ صرف مہینے کے ابتدائی دو چار روز ہی اٹھاتا تھا اور آج کا دن بھی اس کے لیے اسی طرح کا متبرک تھا کہ اس کے پاس تانگے پر سواری کرنے کے پیسے موجود تھے۔ اس کو تنخواہ ملے ہوئے آٹھ روز گزر گئے تھے مگر اس کے پاس پیسے ختم نہ ہوئے تھے بلکہ اس کی جیب میں پانچ روپے کا نوٹ اور کچھ آنے پیسے پڑے تھے۔ یہ اس کی زندگی کا معمول نہیں تھا بلکہ اس کے لیے غیر معمولی تھا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی بچوں کو لے کر میکے گئی ہوئی تھی اور یہ مہینے کے ابتدائی دنوں کا واقعہ تھا وہ گھر میں بالکل اکیلا رہ گیا تھا۔ سادہ صفت شریف حسین کسی طرح کے زائد اخراجات اُٹھانے کے قابل نہیں تھا۔ اس لیے کہ ضروریات کو پورا

عبارت نمبر 5 بعض منچلے تانگے، سائیکل اور چھاتے سے بے نیاز، ٹوپی ہاتھ میں، کوٹ کاندھے پر، گریبان کھلا ہوا جسے بٹن ٹوٹ جانے پر انھوں نے سیفٹی پن سے بند کرنے کی کوشش کی تھی اور جس کے نیچے سے چھاتی کے گھنے بال پسینے میں تربتر نظر آتے تھے، نئے رنگروٹ سستے، سِلے سلائے ڈھیلے ڈھالے بدقطع سوٹ پہنے اس گرمی کے عالم میں واسکٹ اور نکٹائی کالر تک سے لیس، کوٹ کی بالائی جیب میں دو دو تین تین فونٹین پین اور پنسلیں لگائے خراماں خراماں چلے آ رہے تھے۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان**..... کتبہ (ii) **مصنف کا نام**..... غلام عباس

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
منچلے	بے باک / باہمت / رنگین طبع / شوقین مزاج	بے نیاز	بے پروا / جو کسی کا محتاج نہ ہو	رنگروٹ	بھرتی ہونے والا نیا سپاہی
بالائی	اوپر والی	خراماں خراماں	آہستہ آہستہ چلتے ہوئے		

تشریح تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ کلرکوں کی ان ٹولیوں میں جو چھٹی کے وقت دفتر سے برآمد ہو رہی تھیں، جہاں ان میں چشمہ، گھڑی لگائے، چھاتا تانے توندوں والے موجود تھے، وہیں کچھ ان سے بالکل مختلف ایسے بھی لوگ تھے جنھیں کسی قسم کی کوئی فکر یا پریشانی سورج کے تپتے ہوئے مزاج اور موسم کی شدت سے نہ تھی۔ وہ منچلے موسم سے بے نیاز تھے۔ ایسا لگتا تھا انھیں ان سب باتوں سے کسی قسم کا کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ نہ انھیں چھاتے ہی کی طلب تھی، نہ وہ تانگے ہی پر بیٹھنے کے خواہش مند دکھائی دیتے تھے اور نہ ہی وہ کسی سائیکل وغیرہ پر سوار تھے بلکہ ان تمام اشیا سے وہ مکمل طور پر بے نیاز نظر آ رہے تھے۔ ان کے انداز میں ایک عجیب سی بے فکری تھی جیسے یہ سب کچھ انھیں غیر ضروری اور غیر اہم محسوس ہو رہا تھا۔ وہ عالمِ بے نیازی میں ٹوپی ہاتھ میں لے کر گھوم رہے تھے جب کہ کوٹ کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔ ایسا ظاہر کرنے میں محو تھے جیسے کوئی غیر معمولی یا شدید موسم نہیں ہے۔ گریبان کھلا ہے تو بھی اس کی فکر سے وہ آزاد ہیں۔ بٹن ٹوٹنے پر بعض نے سیفٹی پن لگا کر اسے بند کرنے کی کوشش بھی کر رکھی تھی۔ ان کے حلیے اور چال ڈھال میں بے فکری و بے نیازی نمایاں تھی۔ وہ کام یاب انداز میں خود کو ہر فکر سے آزاد اور بے نیاز ظاہر کرنے میں مصروف تھے۔ بقول اثر صہبائی:

تشریح: تشریح طلب عبارت میں مصنف نے کلرکوں کی دفتری زندگی کی حقیقتوں کو نہایت باریک بینی اور طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ وہ کلرک جو چھٹی کے وقت نولیوں کی صورت دفتر سے باہر آ رہے تھے۔ ان میں ہر وضع قطع کے لوگ تھے اور ہر عمر کے لوگ تھے۔ بعض ایسے کم عمر بھی تھے جن کی معصومیت ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ یہ بات بھی ظاہر ہو رہی تھی کہ یہ ناتجربہ کار بھی ہیں۔ اس لیے کہ عمر کے جس حصے میں وہ تھے وہاں تجربہ کاری کہاں سے آسکتی تھی مگر یہ بات بھی درست ہے کہ تجربہ عملی کاموں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ ظاہری حلیے کے لحاظ سے ابھی ان کی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں۔ ابھی وہ کچی عمر کے تھے، ان کی عمر سے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ انھوں نے حال ہی میں سکول کو خیر باد کہا ہے اور سکول سے ان کا تعلق ختم ہوئے ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے ہوں گے۔ اس لیے ان کی طبیعت میں ابھی وہ پختہ پن نہیں تھا جیسا کہ ان عمر رسیدہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار لوگوں کی شخصیت میں نظر آ رہا تھا۔ ان کے چہرے پر وقت کی سنجیدگی پختہ عمری کی صورت میں ظاہر تھی، چہرے کی جھریوں میں برسوں کی ریاضتوں کا عکس تھا۔ ناک پر رکھی ہوئی عینک ان کی کمزور بینائی کے متعلق تو وضاحت کر رہی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ سالہا سال کے تجربات کا اظہار بھی اس میں موجود تھا۔ ان کا تجرباتی چہرہ ان نوعمر لوگوں سے یہ کہنے میں مصروف نظر آتا تھا کہ ہم نے سالہا سال اس جدوجہد میں گزارے ہیں کہ شاید زندگی آسان ہو جائے اور کوئی ایسا راستہ میسر آئے جو منزلوں کو قریب کر دے وہ ان نوعمر اور ناتجربہ کار لوگوں کو خاموش انداز میں ہی سمجھانے میں مبتلا تھے۔ بقول قتیل شفائی:

؎ لے میرے تجربوں سے سبق اے مرے رقیب　　دو چار سال عمر میں تجھ سے بڑا ہوں میں

کئی سال عینک ناک پر سجانے کی وجہ سے گہرا نشان ان کی آنکھ اور ناک کے قریب ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ نشان بھی اس بات کی علامت تھا کہ انھوں نے کس قدر یکسوئی، توجہ اور محنت سے یہ تجربہ حاصل کیا ہوگا کہ اب وہ صرف فائلوں ہی سے واقف نہیں تھے بلکہ راستوں سے بھی ان کی پہچان بہت گہری ہو گئی تھی۔ وہ سڑک کے اتار چڑھاؤ سے بھی آگاہ تھے اس لیے کہ زندگی کے پچیس، تیس سال سے وہ اس سڑک پر چلتے پھرتے رہے تھے انھی راستوں سے آنا اور جانا ان کا معمول تھا۔ یہیں سے گزرتے گزرتے ان کی جوانی ماند پڑ گئی تھی اور بڑھاپا پروان چڑھنے لگا تھا راستے انھیں اور وہ راستوں کو پہچاننے لگے تھے۔ بقول عزیز:

؎ یہ ذرّے مجھے پہچاننے لگے ہیں　　سارے راستے مجھے جاننے لگے ہیں

زیادہ تر کام کرنے والوں کے حلیے عمر کی وجہ سے تبدیل ہو چکے تھے ان کی کمر تھوڑی سی جھک گئی تھی، سارے وجود میں ایک خم سا آ گیا تھا جس

عبارت نمبر 9 شریف حسین لیکچر باز حکیموں، سنیاسیوں، تعویذ گنڈے بیچنے والے سیانوں اور کھڑے کھڑے تصویر اتار دینے والے فوٹو گرافروں کے جمگھٹوں کے پاس ایک ایک دو دو منٹ رکتا، سیر دیکھتا اُس طرف جا نکلا جہاں کباڑیوں کی دُکانیں تھیں۔ یہاں اُسے مختلف قسم کی بے شمار چیزیں نظر آئیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو اپنی اصلی حالت میں بلاشبہ صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہوں گی مگر ان کباڑیوں کے ہاتھ پڑتے پڑتے یا تو ان کی صورت اس قدر مسخ ہو گئی تھی کہ پہچانی ہی نہ جاتی تھی یا اُن کا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا، جس سے وہ بے کار ہو گئی تھیں۔ چینی کے ظروف اور گل دان، ٹیبل لیمپ، گھڑیاں، جلی ہوئی بیڑیاں، چوکھٹے، گراموفون کے کل پرزے، جراحی کے آلات، ستار، بھس بھرا ہرن، پیتل کے لم ڈھینگ، بدھ کا نیم قد مجسمہ ......

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ...... کتبہ (ii) مصنف کا نام ...... غلام عباس

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لیکچر باز	خطبہ دینے والا	جمگھٹوں	ہجوم	جراحی کے آلات	سرجری کے اوزار
سنیاسیوں	جڑی بوٹیوں کے ماہر	مسخ	شکل یا حلیے کا بگاڑ	پیتل کے لم ڈھینگ	پیتل کا ایک خوب صورت ٹانگوں والا پرندہ
فوٹو گرافروں	تصاویر اتارنے والا	ظروف	برتن	بدھ کا نیم قد مجسمہ	بدھ مت کا آدھا مجسمہ

تشریح تشریح طلب عبارت میں مصنف بیان کرتے ہیں کہ شریف حسین جو درجہ دوم کا کلرک تھا اس کے بیوی بچے گھر پر نہیں تھے۔ اس لیے کہ اس کی بیوی انھیں لے کر میکے گئی ہوئی تھی، خوش قسمتی سے یہ مہینے کی ابتدائی تاریخیں تھیں اس لیے اس کے پاس کچھ پیسے تھے اور کچھ گھر میں اخراجات میں کمی کی وجہ سے بچ گئے تھے وہ سستا سا کھانا کھا لیتا تھا مگر رات دیر تک گھومتا پھرتا۔ آزادی کا احساس اسے اطمینان بخش رہا تھا۔ اسی لیے وہ تانگے میں بیٹھ کر شہر کے دروازے کے قریب تانگہ رُکنے پر اترا تانگے والے کو اِکنّی ادا کرنے کے بعد وہ گھر جانے کی بجائے جامع مسجد کی طرف چل پڑا جہاں سیڑھیوں کے ساتھ پرانی اور سستی چیزوں کا بازار سجتا تھا۔ شریف حسین ان سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا جہاں کی رونق بڑی دل کش اور دل فریب تھی اس صورت حال سے لطف اٹھانے کے لیے شریف حسین وہاں موجود لیکچر باز حکیموں کے پاس رُکتا ان کی خود ساختہ منطق سنتا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ

سہی تو کم از کم وہ ہیڈ کلرک ہی بن جائے۔ اس ترقی سے اس کے مالی حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔ پھر اسے مشترکہ مکان میں رہنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ وہ خود کوئی چھوٹا سا مکان لے سکے گا اور پھر اس سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کروا کے اپنے مکان کے باہر لگوائے گا۔ جب اس پر جلی حروف میں اس کا نام شریف حسین لکھا ہوگا تو وہ کتنا خوب صورت منظر ہوگا۔ بس اسی خیال نے اس کے دل کی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی۔ ترقی کے خیالات جو مدت ہوئی ٹھنڈے پڑ چکے تھے اس خیال سے پھر جاگ اٹھے۔ اب وہ دن رات انھی خیالوں میں مگن رہنے لگا۔ گویا اس کتبہ نے شریف حسین کی زندگی میں حرکت پیدا کر دی تھی۔ مستقبل کی ان خیالی تصاویر نے اس کے ذہن کو اس طرح حصار میں لے لیا کہ جس پتھر کے حسین ٹکڑے کو وہ بے کار سمجھ رہا تھا وہ اسے کار آمد لگنے لگا اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ برسوں سے اسی کی تلاش میں تھا اگر وہ اس پتھر کے ٹکڑے کو نہ خریدتا تو یہ اس کی بڑی خطا ہوتی۔

عبارت نمبر 11 شروع شروع میں جب وہ ملازم ہوا تھا تو اس کا کام کرنے کا جوش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر دو سال کی سعیٔ لاحاصل کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور مزاج میں سکون آ چلا تھا۔ مگر سنگِ مرمر کے ٹکڑے نے پھر اس کے خیالوں میں ہلچل ڈال دی۔ مستقبل کے متعلق طرح طرح کے خوش آئندہ خیالات ہر روز اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر جاتے، دفتر سے آتے، کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام کے بورڈ دیکھ کر۔ یہاں تک کہ جب مہینا ختم ہوا اور اسے تنخواہ ملی تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو شہر کے ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا جس نے بہت چابک دستی سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کونوں میں چھوٹی چھوٹی خوش نما بیلیں بنا دیں۔ اس سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کھدا ہوا دیکھ کر اسے ایک عجیب سی خوشی ہوئی۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام اس قدر جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

حوالۂ متن (i) سبق کا عنوان: کتبہ (ii) مصنف کا نام: غلام عباس

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
[illegible]	جوش	سعیٔ لاحاصل	ناکام کوشش	رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ

نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس خوش کن کیفیت پر اس کا دماغ چکرانے لگا۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر وقت اس کے دماغ میں سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو لے کر طرح طرح کے خیالات آتے اور وہ ان خیالات میں الجھا ہوا خود کو بہتر سے بھی بہترین محسوس کر رہا تھا۔ وہ جب دفتر کے راستے پر ہوتا تو بھی اس قسم کے خیالات اس کا محاصرہ کیے رکھتے اور جب وہ دفتر سے واپس گھر کے لیے نکلتا تو اس کے راستے میں کئی چھوٹے بڑے گھر آتے۔ ان میں کئی گھروں پر خاص طور پر بڑی بڑی کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام کے بورڈ لگے ہوتے تو اس کے اندر مچلنے والی خواہشات اور بھی زیادہ بے قرار اور بے چین ہو جاتیں۔ جس چیز کو خریدتے ہوئے اس نے اپنے لیے بے مصرف و بے معنی تصور کیا تھا وہی چیز اس کی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن گئی تھی یا کم از کم اس کی سوچ میں پھر سے وہی خیالات ابھر آئے تھے جو ترقی سے جڑے ہوئے تھے۔ اس بات نے اس کی سوچ پر اتنا اثر ڈالا کہ جب مہینا ختم ہوا اور اسے تنخواہ میسر آئی تو اس نے تنخواہ میں سے پیسے نکال کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس پتھر کو لے کر ایک سنگ تراش کے پاس پہنچا جو شہر کا ایک معروف سنگ تراش تھا۔ اسے سنگِ مرمر کا ٹکڑا دے کر اپنا مقصد بتایا وہ جو اپنے کام میں بہت مہارت رکھتا تھا اس نے اپنے ہنر کا خوب مظاہرہ کیا اور سنگِ مرمر پر شریف حسین کا نام کندہ کر کے اس کے اردگرد پھولوں کی خوب صورت بیلیں بنا دیں۔ بے مصرف چیز کو قابلِ مصرف بنا دیا۔ نہایت خوب صورت انداز میں اس نے اس پر نام کندہ کر دیا تھا کہ شریف حسین دیکھ کر عالمِ مسرت میں آ گیا۔ ماہر سنگ تراش نے اپنا ہنر دکھا کر سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اس کا نام درج کر کے پتھر کے ٹکڑے کو کتبہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس طرح اپنا نام کھدا دیکھ کر شریف حسین کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس لیے کہ اس نے پہلی بار اپنی ذات میں ایک ایسا فخر محسوس کیا تھا جو آج سے پہلے اسے کبھی میسر نہ آیا تھا۔ اس خوشی کو وہ کسی صورت بھی کھونے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے کہ ایک عرصے کے بعد اس کی سوچ میں پھر سے وہی خواب و خیال ابھر آئے تھے جنھیں اس نے اپنی کوششوں کو بے ثمر سمجھ کر وقت کی ایک ایسی تجوری میں رکھا تھا جس کی چابی اس سے کھو گئی تھی۔ اچانک وہ کھوئی ہوئی چابی اسے مل گئی تھی تو اسے ایسا لگ رہا تھا کہ خزانہ بھی اسے میسر آ گیا تھا۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا جب اسے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اس کی کی ہوئی کوششیں اپنا اثر دکھانے لگی ہیں اور ایک ایسا تاثر اس کے ذہن میں قائم ہونے لگا تھا کہ شاید اس کا وقت بدل جائے اس پتھر پر اپنا نام کندہ دیکھ کر اسے لگنے لگا تھا کہ جس طرح بڑے بڑے گھروں کے باہر لوگوں کے ناموں کے کتبے لگے ہوتے ہیں اور اس کی شناخت کا اعلان کرتے ہیں اسی طرح اس کے گھر کے باہر بھی اس کے نام کا کتبہ لگے گا جو اس کی پہچان بن جائے گا اس کی ایک

گھر کی تنہائی ان حالات میں اس کے لیے خاص رحمت بن گئی تھی اس لیے کہ نہ کوئی سوال پوچھنے والا تھا نہ کسی کو جواب دینے کی ضرورت تھی۔ ایک بے فکری زندگی، خوابوں اور خیالوں سے بھری ہوئی زندگی اپنے خیالات کے علاوہ کچھ اور سوچنے کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ ہی فرصت۔ یوں تو بیوی بچوں کے بغیر اُسے گھر کا اکیلا پن ستاتا تھا مگر اس بار اس کے پاس مصروف رہنے کی ایک وجہ تھی۔ یہ وجہ وہ پتھر کا ٹکڑا تھا جو اس نے کباڑے سے خریدا۔ اب جو اسے زندگی کا مقصد لگنے لگا تھا۔ جب خواب وخیال انسان کی سوچ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں تو انسان کو بھی ان میں گم رہنا اچھا لگتا ہے۔ اس لیے کہ سب کچھ انسان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس احساس کا خمار اس قدر دل کش ہوتا ہے کہ انسان اس خمار سے نکلنا ہی نہیں چاہتا۔ شریف حسین بھی اپنے بنے ہوئے اس جال کو توڑنے پر راضی نہیں تھا۔ وہ بیوی بچوں کی عدم موجودگی میں اپنے خود ساختہ خیالات میں مصروف تھا۔ اُسے کسی سے ملنے یا بات کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ وہ دوستوں سے اس دوران نہ تو ملا اور نہ ہی کوشش کی۔ وہ کسی قسم کی تفریح میں شریک نہ ہوا۔ یہ سارے کھیل تماشے اسے بے کار لگ رہے تھے۔ اسے لگتا تھا کہ اس قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لے کر وہ اپنا وقت ضائع کرے گا۔ اس کے معمولات اس طرح کے بنے ہوئے تھے کہ رات کو وہ ہوٹل پر کھانا کھانے جاتا۔ سستا سا کھانا کھا کر وہ سیدھا گھر کی طرف لوٹ آتا۔ شاید اس نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اس وقت کو ضائع نہیں ہونے دے گا جن پر اس کے خوابوں خیالوں کا حق ہے۔ وہ جلد گھر لوٹتا اور پھر اپنی خیالی دُنیا کا دروازہ کھول کر حقیقی دُنیا کے دروازے بند کر دیتا۔ وہ عجیب عجیب سے خواب دیکھتا اور خیال سوچتا، یہ سب اس کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا تھا۔ اس لیے کہ ان خوابوں خیالوں کے پیچھے اس کی خواہشات موجود تھیں جنھیں ضروریات کی گرد نے کہیں گم کر دیا تھا مگر اب وہ گرد اُس کے خیالات نے ہٹا دی تھی۔ اس لیے اس طرح کی سوچیں سوچنا اسے بھلا لگنے لگا تھا۔ یہ سب خیالات جن کی دنیا اس نے بسائی تھی ان کا سحر اس وقت ٹوٹ گیا جب بیوی بچے واپس لوٹ آئے ان کی واپسی کے ساتھ ہی گھر کی خاموشی میں ہنگامہ مچ گیا۔ خواب دیکھنے اور سوچنے کا ماحول یکسر بدل گیا تھا اس لیے کہ ان کی آمد کے ساتھ ہی اس کے معمولاتِ زندگی پھر بدل گئے۔ اب نہ فرصت تھی نہ ہی فراغت کہ وہ خوش ذائقہ خیالات سے اپنی سوچ کو تر وتازہ کر سکتا۔

عبارت نمبر 15 کتبہ سال بھر تک اسی بے کواڑ کی الماری میں پڑا رہا۔ اس عرصے میں اس نے نہایت محنت سے کام کیا۔ اپنے افسروں کو خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کی مگر اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اب اس کے بیٹے کی عمر چار برس کی ہو گئی تھی اور اس کا ہاتھ اس بے کواڑ کی الماری تک بخوبی پہنچ جاتا تھا۔ شریف حسین نے اس خیال سے کہ کہیں اس کا بیٹا کتبے کو گرا نہ دے، اُسے وہاں سے اٹھا لیا اور اپنے صندوق میں کپڑوں کے

طرح کی خواہشات کرنے سے روک دیا تھا۔ جب اُسے ملازمت کرتے ہوئے بارہ برس گزر گئے اور آہستہ آہستہ زندگی ایک عجیب سی نا اُمیدی کا شکار ہو گئی تھی جس کے خلاف وہ احتجاج بھی نہیں کر سکتا تھا مگر اس خاموش احتجاج کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ ترقی کرنے کا جوش و خروش اس کی سوچ سے نکل گیا تھا۔ اب کتبہ اسے یاد بھی نہیں رہا تھا جسے حاصل کر کے اس نے کئی خواب سجائے تھے اور خیالوں ہی خیالوں میں زندگی کے ان راستوں کو دیکھا تھا جن پر حقیقت میں وہ کبھی گامزن نہیں ہو سکا تھا۔ پھر ایک روز ایسا ہوا کہ افسروں نے اس کی دیانت داری، محنت اور پرانی کارگزاریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اُسے ایک ایسی عزت دی جس کے خواب وہ پہلے دیکھ چکا تھا۔ مگر اب عرصہ گزر گیا تھا کہ وہ اب ان خوابوں خیالوں سے الگ ہو چکا تھا، اُسے تین مہینوں کے لیے عارضی طور پر درجۂ اوّل کے کلرک کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا، ایک شخص جو چھٹی پر جانا چاہتا تھا یہ تعیناتی اس کی وجہ سے تھی۔

عبارت نمبر 17 یہ زمانہ اس کے لیے بہت کٹھن تھا کیوں کہ وہ اپنے افسروں کو اپنی برتر کارگزاری دکھانے کے لیے چھٹی پر گئے ہوئے کلرک سے دُگنا کام کرتا۔ اپنے ماتحتوں کو خوش رکھنے کے لیے بہت سا اُن کا کام بھی کر دیتا۔ گھر پر آدھی رات تک فائلوں میں غرق رہتا۔ پھر بھی وہ خوش تھا۔ ہاں جب کبھی اُسے اُس کلرک کی واپسی کا خیال آتا تو اس کا دل بجھ سا جاتا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا، ممکن ہے وہ اپنی چھٹی کی معیاد بڑھوا لے۔۔۔ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے۔۔۔ ممکن ہے وہ کبھی نہ آئے۔۔۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان.....کتبہ (ii) مصنف کا نام.....غلام عباس

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کٹھن	مشکل	برتر	بہتر/اچھی
غرق	ڈوبا ہوا، مصروف	معیاد	مدت، عرصہ

تشریح تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ شریف حسین اپنے مستقبل سے مایوس ہو گیا تھا۔ اس نے وہ تمام حسین خواب دیکھنے چھوڑ دیے جو مستقبل سے جڑے ہوئے تھے۔ اسے سمجھ آ گئی تھی کہ زندگی خوابوں خیالوں کی تکمیل کے لیے ناکافی ہے۔ وہ درجہ دوم کا کلرک تھا، درجہ دوم کا ہی

جیت گئے اور شریف حسین اپنی ہاری ہوئی امیدوں کو ناامیدی کا کفن پہنا کر اپنی نشست پر واپس آ گیا۔ بکھرے ہوئے خواب اور منتشر خیال کو مایوسی کے ویران سایوں میں سمیٹ کر وہ خوش کیسے رہ سکتا تھا اس لیے اس کے بعد جو دن گزرے ان میں سوائے اداسی کے اور کچھ نہیں تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں رہتا تو شاید اتنا اداس نہ ہوتا کچھ دن کی خوش حالی نے اسے بدحالی کا مطلب سمجھا دیا تھا پہلے وہ خوش حالی سے ناواقف تھا اس لیے بحالی میں راضی تھا۔ اب اس منظر کے بعد جو منظر نامہ سامنے تھا اس میں اسے اپنی حالت زیادہ ابتر اور خراب محسوس ہو رہی تھی۔ اب اس کا دل اپنے کام میں نہ لگتا تھا۔ اس کیفیت نے اسے مزاجاً کاہل اور سست بنا دیا تھا اب اس کی حرکات و سکنات میں سستی نمایاں تھی ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے آپ سے، اپنے کام سے یا پھر زندگی سے اکتا گیا ہے۔ ایک عجیب سی چپ اس نے سادھ لی تھی نہ چہرے پر بشاشت تھی، نہ ہونٹوں پر ہنسی، نہ کسی سے بات چیت کرتا تھا اور نہ کسی طرح کی گفت گو میں حصہ لیتا تھا مگر یہ کیفیت زیادہ دیر اس کی شخصیت پر ٹھہر نہ سکی بلکہ چند دن بعد ہی اُسے اپنے اس رویے کو بدلنے کی ضرورت پیش آئی۔ افسروں کے مزاج اور رویوں نے اسے سیدھے راستے پر آنے کے لیے مجبور کر دیا اور وہ واپس اپنی دنیا میں مگن ہو گیا۔

عبارت نمبر 19 اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بدولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں نے دبانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چارپائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔ جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جاڑے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا۔ پچھلے پہر کی سرد اور تند ہوا تیر کی طرح اس کے سینے میں جا لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہوا۔ وہ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان ...... کتبہ (ii) مصنف کا نام ...... غلام عباس

ذکر شدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

بیدار ہوئی۔ وہ اس کتبہ کو لے کر اگلے ہی روز ایک سنگ تراش کے پاس گیا اس لکھی ہوئی عبارت میں اس نے تھوڑی سی ترمیم کرائی۔ مرحوم کا اضافہ کیا اور اس کتبہ کو اپنے باپ کی قبر پر لگا دیا۔ گھر کے دروازے پر کتبہ لگانے کا خواب لیے شریف حسین اپنے اصل گھر میں پہنچا تو اس کے نام کا کتبہ اس کے اصل گھر کی زینت بن گیا۔ اس طرح اس کی قبر جو کہ اس کا اصل تھی وہاں یہ کتبہ نصب ہوا تو زندگی کے اُدھورے خواب مٹی کے گھر میں تکمیل کو پہنچ گئے۔

حل مشقی سوالات

ا۔ درست جواب پر (✔) کا نشان لگائیں۔

(i) شریف حسین کو تانگے میں سوار ہونے کا لطف ملتا تھا:
(الف) مہینے کے آخری روز (ب) مہینے کے ابتدائی روز (ج) مہینے کے وسط میں (د) مہینا بھر

(ii) شریف حسین کی جیب میں کچھ رقم اس لیے تھی کہ:
(الف) اس نے بچت کی تھی (ب) اسے تنخواہ دیر سے ملی تھی
(ج) کہیں سے قرض مل گیا تھا (د) اس کے بیوی اور بچے میکے گئے ہوئے تھے

(iii) کلرکوں میں لوگ شامل تھے:
(الف) نئے بھرتی ہونے والے (ب) ادھیڑ عمر (ج) عمر رسیدہ (د) ہر عمر کے

(iv) شریف حسین کے خیال میں سنگِ مرمر کے ٹکڑے کا مصرف تھا کہ:
(الف) کسی کو تحفہ دیا جائے (ب) صدر دروازے پر لگایا جائے (ج) مطالعے کی میز پر رکھا جائے (د) منڈیر پر سجا دیا جائے

(v) شریف حسین کی موت کے بعد سنگِ مرمر کا ٹکڑا:
(الف) یوں ہی گھر میں پڑا رہا (ب) کہیں گم ہو گیا (ج) بیچ دیا گیا (د) اس کی قبر کا کتبہ بنا

جوابات: (i) (ب) (ii) (د) (iii) (د) (iv) (ب) (v) (د)

۴۔ سبق "کتبہ" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست بیان کے آگے (✓) اور غلط کے آگے (✗) کا نشان لگائیں۔

(الف) دفتروں میں کئی چھوٹے بڑے افسر ہیں جن میں کچھ بہت زیادہ کام کرتے ہیں۔	✗
(ب) شریف حسین ترقی کر کے جلد ہی بڑے عہدے تک پہنچ گئے۔	✗
(ج) شریف حسین نے وہ سل کاریگر کو دے دی۔	✗
(د) ان دفتروں میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔	✓
(ہ) سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو وہ ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا۔	✗
(و) وہ ان بچوں پر گھر کی طرح محبت کرتے تھے۔	✓

۵۔ سبق "کتبہ" کے متن کے حوالے سے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) "وہ بیچارے بلا تکلف غیر زبان میں باتیں کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔"

جواب: یہ جملہ دفتر کے کلرکوں کے بارے میں ہے۔ افسر انگریز ہوتے تھے۔ ان میں زیادہ تر کلرکوں کی مادری زبان ایک ہی تھی مگر وہ بیچارے بلا تکلف غیر زبان میں باتیں کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غیر زبان پر قدرت حاصل ہونے پر ان میں باتیں کرنے پر آسانی ہوتی تھی۔ یہ ان کی ملازمت میں ان کو اپنے افسروں سے غیر زبان میں بات کرنی ہوتی تھی۔ اس وقت وہ بات چیت کرتے ہوئے کچھ سمجھے جاتے تھے۔

(ب) "دنیا بھر کی قومیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ یہاں ملتے تھے۔"

جواب: افسانہ نگار نے یہ جملہ جامع مسجد کے گرد پھیلے ہوئے بازار کے بارے میں کہا ہے کہ شام کے وقت مسجد کے آس پاس استعمال شدہ چیزیں بیچنے والے اپنی اپنی دکانیں سجا لیتے ہیں اور ہر طرح کے لوگ خرید و فروخت کی غرض سے چلے آتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو صرف سیر کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے۔ ان میں ہر رنگ اور نسل کے لوگ موجود ہوا کرتے تھے۔

(۷) اُردو افسانوی ادب میں کلاسیک کا درجہ رکھتے ہیں:

(ا) غلام عباس (ب) پریم چند (ج) ڈپٹی نذیر احمد (د) الطاف حسین حالی

(۸) "Friends, not Masters" کس کی کتاب ہے؟

(ا) غلام عباس کی (ب) صدر ایوب خان کی (ج) پرویز مشرف کی (د) بے نظیر بھٹو کی

(۹) غلام عباس نے کس کی کتاب کا اُردو ترجمہ کیا؟

(ا) سر سیّد احمد خاں کی (ب) صدر ایوب خان کی (ج) مولانا حالیؔ کی (د) امتیاز علی تاج کی

(۱۰) "گوندنی والا تکیہ" کس کا ناولٹ ہے؟

(ا) مولوی عبدالحق (ب) پریم چند (ج) غلام عباس (د) فرحت شوکت

(۱۱) سبق "کتبہ" صنف کے اعتبار سے کیا ہے؟

(ا) ڈراما (ب) افسانہ (ج) کہانی (د) ناول

(۱۲) افسانہ "کتبہ" غلام عباس کے افسانوں کے مجموعے سے مستعار لیا گیا ہے:

(ا) آنندی (ب) دھنک (ج) جاڑے کی چاندنی (د) کن رس

(۱۳) شریف حسین پیشے کے اعتبار سے تھا:

(ا) معلم (ب) کلرک (ج) درزی (د) مصور

(۱۴) شریف حسین مہینے کے کن دنوں میں تانگے پر بیٹھ کر دفتر سے واپس آتا؟

(ا) شروع کے صرف چار پانچ روز (ب) دو روز (ج) پندرہ روز (د) بیس روز

(۱۵) کلرکوں میں شامل تھے:

(ا) بوڑھے (ب) جوان (ج) ہر عمر کے لوگ (د) ادھیڑ عمر

(۴۲) ''ترمیم'' کا مطلب ہے: (ا) غلط (ب) اصلاح (ج) اضافہ (د) اہم

(۴۳) قصے یا حکایت کی قدیم قسم ہے: (ا) افسانہ (ب) داستان (ج) مکالمہ (د) ناول

(۴۴) ''داستان'' کا مترادف ہے: (ا) افسانہ (ب) کہانی (ج) مضمون (د) ڈراما

(۴۵) ''ناول'' کے معنی ہیں: (ا) پرانا (ب) قدیم (ج) نیا یا انوکھا (د) حکایت

(۴۶) ناول میں جو قصہ بیان کیا جاتا ہے، وہ ہوتا ہے: (ا) طویل (ب) مختصر (ج) جدید (د) پرانا

(۴۷) اُردو ادب میں جو صنف مغرب سے آئی ہے، وہ ہے: (ا) افسانہ (ب) داستان (ج) ناول (د) حکایت

(۴۸) ایک مختصر تحریر کا نام ہے: (ا) افسانہ (ب) ناول (ج) کہانی (د) حکایت

(۴۹) اُردو کا پہلا افسانہ نگار ہے: (ا) امتیاز علی تاج (ب) ڈپٹی نذیر احمد (ج) غلام عباس (د) منشی پریم چند

(۵۰) ''ڈراما'' کس زبان کا لفظ ہے؟ (ا) اُردو (ب) انگریزی (ج) فارسی (د) ترکی

(۵۱) ڈراما کا مطلب ہے: (ا) نقل کرنا (ب) بہانے بنانا (ج) عمل کر کے دکھانا (د) لکھنا

(۵۲) وہ نثری صنف جس میں کرداروں کو حرکات و سکنات اور مکالموں کے ذریعے سٹیج پر پیش کیا جائے، کہلاتی ہے:
(ا) افسانہ (ب) ناول (ج) کہانی (د) ڈراما

(۵۳) المیہ ڈراموں میں صورتِ حال ہوتی ہے: (ا) الم ناک (ب) مزاحیہ (ج) خوش گوار (د) طربیہ

(۵۴) ڈراما جس میں خوش گوار ماحول کی عکاسی کی جاتی ہے، کہلاتا ہے: (ا) خوف ناک (ب) مزاحیہ (ج) خوش گوار (د) طربیہ

(۵۵) درست اعراب والا لفظ ہے: (ا) گُتھیاں (ب) گُتھِیاں (ج) گِتھیاں (د) گَتھیاں

۱۵۔ دفتر کے رنگ ڈھنگ سے شریف حسین نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟

جواب: دفتر کے رنگ ڈھنگ سے شریف حسین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ترقی ایک لطیفۂ غیبی سے نصیب ہوتی ہے۔ کڑی محنت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۱۶۔ شریف حسین کی قبر پر جو کتبہ لگایا گیا وہ کون سا تھا؟

جواب: یہ وہی سنگِ مرمر کا ٹکڑا تھا جسے شریف حسین اپنے گھر کے باہر لگوانا چاہتا تھا۔

۱۷۔ اصنافِ نثر کے نام لکھیں۔

جواب: داستان، ناول، افسانہ، سیرت نگاری، ڈراما، خاکہ، سفرنامہ، خودنوشت، سوانح عمری، مکتوب نگاری اور مضمون نویسی۔

۱۸۔ داستان سے کیا مراد ہے؟

جواب: داستان قصے یا حکایت کی قدیم قسم ہے۔ ان کا مترادف لفظ کہانی ہے۔

۱۹۔ ناول کیا ہے؟

جواب: ناول میں حقیقتِ حال بیان کی جاتی ہے۔ ناول میں جو قصہ بیان کیا جاتا ہے وہ طویل ہوتا ہے۔

۲۰۔ اُردُو کے پہلے ناول نگار کون ہیں؟

جواب: اُردُو کے پہلے ناول نگار ''ڈپٹی نذیر احمد'' ہیں۔

۲۱۔ افسانہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: افسانہ ایک مختصر تحریر کا نام ہے جس میں کسی کردار یا واقعے کی ایک جھلک دکھائی جاتی ہے، انگریزی میں افسانے کو شارٹ سٹوری کہتے ہیں۔

۲۲۔ اُردُو کے پہلے افسانہ نگار کون ہیں؟

جواب: اُردُو کے پہلے افسانہ نگار ''منشی پریم چند'' ہیں۔

۲۳۔ ڈراما کسے کہتے ہیں؟

جواب: ڈراما ادب کی نثری قسم ہے جس میں ایک مکمل کہانی ہوتی ہے جسے کرداروں کی حرکات وسکنات اور مکالموں کے ذریعے سٹیج پر پیش کیا جاتا ہے۔

خلاصہ حساب کے چار قاعدے ہیں جمع، تفریق، ضرب، تقسیم۔ جمع کے قاعدے پر عمل کرنا مشکل کام ہے۔ خاص طور پر مہنگائی کے اضافے میں سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ عام لوگوں کے لیے ۱+۱ برابر ہے۔ $\frac{1}{2}$ کیوں کہ $\frac{1}{2}$ انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔ عبارت میں ۱+۱ کا مطلب ۱۱ ہے اور اگر رشوت میں اس قاعدے کو دیکھا جائے تو اس میں حاصل جمع زیادہ سے زیادہ آنا چاہیے۔ زبانی جمع خرچ ملک کے مسائل حل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تفریق کا مطلب ہے فرق پیدا کرنا۔ کبھی ذات کی بنیاد پر کبھی قبائل کی بنیاد پر اور کبھی مذہبی بنیاد پر ایک دوسرے کو منہا کرنے میں ہم سب مصروف ہیں۔ بعض کو ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے بعض کو فتوے دے کر، سادہ الفاظ میں یوں سمجھ لیں جو لوگ زیادہ جمع کرتے ہیں وہی تفریق کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔

حساب کا تیسرا قاعدہ ضرب ہے اس کی کئی اقسام ہیں۔ ضرب خفیف، ضرب شدید، ضرب کاری، پتھر کی ضرب، لاٹھی کی ضرب، بندوق کی ضرب لیکن علامہ اقبالؒ کی کتاب "ضرب کلیم" ان سے الگ ہے۔ آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصل ضرب بھی آدمی ہی آتا ہے لیکن اس کے لیے لازمی نہیں کہ آدمی زندہ ہو، ضرب کے قاعدے کو استعمال کرنے سے پہلے "تعزیرات پاکستان" پڑھ لینی چاہیے۔

چوتھا قاعدہ تقسیم ہے یہ اس حساب سے بہت ضروری قاعدہ کہ اس میں سب سے زیادہ جھگڑے ہوتے ہیں۔ ہر چیز کو مل بانٹ کر کھانا خواہ وہ رشوت ہی ہو یا اختیارات کو استعمال کر کے مرضی سے تقسیم کرنا، حقوق اپنے پاس رکھ لیں فرائض دوسروں میں تقسیم کر دیں۔ اس کے علاوہ ابتدائی الجبرا بھی ریاضی میں استعمال ہوتا ہے اور جبراً طالب علموں کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں "لا" بہت اہم ہے۔ جس کے معنی "کچھ نہیں" کے ہیں۔ یہ شہروں سے پہلے لگ جائے تو دل چسپ وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ ہٹ جائے تو معنی نہیں بنتا جیسے لاہور، لاڑکانہ سے پہلے لا ہٹا دیں تو یہ بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جیومیٹری لکیروں کا کھیل ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ علمائے جیومیٹری لکیر کے فقیر ہیں۔ اسی لیے اب تک زاویہ قائمہ ۹۰ درجے کا ہے اور مثلث کے اندرونی زاویوں کا مجموعہ ۱۸۰ درجے کا ہے۔ امریکہ اور روس اگرچہ لڑتے ہیں اس مقابلے میں ان کی ملی بھگت ہے۔ ہم اپنے ملک میں نیا نظام لائیں گے تو اسمبلی سے ایک قانون پاس کرائیں گے کچھ درجے تو ضرور بڑھائیں گے۔ جیومیٹری میں بنیادی چیزیں خط، نقطہ، دائرہ اور مثلث وغیرہ ہیں۔ خط بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے: خط مستقیم، خط منحنی، خط تقدیر، خط بیرنگ، خط شکستہ، خط استوا اور متوازی خطوط وغیرہ۔ اس کے علاوہ "نقطہ" محض کسی جگہ کی نشان دہی کے لیے ہوتا ہے۔ "دائرہ" چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ ان میں قطر کی لمبائی ہمیشہ نصف قطر سے زیادہ ہوتی ہے جیسے دائرۂ اسلام ہے۔

کو۔ بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں۔ بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے۔ ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے۔ فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے۔

حوالۂ متن (i) **سبق کا عنوان** ...... ابتدائی حساب (ii) **مصنف کا نام** ...... ابن انشا

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تفریق	فرق کرنا	قدیم	پُرانا	منہا	تفریق کرنا، نکالنا
از خود	اپنے آپ	فتوے	حکم نامے		

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ تفریق کے قاعدے میں ہم خود کفیل ہیں۔ ایک قوم ایک ملک کے باشندے ہونے کے باوجود بھی ہم نے اپنی سوچوں میں پختہ سرحدیں بنا رکھی ہیں۔ اگر قیامِ پاکستان کو دیکھا جائے تو ذات پات، رنگ و نسل اور قبائلی تقسیم سے بالاتر ہو کر صرف اپنے عقائد و حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ہلالی پرچم کے نیچے اکٹھے ہو گئے تھے۔ اتحاد و اتفاق ہی میں فلاح ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، تفرقے میں مت پڑو۔''

ہم نے یکجہتی کو پسِ پشت ڈال کر اپنی اپنی سوچ میں فرق کی فضاؤں کو قائم کیا ہے اور بڑے فخر سے ہر بات کہی کہ میں سندھی ہوں تو سندھی نہیں ہے اسی طرح دیگر صوبوں کے رہنے والے افراد بھی اسی نقطے پر عمل پیرا ہیں، اس ثقافتی تفریق کے علاوہ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم نے مسلک کو مذہب پر مقدم کر دیا ہے اس بات میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں تو مسلمان نہیں ہے، ایک اللہ، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کعبہ کو ماننے والے ایک دوسرے کو اسی جماعت سے نکالنے پر مصر ہیں جس کی بنیاد ہی اتفاق و اتحاد پر رکھی گئی۔ اس طرح کسی کو نکالنا یہی تفریق پیدا کرنا ہے۔ حساب کا یہ قاعدہ بھی کوئی نیا نہیں ہے بلکہ زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا ہے، عام طور پر جب ہم ریاضی کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ لیتے ہیں ایک لفظ کو دوسرے میں سے منہا کرنا اس کے بعد ہمارا مطلوبہ جواب ہمارے پاس آ جاتا ہے جو یقیناً اصل سے کم ہوتا ہے اس کا مطلب کچھ نکال

پیچھے رہ جاتے ہیں جب کہ ناجائز کام کرنے والے جائز پر اپنا ناجائز حق جما لیتے ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے کو متوازن رکھنے کے لیے بہت سے قوانین لوگوں کو سمجھائے تھے۔ انھیں معاشرتی برائیوں سے بچنے کے اصول سمجھائے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا تھا:

"رشوت لینے اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔" (الحدیث)

یہ بات اگر سمجھ آجاتی تو ناجائز کوششوں کے لیے جائز بنانے والے اُسے حرام سمجھتے اور اسے مل بانٹ کر نہ کھاتے مگر یہاں تو ہر چیز اس انداز میں مل بانٹ کر کھائی جاتی ہے کہ جیسے یہ کوئی مہذب رواج ہے۔ مل بانٹ کر کھانا اچھا ہوتا ہے اور دال تک جوتوں میں بانٹ کر کھائی چاہیے۔ تقسیم کا طریقہ کار بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ سادہ سی تقسیم ہے کہ سارے حقوق اپنے پاس رکھ لو، فرائض دوسروں میں بانٹ دو، ان حقوق سے ہر قسم کا فائدہ اٹھاؤ، دوسروں کو فرائض میں پھنسائے رکھو، روپیا پیسا اور اختیارات اپنے پاس رکھو دوسروں کو سادگی کی تلقین کرتے رہو۔

عبارت نمبر 5 یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے چوں کہ طالب علم اس سے گھبراتے ہیں اور یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے، اس لیے الجبرا کہلاتا ہے۔ حساب اعداد کا کھیل ہے۔ الجبرا حرفوں کا کھیل ہے۔ ان میں سب سے مشہور حرف "لا" ہے۔ اس کے معنی کچھ نہیں بلکہ یہ ایسا ہے کسی اور لفظ کے ساتھ لگ جائے تو اس کے معنی بھی سلب کر لیتا ہے۔ جس طرح لاامکاں، لاوارث، لاولد وغیرہ۔ بعض مستثنیات بھی ہیں۔ مثلاً لاہور، لاڑکانہ، لائنین، لالوکھیت وغیرہ۔ اگر ان لفظوں کے ساتھ لا نہ ہو تو ہور، ڑکانہ، ئنین اور لوکھیت کے کچھ معنی نہ نکلیں۔ آزمائے کو آزمانا جہل کہتے ہیں لیکن الجبرا میں آزمائے کو ہی آزماتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھوں کو نئے سرے سے "اب ج" سکھاتے ہیں بلکہ ان کے مربعے بھی نکلواتے ہیں۔ الجبرا کا ہماری طالب علمی کے زمانے میں کوئی خاص مصرف نہ تھا۔ اس سے صرف اسکولوں کے طلبہ کو فیل کرنے کا کام لیا جاتا تھا لیکن آج کل یہ عملی زندگی میں خاصا استعمال ہوتا ہے۔ دکان دار اور گداگر اس قاعدے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے لا، اور لا اور لا۔ بعض رشتوں میں الجبرا اینٹی جبر کا شاخسانہ ہوتا ہے، جیسے مدر ان لا، فادر ان لا وغیرہ۔

(i) سبق کا عنوان: ابتدائی حساب (ii) مصنف کا نام: ابنِ انشا

تشریح: زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ ہم زیادہ تر بنی بنائی رسومات، مروجہ اصولوں اور تہذیبی فکر کی پیروی میں اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ اپنی سمجھ کا استعمال کم، اصولوں کے ضوابط پر زیادہ بھروسا کرنے لگتے ہیں۔ ایسی کیفیت انسان کی سمجھ کو محدود اور اس کی ترقی کو روکنے کا سبب بن جاتی ہے۔ مصنف نے طنز و مزاح کا سہارا لیتے ہوئے ابتدائی جیومیٹری کے ذریعے معاشرتی اصولوں کو وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیومیٹری جو لکیروں کا کھیل ہے اب مصنف لکھتے ہیں کہ ہم علما جیومیٹری کو لکیر کے فقیر کہہ سکتے ہیں۔ اگر دنیا کے دیگر معاملات کو دیکھیں تو ہر معاملہ یا مسئلہ اپنی قامت سے بڑھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ بڑھوتری اور نشوونما ہر ایک شعبے میں دکھائی دیتی ہے۔ دنیا نے بہت ترقی کر لی۔ وہ سائنسی افکار ہوں یا مہنگائی کے مسائل، چیزیں کہاں سے کہاں تک جا پہنچی ہیں۔ سائنس نے انسان کی شعوری پرتوں کو اس طرح کھولا ہے کہ وہ متعصب رویوں اور توہم پرستیوں سے نکل کر حقائق کی فضاؤں میں سانس لینے لگا ہے۔ مگر دوسری طرف مہنگائی نے اس کی حقیقت پسندانہ زندگی کو اجیرن کیا ہوا ہے مگر اہلِ جیومیٹری ابھی تک اپنے اُصولوں پر ڈٹ کر اور جم کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں زاویہ قائمہ ۹۰ درجہ کا ہوتا ہے اسی طرح مثلث کے اندرونی زاویوں کا نمونہ ۱۸۰ درجے سے آگے نہیں بڑھا۔ یہ مستقل مزاجی اس لکیروں والے علم میں پوری طرح سے مستعد ہے۔ یہ نہ صرف جیومیٹری کے اُصولوں کے جمود کو ظاہر کرتا ہے بلکہ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دنیا میں ہر چیز بدل رہی ہے لیکن جیومیٹری کے اصول ہزاروں سال سے ویسے ہی ہیں۔ دنیا کی وہ طاقتیں جو تہذیبی اور معاشی لحاظ سے اپنی اپنی طاقت پر اتراتی ہیں جیسے امریکہ اور روس یوں تو ہر معاملے پر دست و گریبان ہوتے ہیں مگر جیومیٹری کے ان اُصولوں پر ان کی بھی ملی بھگت ہے۔ ہمارے ملک میں بھی جب کوئی ہماری پسند کا نظام آئے گا یا ہمیں یہ طاقت میسر آئے گی کہ اپنی پسند کا نظام لے آئیں تو اپنی اسمبلی میں ایک قانون بنوائیں گے کہ اور کچھ نہ سہی چند درجے تو بڑھوائے جائیں۔ مثلث کے علاوہ مستطیل میں بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی جیسی قدیم وقتوں میں تھی اس نوعیت کی آج بھی ہے۔ اس کی چورس شکل گول کرنا تو درکنار کسی کو یہ توفیق بھی نہ ہوئی کہ اس کے کچھ ضلعے بڑھا کر چار کی بجائے پانچ یا چھے کر دیتے۔ معاشرتی اصولوں سے ایک بات تو سمجھ میں آئی کہ ایک آدھ ضلع فالتو رہنا چاہیے۔ مغربی پاکستان کے ضلعوں میں ہم اپنے فائدے کے لیے تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں تو پھر مستطیل وغیرہ کے ضلعوں میں کیوں نہیں کر سکتے۔ آسان سی بات یہ ہے کہ ہم ان اصولوں ہی میں اصول پرست ہیں جن اصولوں میں ہمارے مفاد کی پرستش ہے۔

عبارت نمبر 7 دائرے چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قریب قریب سبھی گول ہوتے ہیں۔ ایک اور عجیب بات ہے

(د) مستطیل کے چار کے بجائے پانچ یا چھے ضلعے کر دینے سے مصنف کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: مستطیل کے چار کے بجائے پانچ یا چھے ضلعے کر دینے سے مصنف مراد لیتے ہیں کہ ایک آدھ ضلع فالتو رہے تو اچھا ہی ہے۔ مغربی پاکستان کے ضلعوں میں ہم ردوبدل کرتے ہیں تو مستطیل کے ضلعوں میں کیوں نہیں کر سکتے۔

(ہ) مصنف کے نزدیک خط کی کتنی قسمیں ہیں اور وہ کون کون سی ہیں؟

جواب: مصنف کے نزدیک خط کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً: خطِ مستقیم، خطِ منحنی، خطِ تقدیر، خطِ استوا، خطِ بے رنگ، خطِ شکستہ، متوازی خطوط وغیرہ۔

(و) مصنف نے دائرے کے گول ہونے کی کیا وجہ لکھی ہے؟

جواب: مصنف نے دائرے کے گول ہونے کی وجہ لکھی ہے کہ جیومیٹری میں اس کی کوئی وضاحت نہیں جو کسی نے پرانے زمانے میں فیصلہ کر دیا اب تک چلا آ رہا ہے۔

۳۔ سبق ''ابتدائی حساب'' کے متن کے حوالے سے دیے ہوئے جملوں میں خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) قاعدہ وہی اچھا ہے جس میں .... زیادہ سے زیادہ آئے۔

(ب) بعض عدد خود نکل جاتے ہیں، بعضوں کو .... نکالنا پڑتا ہے۔

(ج) علامہ اقبالؒ کی .... ان کے علاوہ ہے۔

(د) چوں کہ طالب علم اس سے گھبراتے ہیں اور یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے اس لیے .... کہلاتا ہے۔

(ہ) علمائے .... کو ہم لکیر کے فقیر کہہ سکتے ہیں۔

(و) یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں تو دنیا میں دن رات .... ہوں، کہیں تو مساوات نظر آئے۔

جوابات (الف) حاصل جمع (ب) زبردستی (ج) ضربِ کلیم (د) الجبرا (ہ) جیومیٹری (و) برابر

علمِ بیان: تحریر و تقریر کی خوبیوں کے ذکر اور ان کی بحث کو علمِ بیان کہتے ہیں۔

علمِ بیان کی چار قسمیں ہیں: تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ۔

فراہم کرتی ہے۔ بچت کا مقصد صرف پیسے محفوظ کرنا نہیں ہوتا، بلکہ یہ مستقبل کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لیے منصوبہ بندی کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ بچت کرنے سے مالیاتی آزادی اور استحکام حاصل کیا جا سکتا ہے، جس سے آپ زندگی میں اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سوالات:

(الف) بچت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بچت کرنا ایک ایسا عمل ہے جس میں آپ اپنی آمدنی یا پیسوں کا کچھ حصہ خرچ کیے بغیر محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اسے مستقبل میں کسی ضروری کام یا مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

(ب) بچت کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: بچت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ یہ غیر متوقع حالات جیسے کہ ہنگامی اخراجات یا بڑی خریداری کے لیے مالی تحفظ فراہم کرتی ہے۔

(ج) کیا بچت کرنے کا مقصد محض اپنی رقم محفوظ کرنا ہے؟

جواب: بچت کا مقصد صرف اپنی رقم محفوظ کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ مستقبل کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لیے منصوبہ بندی کا ایک ذریعہ بھی ہے۔

(د) بچت سے کس طرح مالیاتی آزادی اور خود مختاری حاصل کی جا سکتی ہے؟

جواب: بچت شدہ رقم کاروبار میں استعمال کر کے مالیاتی آزادی مستحکم اور خود مختاری حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس سے آپ زندگی میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

(ہ) اس عبارت کا موزوں عنوان تجویز کریں۔

جواب: اس عبارت کا موزوں عنوان ہے ''بچت کے فوائد'' ہے۔

سرگرمیاں

- طلبہ اپنی کاپی میں جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے قاعدوں کے مسلمہ اصول لکھیں۔ جواب: عملی کام۔

(۲۲) محاورہ مکمل کریں: جوتیوں میں ـــــــــــ بٹنا۔

(ا) دال　(ب) سموسے　(ج) پیسے　(د) کاغذ

(۲۳) حساب کھیل ہے:

(ا) اعداد کا　(ب) گیند کا　(ج) گنتی کا　(د) فارمولوں کا

(۲۴) حرفوں کا کھیل ہے:

(ا) جذر　(ب) الجبرا　(ج) تقسیم　(د) قواعد

(۲۵) الجبرا میں سب سے مشہور حرف ہے:

(ا) جا　(ب) لا　(ج) تا　(د) تا

(۲۶) طلبہ کو فیل کرنے کا کام لیا جاتا ہے:

(ا) سائنس سے　(ب) الجبرا سے　(ج) جغرافیے سے　(د) اُردُو سے

(۲۷) جیومیٹری کھیل ہے:

(ا) اشکال کا　(ب) مربع کا　(ج) لکیروں کا　(د) زاویوں کا

(۲۸) علمائے جیومیٹری کو ہم فقیر کہہ سکتے ہیں:

(ا) لکیر کا　(ب) پیسے کا　(ج) کھانے کا　(د) ریاضی کا

(۲۹) ۹۰ درجہ کا ہوتا ہے:

(ا) زاویہ قائمہ　(ب) مربع　(ج) دائرہ　(د) مستطیل

(۳۰) بالکل سیدھا ہوتا ہے اس لیے نقصان اٹھاتا ہے:

(ا) خطِ مستقیم　(ب) خطِ استوا　(ج) خطِ معلق　(د) خطِ سرطان

(۵۴) درست اعراب والا لفظ ہے:

(ا) اَلْجَبْرَا (ب) اِلجبرَ (ج) اُلجبرَا (د) اِلْجبرا

جوابات

(۱) شیر محمد خان	(۲) تحفہ	(۳) ریڈیو پاکستان سے	(۴) یونیسکو	(۵) سفرنامے
(۶) اُردو کی آخری کتاب	(۷) اُردو کی آخری کتاب	(۸) چار	(۹) جمع	(۱۰) جمع خرچ
(۱۱) تفریق	(۱۲) منہا کرنا	(۱۳) تفریق	(۱۴) کئی	(۱۵) آدمی
(۱۶) تقسیم	(۱۷) بانٹنا	(۱۸) فرائض	(۱۹) قناعت کی	(۲۰) ریوڑھیاں
(۲۱) الجبرا	(۲۲) دال	(۲۳) اعداد کا	(۲۴) الجبرا	(۲۵) لا
(۲۶) الجبرا سے	(۲۷) لکیروں کا	(۲۸) لکیر کا	(۲۹) زاویہ قائمہ	(۳۰) خطِ مستقیم
(۳۱) خطِ منحنی	(۳۲) خطِ تقدیر	(۳۳) خطِ بیرنگ	(۳۴) خطِ شکستہ	(۳۵) نقطہ
(۳۶) خارج	(۳۷) علمِ بیان	(۳۸) چار	(۳۹) تشبیہ	(۴۰) چار
(۴۱) استعارہ	(۴۲) تین	(۴۳) رموزِ اوقاف	(۴۴) سکتہ	(۴۵) سکتہ
(۴۶) ،	(۴۷) وقفہ	(۴۸) :	(۴۹) تفصیلیہ	(۵۰) ختمہ
(۵۱) :-	(۵۲) مُنْحَنِی	(۵۳) تَفْرِیق	(۵۴) اَلْجَبْرَا	

مختصر جوابی سوالات

دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

ا۔ پیروڈی سے کیا مراد ہے؟

۱۰۔ لڑی میں پروئے ہوئے منظر

رضا علی عابدی (ولادت: ۳۰ر نومبر ۱۹۳۵ء)

مصنف کا مختصر تعارف

رضا علی عابدی ضلع ہری دوار بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ پاکستان بننے کے تین سال بعد (۱۹۵۰ء) میں پاکستان آگئے اور کراچی میں مقیم ہوئے۔ آپ کو بچپن سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔ اسی لیے فنِ خبر نگاری میں بچپن ہی سے مکمل واقف ہو چکے تھے۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں بائیں ہاتھ سے انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے تمام حالات و واقعات، وہ روزنامہ ''حریت'' میں رپورٹ کرتے رہے۔ اس کے بعد حصول تعلیم کے لیے برطانیہ روانہ ہوئے پھر ۱۹۷۲ء میں بی بی سی سے منسلک ہو گئے۔ بی بی سی اُردو کے پروگراموں کو اچھے انداز سے پیش کیا، پھر ریڈیائی دستاویزی پروگراموں سے شہرت حاصل کی۔ رضا علی عابدی سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ آپ نے تیس سے زائد کتابیں سپردِ قلم کی ہیں۔ آپ اپنی زیادہ تر کتابوں میں بچوں سے مخاطب ہیں۔ مشاہدہ کرنا آپ کی فطری خوبیوں میں شامل ہے، جس کا ثبوت آپ کے سفرنامے ''جرنیلی سڑک'' میں نمایاں ہے۔ جرنیلی سڑک جسے جی ٹی روڈ کہتے ہیں یہ سڑک موجودہ بنگلہ دیش کو افغانستان سے ملاتی ہے۔ نصاب میں شامل سبق ''جرنیلی سڑک'' سے لیا گیا ہے اس کے لیے رضا علی عابدی نے ایک ماہ تک سفر کیا تھا۔

تصانیف

☆ شیر دریا ☆ پہلا سفر ☆ کتب خانہ ☆ جہازی بھائی ☆ ریل کہانی
☆ اُردو کا حال ☆ اپنی آواز ☆ کتابیں اپنے آبا کی ☆ جانے پہچانے

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک صفحہ نمبر ۷۸

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

گردوارہ پنجا شریف	سکھوں کا مشہور گردوارہ پنجا شریف حسن ابدال میں واقع ہے۔ سکھوں کے مطابق وہاں ایک پتھر پر بابا گرونانک کا پنجا لگا ہوا ہے۔
بابا گرونانک	بابا گرونانک سکھ مت کے بانی اور دس سکھ گروؤں میں سے پہلے گرو تھے۔ ننکانہ صاحب میں پیدا ہوئے جو کہ پنجاب کا شہر ہے۔
واہ چھاؤنی	پاکستان کے ضلع راولپنڈی کی تحصیل ٹیکسلا میں واقع ہے۔
سرائے کالا	ٹیکسلا کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس میں کالے پتھر سے تیار کردہ کونڈیاں بیل بوٹے بنا کر فروخت ہوتی ہیں۔
مارگلہ پہاڑیاں	یہ اسلام آباد پاکستان کے شمال میں کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں واقع ہے۔ مارگلہ کا علاقہ 12 ہزار 605 ہیکٹر پر مشتمل ہے۔ یہ پہاڑیاں مری کی پہاڑیوں میں شامل ہیں۔
گرینڈ ٹرنک روڈ	اسے مختصر جی ٹی روڈ کہا جاتا ہے یہ ایشیا کی طویل اور قدیم ترین سڑک ہے۔ تقریباً دو ہزار سال سے یہ شاہراہ جنوبی ایشیا کو وسطی ایشیا سے ملاتی ہے۔
محمود غزنوی	محمود غزنوی یمین الدولہ ابو القاسم محمود بن سبکتگین سلطنت غزنویہ کا پہلا آزاد حکمران تھا۔ اس نے 999ء سے 1030ء تک حکومت کی۔ اس کی سلطنت ایک وسیع فوجی سلطنت تھی۔
مقبرہ لالہ رخ	مقبرہ لالہ رخ ایک تاریخی مقبرہ ہے جو مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کی بیٹی شہزادی لالہ رخ سے منسوب ہے۔

سبق کا خلاصہ جرنیلی سڑک اس لحاظ سے عجیب ہے کہ اس پر چلتے ہوئے انسان اگر شعور کی آنکھیں کھلی رکھے تو جو مناظر یہاں دکھائی دیتے ہیں وہ کہیں اور شاید ہی نظر آئیں۔ اس راستے میں معاشرت، معیشت اور تاریخ سب ساتھ چلتے ہیں۔ کہیں کہیں عبرت بھی نظر آتی ہے مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں سارے کے سارے موتی پروئے ہوئے ہیں۔ پشاور سے چلیں تو بالا حصار میں ایک بڑے پتھر پر "شاہراہِ پاکستان" لکھا ہوا ہے اس وزیر کا نام بھی لکھا ہے جس نے یہ پتھر لگوایا تھا۔ اتفاق ہے کہ سڑک اور وزیر دونوں آنے جانے والی چیز ہے۔ وادیِ پشاور اب بھی سرسبز ہے۔ ان زمینوں کو لشکروں نے کئی بار روندا ہوگا۔ کبھی ریلوے لائن پاس آتی تھی کبھی دور کبھی ساتھ چلتے کبھی بستیاں، رمضان کا مہینا ہونے کی وجہ سے چائے خانے بند تھے۔ سفر

چیزوں کو کس زاویے سے دیکھتا ہے اور اپنی شعوری کیفیت کو کتنا تازہ رکھتا ہے۔ انسان رسومات رواجوں میں بندھا ہوا ہے یہ رسم و رواج انسانی رہن سہن سے جڑے ہوئے ہیں معاشرے افراد کے میل جول اور رہن سہن سے وجود میں آتے ہیں ان معاشروں کی رسومات اور زندگی گزارنے کا طریقہ وسلیقہ معاشرت کے ضمرے میں آتا ہے ارسطو نے کہا تھا:

''انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔''

معاشرے میں رہنے والے افراد معاشرت کو فروغ دیتے ہیں۔ ان کی معاشرتی زندگی میں اس وقت تک یہ حقیقی رنگ نہیں بھرے جاتے جب تک اس کی معاشی زندگی بہتر نہیں ہوتی معاشروں کی خوش حالی معیشت کی مضبوطی کے ساتھ منسلک ہے اس لیے کہ معاشی خوش حالی انسان کو سکون عطا کرتی ہے اور پُرسکون انسان ہی اعلیٰ معاشرتی اقدار کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معاشی ترقی معاشروں کو بہتر بناتی ہے۔ جرنیلی سڑک پر چلتے ہوئے معاشرتی اقدار اور معاشی جدوجہد کے آثار بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ جب وقت گزرتا ہے تو یہی معاشرتی و معاشی کوششیں تاریخ بن کر اوراق کی زینت بن جاتی ہیں۔ یہ ساری اقدار اس سڑک پر سفر کرتے ہوئے مختلف صورتوں میں ان لوگوں کے لیے ظاہر ہوتی ہیں جن کی شعور کی نگاہ بیدار ہوتی ہے۔ جرنیلی سڑک انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ یہ حیرت انسان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہے اور اسے دعوت دیتی ہے کہ اس کے اندر جو فطری تلاش کرنے کی جستجو ہے وہ اسے جگائے اور ہوش وحواس میں ان حیرت انگیز مناظر کو دیکھے اور اپنے دل میں ان کے متعلق کچھ باتیں محفوظ کرلے اور کچھ باتوں سے سبق سیکھے۔ گزرے ہوئے واقعات جہاں انسان کے مخصوص ہونے کا ذریعہ ہیں وہیں دوسری جانب تاریخ میں بچے ہوئے یہی واقعات انسان کو سبق بھی پڑھاتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی محنت نے انھیں کس بلندی پر پہنچادیا اور پھر ان کی غفلت وتکبر نے انھیں عروج سے زوال تک کس طرح پہنچایا۔ یہ باتیں سمجھ کر ہی انسان اپنی زندگی کو صحیح سمت میں لاسکتا ہے اسی لیے زمین کی سیر کرنا انسانی شعور کے لیے ایک اچھی مشق ہے۔

ان مناظر کو اس سڑک پر چلتے ہوئے دیکھ کر یہ احساس تو واضح ہوتا ہے کہ دورانِ سفر منظر بدلتے رہتے ہیں اور ان بدلتے مناظر میں کئی پہلو اُبھر کر انسانی شعور کو معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یہ بدلتے مناظر یہ بھی سبق دیتے ہیں کہ سفرِ حیات بھی ایسا ہی ہے جس میں کئی مناظر ایک ترتیب کے

شوق اپنی جگہ مگر قید کی تکلیف سوچ کر بھی قلعہ اندر سے دیکھنے کی خواہش دم توڑ جاتی ہے۔ مصنف نے جرنیلی سڑک کے اردگرد کی منظر نگاری خوب کی ہے۔ دریائے سندھ کے بہاؤ سے لے کر اس کے اردگرد قائم عمارتوں کی تاریخی و معاشرتی اہمیت بیان کی ہے اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے قلعہ کا نقشہ کھینچا کہ وہ کس مقام پر واقع ہے۔

عبارت نمبر 4 یہاں ہماری گاڑی نے نئے پل کے راستے دریا پار کیا۔ انگریزوں کا بنایا ہوا لوہے کا پل سامنے نظر آتا رہا۔ کبھی سارا ٹریفک اُس مضبوط پل کے اوپر چلا کرتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ گاڑی لوہے کے جنگل سے گزر رہی ہے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریز چلتے وقت بتا گئے تھے کہ ان کے تمام پُلوں کی عمر پورے ایک سو برس ہوگی، اس کے بعد نئے پل بنانا۔ جس روز میں اٹک پہنچا یہ پل ایک سو دو سال پرانا ہو چکا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پل پر چلتی ہیں۔ ریل گاڑیاں اب بھی دعائیں دم کر کے اُسی بوڑھے پل پر سے گزاری جاتی ہیں۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان**...... لڑی میں پروئے ہوئے منظر (ii) **مصنف کا نام**...... رضا علی عابدی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ٹریفک	سڑک پر گاڑیوں کی آمد و رفت	مضبوط	طاقت ور	برس	سال

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جرنیلی سڑک پر سفر کے دوران ہم نے کئی مناظر دیکھے اور حافظے میں محفوظ بھی کیے اس لیے کہ تاریخ نے اپنے کئی نقوش اس راستے میں چھوڑے تھے۔ بعض تو انسانی غفلتوں اور حملوں کا شکار ہو کر اپنی صورت گنوا چکے تھے مگر ان کے نشانات ابھی بھی اپنے ماضی کے عزم و حوصلے کو سنبھالے ہوئے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ ہماری گاڑی نے اٹک پر بنائے گئے نئے پل کے راستے دریا پار کیا انگریزوں نے اپنے لیے جو لوہے کا پل بنایا تھا وہ پرانی شکل و صورت لیے ہمیں سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ ایک ایسا وقت بھی تھا کہ سب لوگ اسی مضبوط پل کے راستے کو اس خیال سے استعمال کرتے تھے کہ یہ محفوظ ہے اور جب اس پر سے گزرا جاتا تھا تو ایسا لگتا تھا گاڑی یا جس چیز پر آپ سوار ہیں وہ لوہے کے

تشریح: تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جرنیلی سڑک پر نظر آنے والے مناظر تاریخی لحاظ سے بھی دل چسپی کا باعث ہیں۔ برصغیر میں مغلوں کا دورِ حکومت اس لحاظ سے اہم رہا ہے کہ اس زمانے میں کئی تعمیرات ہوئیں۔ ان کا اندازِ تعمیر فنی لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے۔ اس سڑک کے ساتھ ساتھ مغل دور کی کئی یادگاریں موجود ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر کے زمانے کی سرائے دیکھنے والوں کے لیے دل چسپی کا مظہر ہیں۔ مغلوں کی تعمیرات میں کشادگی پائی جاتی ہے۔ یہی انداز اس سرائے میں بھی نمایاں ہے۔ کھلا احاطہ اور ان مسافروں کے لیے بنائے گئے کمرے اپنی مثال آپ ہیں۔ ایسی کشادہ سرائیں کلکتہ تک نظر نہیں آتیں۔ جرنیلی سڑک کے کنارے واقع عمارات میں یہاں موجود قلعہ سیاحوں اور عام لوگوں کے لیے کشش اور دل چسپی کا باعث ہے۔ اس قلعے کے پیچھے چھپی ہوئی ایک کہانی ہے اس کہانی کا تعلق مغل بادشاہوں کے مزاج کے ساتھ ہے۔ بادشاہت میں جو چیز پسند آجائے اسے حاصل کرنا جنون بعض اوقات ان کا مقصدِ حیات بن جاتا ہے۔ اس قلعے کا قصہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ مغلوں نے یہ قلعہ اہلِ کابل سے چھینا اور مزے کی بات یہ ہے کہ کابل والوں نے یہ قلعہ سکھوں سے چھینا تھا یہ چھینا جھپٹی اور زور زبردستی طاقت کے خمار میں چلتی رہتی ہے۔ انگریزوں نے برصغیر میں داخل ہو کر جو تباہی مچائی تاریخ اسے خوب جانتی ہے۔ انگریزوں نے اس قلعے کو سکھوں سے چھینا اور سکھوں نے انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے واپس حاصل کر لیا۔ سلسلہ یہاں رُکا نہیں انگریزوں نے اسے پھر چھین لیا اور سکھوں کو پسپا ہونے پر مجبور بھی کیا۔ یوں چھینا جھپٹی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس زور زبردستی، لڑائی جھگڑے، فسادات کے باوجود قلعہ آج بھی شان و شوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔ اس بات سے قلعے کی تعمیر اور مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔ قلعہ اپنی جگہ موجود ہے مگر اس سے بھی زیادہ پختہ و مضبوط اور مستعد کچھ اور چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں جن میں دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیاں ہیں جو تلاشی لینے والوں کسٹم اور ایکسائز کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں اس طرح اگر یہ کہا جائے کہ مغلوں نے جو قلعہ اہلِ کابل سے چھینا اس سے زیادہ مضبوط قلعہ محکمہ ایکسائز کا عملہ ہے تو یہ کسی صورت بے جا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ تاریخ کے پہلوؤں کو دیکھتے دیکھتے حال کی حقیقتوں کو نظر انداز کر دینا عقل مندی نہیں ہے۔ محکمہ کسٹم اور ایکسائز ایک حقیقت ہے اس حقیقت سے مُنھ پھیر لینا سچائی کو ختم نہیں کر دیتا لیکن اگر تاریخ تک اپنے آپ کو محدود رکھا جائے تو یہ بات ماننا پڑے گی کہ پرانے وقتوں کی تعمیرات اگرچہ آج کل کی جدید مشینوں کے بغیر ہوئی مگر ان کی بنیادیں اور تعمیر آج کل کی بنی ہوئی عمارتوں سے کہیں زیادہ مضبوط اور پختہ ہیں اسی لیے اس زمانے میں بہت سی لڑائیاں لڑے جانے کے باوجود بھی عمارتوں کو نقصان نہیں پہنچا۔ زیادہ تر عمارتیں آج بھی کسی نہ کسی صورت قائم و دائم ہیں۔

[illegible]

عبارت نمبر 9 [illegible]

سکول، کالج یا ٹیکنیکل اداروں سے سیکھے ہوئے لوگ نہیں ہیں۔ یہ اپنا ہنر نسل در نسل پال رہے ہیں۔ ایک باریک پھول بوٹے بنانا آسان کام نہیں ہے۔ اس میں کاری گر کی بہت محنت لگتی ہے جو شب و روز صَرف کر کے اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ کسی وقت میں یہاں سرائے ہوگی اس لیے کہ شہنشاہ جہانگیر نے بھی قیام کیا تھا اس کے پڑاؤ کے دوران بھی اردگرد کچھ عارضی تعمیرات ہوئیں جو بعد میں پختہ ہوتی گئیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ جہانگیر کی آمد سے قبل اس کا نام سرائے کالا نہیں تھا بلکہ اسے کالا پانی کہا جاتا تھا اس کا مطلب ہے کہ جہانگیر نے مسافروں کے لیے کچھ مقامات قائم کیے ہوں گے جسے سرائے کا نام دیا گیا اور یہ نام اس قدر معروف ہوا کہ کالا پانی کی جگہ اسے سرائے کالا ہی کہا جانے لگا۔

عبارت نمبر 11 ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ شیر شاہ اور مغلوں کے زمانے میں جو ہزاروں سرائیں بنائی گئی تھیں بعد میں ان کے گرد بستیاں آباد ہوتی گئیں۔ خود سرائیں نہیں رہیں البتہ آبادیوں کے نام کے ساتھ لفظ "سرائے" جڑا رہ گیا۔ مردم شماری کے ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ ہندوستان پاکستان میں کئی سو شہروں، قصبوں اور دیہات کے ناموں کے ساتھ لفظ "سرائے" لگا ہوا ہے۔ اگر نقشے پر اُن تمام مقامات کو لکیروں سے ملایا جائے تو کیا قدیم سڑکوں کا نقشہ خود بخود نہیں اُبھرے گا؟

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان**.......لڑی میں پروئے ہوئے منظر (ii) **مصنف کا نام**.......رضا علی عابدی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مردم شماری	لوگوں کو گننا/افراد کی گنتی	قدیم	پُرانا	خود بخود	اپنے آپ

تشریح تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جرنیلی سڑک ایک ایسی شاہراہ ہے جس پر بنے تہذیبی نشانات سیاسی اور معاشرتی تاریخ کا احاطہ کر رہے ہیں۔ مغلوں کا دورِ حکومت برصغیر میں طویل نظامِ حکومت ہے۔ ان کی تعمیری کاوشوں سے انکار ممکن نہیں۔ انھوں نے اپنے ادوار میں فنِ تعمیر کو ایک نیا رُخ دیا۔ وہ تعمیرات آج بھی خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے دریاؤں اور ندی نالوں کا استعمال خوب کیا۔ ان کی بنی ہوئی سرائیں آج اگرچہ اس طرح قائم دائم نہیں ہیں مگر ان کے نشانات واضح ملتے ہیں۔ مغلوں کا دورِ حکومت کچھ دیر کے لیے ختم ہوا تھا جسے شیر شاہ سوری نے ختم کیا اور خود ہی تخت نشین ہوا [illegible]

گرد و ہی کمرے اگرچہ شہر کے دیگر حصوں کی طرح اس میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ وقت کے ساتھ یہ تبدیلیاں حالات کا تقاضا بھی تھیں اس لیے کہ پچیس سال میں وقت ٹھہرا نہیں تھا جب وقت گزرتا ہے تو حالات کے چہرے بھی تبدیل کرتا جاتا ہے۔ یہ گلی بھی بدل گئی تھی مگر یہاں ایسا کچھ تھا جو مصنف کو بدلا ہوا نہیں لگا وہ نہ بدلنے والی چیز اس گلی میں کھیلنے والے چھوٹے بچے تھے جو آج بھی پچیس برس پہلے والے بچپن ہی کی تازہ اور رنگین تصویر محسوس ہو رہے تھے۔ دنیا میں کیا تبدیلی آئی، شہر کتنا بدل گیا، لوگوں کے رویے کتنے تبدیل ہوئے ان چھوٹے بچوں کو ان تمام باتوں سے کوئی غرض نہ تھی وہ تمام دنیا سے بے خبر ہو کر اور بے نیاز ہو کر اپنی ہی دنیا میں صاف دل کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ایک دوسرے کے ہاتھ تھامنے والے اس بات سے بھی بے نیاز تھے کہ کس کی کیا ذات ہے، کیا سوچ ہے، کیا فکر ہے پس ان کا بچپن انھیں اس طرح کے سوالات میں الجھنے ہی نہیں دیتا وہ چھوٹے چھوٹے کھیل بڑے دل کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ان کھیلوں میں اس طرح مگن نظر آتے ہیں کہ کچھ اور سوچنا انھیں بے کار لگتا ہے اس گلی میں پچیس برس پہلے کا بچپن ایسا ہی تھا اور آج بھی ایسا ہی ہے مصنف کے دل سے بے اختیار یہ دعا نکلتی ہے کہ یہ ہاتھ اور ساتھ کبھی نہیں چھوٹنا چاہیے۔ ہمسائیگی کے یہ بے غرض رشتے اور بے لوث محبتیں یوں ہی تازہ رہنی چاہئیں یہ گلیاں ایسے ہی آباد رہیں اور یہ معصوم کھیل یوں ہی کھیلے جاتے رہیں۔

حل مشقی سوالات

ا۔ درست جواب پر (✔) کا نشان لگائیں۔

(i) مصنف کو بالا حصار سے نیچے آنے کے بعد ایک پتھر پر لکھا نظر آیا:

(الف) شاہراہِ ریشم (ب) شاہراہِ پاکستان (ج) شاہراہِ قدیم (د) شاہراہِ جرنیل

(ii) وادیٔ پشاور نظر آ رہی تھی:

(الف) ریگ زار (ب) مرغزار (ج) ویران (د) سرسبز

(iii) مؤرخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا:

(الف) لنڈی کوتل کو (ب) پشاور کو (ج) ہنڈ کو (د) نوشہرہ کو

جز و (ج) کے الفاظ کے معانی

متشابہ الفاظ	معانی	متشابہ الفاظ	معانی
رازی	راز والا	راضی	مان جانا
اثر	تاثر، علامت، تاثیر	عصر	زمانہ، نماز کا نام
اصل	حقیقی، واقعی، بنیاد	عسل	شہد، مشروب
باز	ایک شکاری پرندہ، لاحقہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے	بعض	چند، کچھ
چارہ	علاج، تدبیر	چارا	گھاس، چوپایوں کی سبز خوراک
رسد	وہ چیز جو پہنچے یا آئے	رصد	ملاحظہ کرنا، مشاہدہ کرنا
زن	عورت	ظن	گمان، رائے، شک
کسرت	ورزش، کمی	کثرت	زیادہ، ہجوم
نقطہ	صفر، نشان، مرکز	نکتہ	باریک بات، باریکی
لعل	موتی، سرخ رنگ کا ہیرا	لال	سرخ
مامور	مقرر، معین	معمور	بھرا ہوا، لبریز
حضر	مقام، اقامت	حذر	ڈر، خوف، خطرہ
آر	لوہے کی نوک دار کیل	عار	شرم

رموزِ اوقاف: آپ نے رموزِ اوقاف کی چند اہم علامتوں: سکتہ، وقفہ، وقفِ لازم، تفصیلیہ اور ختمہ کے بارے میں گزشتہ سبق میں پڑھا ہے۔ یہاں باقی ماندہ اہم علامتوں کی وضاحت بیان کی جاتی ہے۔

استفہامیہ یا سوالیہ (؟) یہ علامت کسی استفہامیہ یا سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً: یہ کیا ہے؟ یہ کتاب کس کی ہے؟ آج کیا تاریخ ہے؟

- اس سبق میں جتنی بھی آبادیوں کا تذکرہ ہوا ہے، طلبہ اس کی ایک فہرست بنائیں۔

جواب: عملی کام۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

❋ درست جواب پر (✔) لگائیں۔

(۱) رضا علی عابدی انڈیا کے ضلع ہری دوار کے علاقے میں پیدا ہوئے:

(ل) روڑکی میں (ب) جالندھر میں (ج) ہریانہ میں (د) آگرہ میں

(۲) رضا علی عابدی کی پیدائش کا سن ہے:

(ل) ۱۹۳۴ء (ب) ۱۹۳۵ء (ج) ۱۹۳۶ء (د) ۱۹۳۷ء

(۳) رضا علی عابدی نے بیس سال کی عمر میں پہلی بار بائیں ہاتھ سے کس خبر کا ترجمہ کیا؟

(ل) انگریزی (ب) فارسی (ج) لاطینی (د) ترکی

(۴) رضا علی عابدی ۱۹۶۵ء کی جنگ کے تمام حالات وواقعات کی رپورٹ کرتے رہے:

(ل) روزنامہ جنگ میں (ب) روزنامہ مشرق میں (ج) روزنامہ حریت میں (د) روزنامہ نوائے وقت میں

(۵) رضا علی عابدی برطانیہ میں ۱۹۷۲ء میں منسلک ہوئے:

(ل) بی بی سی سے (ب) سی این این سے (ج) گورے سے (د) این بی سی نیوز سے

(۶) رضا علی عابدی نے اب تک کتابیں تصنیف کی ہیں:

(ج) پچیس سے زائد (د) تیس سے زائد

(۳۰) اکبر بادشاہ کا قافلہ چلتے چلتے جس مقام پر اٹک گیا تھا، اس کا نام رکھ دیا گیا:

(ا) لاڑکانہ (ب) نوشہرہ (ج) اوکاڑہ (د) اٹک

(۳۱) جس مقام سے اکبر کا قافلہ خیریت سے گزر گیا اس کا نام رکھ دیا گیا:

(ا) شاہدرہ (ب) نوشہرہ (ج) اوکاڑہ (د) خیرآباد

(۳۲) بہت سے کام جن کی بنیاد شیر شاہ رکھ گیا تھا اسے پورے کیے:

(ا) ہمایوں نے (ب) اکبر نے (ج) جہاں گیر نے (د) شاہ جہاں نے

(۳۳) شیر شاہ کی مملکت بہار سے پھیل کر پہنچ چکی تھی:

(ا) سندھ تک (ب) نوشہرہ تک (ج) پنجاب تک (د) بلوچستان تک

(۳۴) قلعہ رہتاس تھا:

(ا) بہار میں (ب) نوشہرہ میں (ج) سندھ میں (د) اٹک میں

(۳۵) اکبر کی مملکت کے ایک کنارے پر تھا:

(ا) کٹک (ب) اٹک (ج) خٹک (د) رٹک

(۳۶) کٹک کے دوسرے کنارے کا نام اکبر نے رکھا:

(ا) پٹک (ب) اٹک (ج) خٹک (د) چٹک

(۳۷) کشتیاں چلانے اور دریا پار کرانے کے لیے اکبر ملاح لایا:

(ا) پٹنہ سے (ب) لاہور سے (ج) کراچی سے (د) بنارس سے

(۳۸) اکبر نے ملاحوں کے رہنے کے لیے ایک محلہ مختص کر دیا جس کا نام تھا:

(۲۰) سنسکرت کا	(۲۱) گندھارا کا	(۲۲) ہند سے	(۲۳) چنگیز خان	(۲۴) جے پال کو
(۲۵) ہندکو	(۲۶) قلعہ اٹک	(۲۷) فوج	(۲۸) سو سال	(۲۹) اکبر بادشاہ نے
(۳۰) اٹک	(۳۱) خیرآباد	(۳۲) اکبر نے	(۳۳) پنجاب تک	(۳۴) بہار میں
(۳۵) کٹک	(۳۶) اٹک	(۳۷) بنارس سے	(۳۸) ملاحی ٹولہ	(۳۹) سرائے
(۴۰) ایک سو دو سال	(۴۱) حسن ابدال	(۴۲) ہوٹل	(۴۳) واہ چھاؤنی	(۴۴) واہ چھاؤنی میں
(۴۵) سرائے کالا میں	(۴۶) ٹیکسلا کے کھنڈرات	(۴۷) ہندوستان	(۴۸) متشابہ الفاظ	(۴۹) ؟
(۵۰) !	(۵۱) فجائیہ	(۵۲) قوسین	(۵۳) ( )	(۵۴) ڈیش
(۵۵) خط	(۵۶) واوین	(۵۷) " "	(۵۸) قوسین	(۵۹) فجائیہ

مختصر جوابی سوالات

❋ دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

۱۔ **مصنف نے جرنیلی سڑک کا کیا نقشہ کھینچا ہے؟**

جواب: مصنف کے نزدیک اس سڑک پر شعور کی آنکھیں کھلی رکھی جائیں تو اتنے حسین مناظر نظر آتے ہیں جو شاید ہی کہیں اور نظر آتے ہوں۔

۲۔ **مصنف کے نزدیک لڑی میں پروئے ہوئے مناظر کون سے ہیں؟**

جواب: مصنف کے نزدیک لڑی میں پروئے ہوئے مناظر جرنیلی سڑک پر نظر آنے والے مناظر ہیں۔ یہاں آپ چلتے جاتے ہیں اور آپ کے ہمراہ ایک سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ چلتی جاتی ہے۔

۳۔ **نوشہرہ کس نے آباد کیا؟**

جواب: نوشہرہ اکبر بادشاہ نے آباد کیا تھا۔ [illegible]

۱۱۔ بھیڑیا

فاروق سرور (ولادت: ۲۵/ مئی ۱۹۶۳ء)

مصنف کا تعارف

فاروق سرور کا تعلق بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ سے ہے۔ بلوچستان یونیورسٹی سے ایم۔اے انگلش کرنے کے بعد گورنمنٹ لا کالج کوئٹہ سے ایل۔ایل۔بی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۹۱ء میں کوئٹہ ہی میں قانون کی پریکٹس شروع کی۔ آپ اب تک اسی پیشے سے وابستہ ہیں۔ فاروق سرور اُردو، پشتو اور انگریزی زبانوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ بچپن ہی سے آپ کا رجحان ادب کی طرف تھا۔ آپ نے اپنے تئیں کئی کہانیاں لکھیں۔ اب تک آپ کی سترہ کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جن میں سے بارہ کتابیں پشتو کی، چار کتابیں اُردو کی اور ایک کتاب انگریزی کی ہے۔ آپ کی ادبی خدمات پر تین بار حکومت بلوچستان کی طرف سے آپ کو انعام سے نوازا گیا۔ حکومت پاکستان نے آپ کو پرائیڈ آف پرفارمنس کا ایوارڈ دیا۔ اکادمی ادبیات اسلام آباد کی طرف سے آپ کو "خوش حال خان خٹک" ایوارڈ بھی ملا۔ شامل کتاب افسانہ "بھیڑیا" آپ کی کتاب جس کا اُردو میں ترجمہ "ندی کی پیاس" کے نام سے کیا گیا اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ یہ ایک علامتی افسانہ ہے۔ جس میں انسانی جذبات کا شاندار اظہار کیا گیا ہے۔ اس افسانے کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا۔

تصانیف

☆ دریا ☆ لیوہ ☆ سرکاروائی

☆ ادب سر ☆ ساگوان ☆ مجرم

مشکل الفاظ کے معانی

پنجاب ٹیکسٹ بک: صفحہ نمبر ۸۷

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بے شمار	اَن گنت، بہت زیادہ	آسائشیں	آسانیاں، خوشیاں	غرانا	منہ سے غصے کی آواز نکالنا

عبارت نمبر 1 جس درخت پر اب میرا مسکن ہے۔ یہ ایک عجیب سا درخت ہے بلکہ اگر میں اسے جادو کا درخت کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میں یہاں جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ اگر نرم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے قریب بچھ جاتا ہے۔ اکتا جاؤں تو میرے سامنے ایک شان دار ٹی وی سیٹ آ جاتا ہے۔ جس کے اسٹیریو اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا ہر اسٹیشن پکڑ سکتا ہے۔ اگر کسی بھی کھانے کے لیے میرا جی چاہے تو وہ فوراً حاضر ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے، ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی، لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا پڑے گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا لیکن مجھ میں اتنی جرأت نہیں، میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

حوالہ متن (i) سبق کا عنوان .... بھیڑیا (ii) مصنف کا نام .... فاروق سرور

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مسکن	رہنے کی جگہ	خوف زدہ	ڈرا ہوا	آسائشیں	آسانیاں
طاقت ور	قوت والا	ہلاک کرنا	مارنا، قتل کرنا	جرأت	بہادری

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے جادو کا درخت علامت کے طور پر استعمال کیا ہے جو انسان کی زندگی میں موجود سہولتوں، آسائشوں اور سکون کی عارضی پناہ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شمار درختوں میں ایک درخت پر اس نے بھی پناہ لے رکھی تھی۔ جس درخت کو اس نے اپنا گھر بنایا تھا وہ ایک عجیب نوعیت کا درخت تھا، اگر یہ کہ دیا جائے کہ اس درخت میں جادوئی کیفیات تھیں تو غلط نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ مصنف جو بھی خواہش کرتا ہے، وہ پوری ہو جاتی ہے۔ دنیاوی عیش و عشرت کے متعلق اس کے سبھی خواب تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ وہ پُرسکون زندگی کا طالب ہے۔ جس میں اس کے پاس ایسے اسباب ہوں، جو اس کی زندگی کو پُرسکون بنائیں، اس کا آرام دہ بستر ہو، اتنا نرم اور ملائم کہ ریشم کا گمان گزرے۔ اسے کسی طرح کی اس سلسلے میں پریشانی نہ ہو۔ جب کبھی اس کا ذہن کسی پریشانی میں الجھتا ہے یا زندگی کے غموں میں دھنس کر وہ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے، جس پر وہ دنیا بھر کے معاملات دیکھ کر اپنا مزاج بدل سکتا ہے۔ اپنے بدلے ہوئے مزاج کے مطابق اگر کسی بھی کھانے کے لیے اس کا دل مچلتا ہے یا وہ خواہش کرتا ہے

مجھے پتا چلتا ہے کہ وہ میرے ہی جیسا ایک شخص ہے، پریشان اور گھبرایا ہوا۔ اس اجنبی نے درخت پر ایک اور بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ اس کا بھیڑیا بھی نیچے کھڑا غرّا رہا ہے۔ درخت پر پنجے گاڑ رہا ہے لیکن تمام کوششوں کے باوجود اونچے درخت پر چڑھ نہیں پاتا۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان** بھیڑیا (ii) **مصنف کا نام** فاروق سرور

خط کشیدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گھنے	گہرے	خوف	ڈر	غرانا	منھ سے غصے کی آواز نکالنا	اجنبی	غیر، پرایا

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف بیان کرتے ہیں کہ خوف نے میری سوچ اور دل کو قبضے میں لے رکھا تھا۔ ہر وقت خوف کے سائے میری سوچ پر پہرہ دینے لگے تھے۔ جاگتے ہوئے خیالات میں خوف ہوتا تھا، سوتا تھا تو خوابوں میں ڈر نئے نئے روپ بدل کر ستانے آ جاتا تھا۔ پھر ایک روز ایسا ہوا جب میں صبح کے وقت جاگا تو مجھے درختوں کے گھنے پتوں میں کسی اور کی موجودگی کا احساس کیا۔ اس احساس نے میرے وجود کے اندر خوف کی ایک لہر دوڑا دی میرے منھ سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔ میرے چیخنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ بھیڑیا جو درخت کے نیچے کھڑے ہو کر میرا انتظار کرتا ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔ وہ مجھ تک آخر کار پہنچ ہی گیا، اس بات نے میرے اندر خوف کے تاثر کو مزید بڑھا دیا تھا لیکن اس خوف کی کیفیت میں میری حیرت اس وقت بڑھ گئی جب مجھے پتا چلا کہ بھیڑیا نہیں بلکہ اس جیسا ہی ایک شخص پریشانی اور گھبراہٹ میں موجود ہے۔ وہ اجنبی بھی اسی کیفیت میں ہے، وہ بھی بھیڑیے سے خوف زدہ ہو کر درخت میں پناہ لے رہا ہے۔ اس اجنبی شخص کا بھیڑیا بھی اس کے درخت کے نیچے کھڑا غرانے میں مصروف تھا اور درخت پر پنجے گاڑ رہا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے آج وہ ہر حد سے گزر جائے گا لیکن اس کی تمام کوششیں ضائع جا رہی تھیں۔ وہ اونچے درخت پر چڑھنے کی کوشش تو کرتا مگر اس کوشش میں اسے کامیابی نہ ملتی مگر اس کی موجودگی ہی خوف کی علامت تھی۔ یہ وہی خوف تھا جس نے مصنف کے خواب و خیال کو بھی اپنے قبضے میں لے رکھا تھا، وہ اجنبی بھی بلاشبہ ایسی ہی صورت حال سے دوچار نظر آ رہا تھا خوف اور ڈر اس کے اندر بھی پل رہا تھا۔ وہ بھی اونچے درخت پر آسائشوں میں قید درخت سے اترنے کے قابل نہیں تھا۔

کہیں بہتر ہے۔ بقول حفیظ میرٹھی:

؎ مر جائیو مگر یہ گوارا نہ کیجیو بدتر ہے موت سے بھی غلامی کی زندگی

ہم نے مقابلہ کرنے کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا کہ اس کے بعد جو بھی ہوگا وہ دیکھا جائے گا مگر ہم ہمت تو کریں اس لیے کہ بغیر ہمت کیے تو کسی کام کا ہونا بھی ممکن نہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ کوشش ایک ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے انسان مشکلات سے نکل سکتا ہے اگر انسان کوشش ہی نہ کرے اور یہ سوچے کہ تمام مسائل بغیر محنت و کوشش کے حل ہو جائیں گے تو اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔

یہی وہ باتیں تھیں جو ہماری سوچ بچار کا حصہ بنیں اور ہم نے خطرے کا سامنا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہمارے اذہان میں ایک بات واضح تھی کہ ہم اس عذاب سے کب تک ڈر کر رہیں گے اور اپنی تکالیف و مصائب کو بڑھاتے رہیں گے۔ اب یہ عذاب ہم مزید جھیلنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ اب درخت سے نیچے اتریں گے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ فیصلہ ہو گیا تھا اور ہماری آنکھیں ایک دوسرے کو مشورہ دیتی ہیں کہ ہم آنکھیں بند کر کے اپنے اپنے درخت سے نیچے کودتے ہیں۔ دور سے ایک دوسرے کو حوصلہ دیتے ہوئے ارادہ کر لیا کہ اب درخت سے نیچے اتر کر ہی دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ بقول نظیر اکبر آبادی:

؎ اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

ہم دونوں آنکھیں بند کرتے ہیں اور کیے گئے فیصلے اور ارادے کے مطابق درخت سے کودتے ہیں مگر فیصلے پر عمل درآمد ارادے کی مضبوطی کے ساتھ صرف میرا ساتھی کر پاتا ہے وہ درخت سے کود جاتا ہے جب کہ میں اپنی بزدلی کے ہاتھوں مجبور ہو کر درخت سے نہیں کود پاتا اور خوف زدہ سا اپنی جگہ ساکت ہو جاتا ہوں۔ میرا ساتھی ارادے کا پکا نکلا اور وہ کر گزرا جو اس نے سوچا، میں ڈرا سہما وہیں رُکا رہا۔ یہ سچ ہے کہ میری بزدلی نے مجھے درخت سے کودنے سے روک دیا۔ میں اپنی تقدیر کو اپنی بزدلی کی وجہ سے نہیں بدل پایا تھا۔ ایک خوف مسلسل میری ذات کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اس خوف کو ہمت کر کے ہرا دیتا ہوں مگر آخری لمحات میں میری ہمت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں جو کچھ کر سکتا تھا نہیں کر پایا اپنے اندر پلنے والے ڈر کو شکست دینے کی بجائے میں نے ہار مان لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میرا ساتھی درخت سے کود جاتا ہے جب کہ میں سہما ہوا وہیں بیٹھا رہ جاتا ہوں۔

ہے یہ کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے تو اس کا جسم پسینے میں ڈوب جاتا ہے۔ دن ہو یا رات مصنف کا خوف ختم نہیں ہوتا دن کی مصروفیت میں دھیان بٹ جانے سے خوف میں کمی آتی ہے مگر رات میں خوف شدت اختیار کر جاتا ہے وہ دن رات مسلسل بھیڑیے کو بددعائیں دیتا ہے لیکن اس کی کوئی بددعا بھیڑیے کا کچھ نہیں بگاڑتی، وہ کم بخت اپنی حرکات سے باز نہیں آتا بلکہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

عبارت نمبر 8 میں چیختا ہوں، چلاتا ہوں۔ درخت کے اندر اِدھر اُدھر بھاگتا ہوں لیکن بے سُود۔ اب میں خود کو ذہنی طور پر موت کے لیے تیار کر لیتا ہوں اور اردگرد کی تمام چیزوں کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بھیڑیا اور میں لمحہ بہ لمحہ ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔ میرا ذہن اب بالکل ماؤف ہے۔ میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور جو اب اس انتظار میں ہے کہ جلاد کب لیور کھینچے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی ہیں، جو نیچے سے دے رہا ہے کہ خدارا نیچے اترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا یونہی ایک خوف ہے۔ رائی کا ایک پہاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوکر سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔

حوالہ متن (i) **سبق کا عنوان** بھیڑیا (ii) **مصنف کا نام** فاروق سرور

ذکر شدہ الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
پھندا ڈالنا	رسی ڈالنا	جلاد	مجرم کو پھانسی یا موت کے گھاٹ اتارنے والا	رائی	ذرہ

تشریح زیرِ تشریح عبارت میں مصنف انسانی خوف اور ہمت کی کش مکش کو انتہائی گہرائی سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس چیز کو وہ اپنے تحفظ کا باعث سمجھتا ہے وہ اپنے مقام سے اس طرح ہٹتا ہے کہ اس کی بازی کھونے لگتی ہے۔ بھیڑیے کی قد و قامت بڑھنے لگتی ہے اس منظر نے مصنف کے ہوش اڑا دیے۔ وہ عالمِ خوف میں چیخنے چلانے لگتا ہے وہ بے چینی اور خوف کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگتا ہے لیکن یہ ساری بھاگ دوڑ بے فائدہ محسوس

۲۔ سبق ''بھیڑیا'' کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) درختوں کے نیچے کھڑے کیا غُرّا رہے تھے؟

جواب: بھیڑیے درختوں کے نیچے کھڑے غُرّا رہے تھے، جو ان لوگوں کو خوف زدہ کر رہے تھے جنھوں نے درختوں میں پناہ لے رکھی تھی۔

(ب) اس کہانی میں بلند درخت کس بات کی علامت ہے؟

جواب: اس کہانی میں بلند درخت تحفظ کی علامت ہے کہ بھیڑیا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(ج) جب گھنے درختوں میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے تو مصنف کو کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: جب گھنے درختوں میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے تو مصنف کو پتا چلتا ہے کہ اس جیسا ہی پریشان اور گھبرایا ہوا شخص ایک دور درخت میں پناہ لیے ہوئے ہے اور اس کا بھیڑیا نیچے کھڑا ہے۔

(د) اس کہانی میں ''بھیڑیا'' کس بات کی علامت ہے؟

جواب: اس کہانی میں ''بھیڑیا'' وہم اور خوف کی علامت ہے۔

(ہ) ''میرا ساتھی'' اپنے بھیڑیے کو کس چیز سے ہلاک کرتا ہے؟

جواب: میرا ساتھی اپنے بھیڑیے کو درخت کی ایک چھوٹی سی شاخ سے ہلاک کرتا ہے۔

۳۔ سبق ''بھیڑیا'' کے متن کو مدنظر رکھ کر درست بیان کے آگے (✓) اور غلط کے آگے (✗) کا نشان لگائیں۔

(الف) جب میں اردگرد دیکھتا ہوں، میرے چاروں طرف بے شمار پودے ہیں۔ ✗

(ب) میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ ✓

(ج) اگر یہ درخت مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔ ✓

(د) جوں ہی رات ہوتی ہے، ایک عجیب سی راحت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ✗

(ہ) ایک ایک انگ یوں دُکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے لاٹھی سے مجھے مارا ہو۔ ✗

animals, able to survive in diverse climates zones, In their natural habitat, wolves play a critical role as apex predators. Despite their critical ecological role, wolves face numerous threats from human activities, including habitat destruction, hunting, and conflicts with livestock farming. Conservation efforts are essential to protect these magnificent creatures and ensure that they continue to roam the wild landscapes they call home.

جواب: بھیڑیے مختلف اقسام کے مساکن میں پائے جاتے ہیں جن میں برف سے ڈھکے آرکٹک علاقوں سے لے کر شمالی امریکہ کے گھنے جنگلات اور یہاں تک کہ صحرا اور گھاس کے میدان شامل ہیں۔ یہ انتہائی موافق جانور ہیں، جو مختلف موسمی حالات میں زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اپنے قدرتی مسکن میں بھیڑیے ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں کیوں کہ وہ شکاریوں کی صف کے سب سے اوپر ہوتے ہیں۔ اپنی اس ماحولیاتی اہمیت کے باوجود بھیڑیے انسانی سرگرمیوں کے باعث کئی خطرات کا سامنا کر رہے ہیں جن میں مسکن کی تباہی، شکار اور مویشیوں کی فارمنگ سے تنازعات شامل ہیں۔ ان شان دار مخلوقات کو محفوظ رکھنے اور یہ یقینی بنانے کے لیے کہ وہ اپنے قدرتی جنگلی علاقوں میں آزادانہ طور پر گھوم سکیں، تحفظ کے اقدامات بے حد ضروری ہیں۔

سرگرمی:

- طلبہ انٹرنیٹ سے بھیڑیے کی ایک رنگین تصویر حاصل کریں، اسے چارٹ پر لگائیں اور اس کے بارے میں ایک مضمون لکھیں۔

جواب: عملی کام۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب پر (✔) لگائیں۔

(i) فاروق سرور پیدا ہوئے:

(ا) ۱۹۶۳ء میں (ب) ۱۹۶۴ء میں (ج) ۱۹۶۵ء میں (د) ۱۹۶۶ء میں

(۲۸) مصنف درخت سے نیچے اتر کر بھیڑیے کو مارتا ہے:
(ا) شاخ سے (ب) ڈنڈے سے (ج) چھری سے (د) بندوق سے

(۲۹) "رائی کا پہاڑ ہونا" سے مراد ہے:
(ا) خوف کھانا (ب) باتیں بنانا (ج) پہاڑ کو بڑا سمجھنا (د) چھوٹی سی بات کو بڑا بنانا

(۳۰) درحقیقت، بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہے:
(ا) انسان (ب) سوچ (ج) ڈر (د) بچہ

(۳۱) بھیڑیا اصل میں اس افسانے میں علامت ہے:
(ا) نفسیاتی خوف کی (ب) خواہشات کی (ج) ذات کے خول کی (د) مذکورہ تمام

(۳۲) انسان درحقیقت اپنے خودساختہ خول سے نہیں آنا چاہتا:
(ا) باہر (ب) غالب (ج) اوپر (د) اندر

(۳۳) مصنف، بھیڑیا کو مار کر حاصل کر لیتا ہے:
(ا) آزادی (ب) موت (ج) دولت (د) خوشی

(۳۴) آزادی حاصل کرنے کے بعد مصنف اپنے اردگرد بہت سے دیکھتا ہے:
(ا) درخت (ب) پودے (ج) لوگ (د) بھیڑیے

(۳۵) مصنف اپنے بھیڑیے کو مارنے کے بعد ان لوگوں پر ہنستا ہے جو اپنے بھیڑیے سے ہیں:
(ا) خوش (ب) بے خوف (ج) خوف زدہ (د) شرمندہ

(۳۶) وہ حروف جو تحسین و آفرین کے لیے استعمال ہوں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ تحسین (ب) حروفِ نفرین (ج) حروفِ ندا (د) حروفِ انبساط

(۳۷) وہ حروف جو نفرت، حقارت یا ملامت کے لیے استعمال ہوں، کہلاتے ہیں:
(ا) حروفِ تحسین (ب) حروفِ نفرین (ج) حروفِ ندا (د) حروفِ انبساط

۱۰۔ مصنف اور مصنف کا ساتھی بھیڑیا کو کس سے ہلاک کرتے ہیں؟
جواب: مصنف اور مصنف کا ساتھی بھیڑیا کو درخت کی چھوٹی سی شاخ سے ہلاک کر دیتے ہیں۔
۱۱۔ کیا بھیڑیا واقعی طاقت ور تھا؟
جواب: نہیں! بھیڑیا محض وہم تھا، جو سب نے خود ساختہ بنا رکھا تھا۔
۱۲۔ اس افسانے میں ''درخت'' کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟
جواب: اس افسانے میں ''درخت'' ہمارا ماحول، گھر کے لوگ، والدین اور آسائشوں کی علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جس سے ہم نکلنا نہیں چاہتے اور زمانے کا سامنا کرتے ہوئے ڈرتے رہتے ہیں۔
۱۳۔ مصنف اپنے بھیڑیے کو مارنے کے بعد کس بات پر ہنستا ہے؟
جواب: مصنف ان لوگوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جو اپنے اپنے درختوں پر بھیڑیے کے خوف کی وجہ سے ڈرے بیٹھے تھے۔
۱۴۔ اس افسانے میں ساتھی کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟
جواب: اس افسانے میں ساتھی غیبی مدد کی علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔
۱۵۔ حروفِ تحسین سے کیا مراد ہے؟
جواب: وہ حروف جو تحسین و آفرین کے لیے استعمال ہوں ''حروفِ تحسین'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: شاباش، بہت خوب، واہ وا، سبحان اللہ، مرحبا وغیرہ۔
۱۶۔ حروفِ نفرین سے کیا مراد ہے؟
جواب: وہ حروف جو نفرت، حقارت یا ملامت کے لیے استعمال ہوں، ''حروفِ نفرین'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: توبہ، لعنت، تھو، تف، پھٹکار وغیرہ۔
۱۷۔ حروفِ ندا سے کیا مراد ہے؟
جواب: وہ حروف جو کسی کو ندا یا آواز دینے کے لیے استعمال ہوں، ''حروفِ ندا'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: اے دوست، یا رب، اے بھائی وغیرہ۔
۱۸۔ حروفِ انبساط سے کیا مراد ہے؟
جواب: وہ حروف جو کسی خوشی اور مسرت کے موقعے پر بولے جائیں، ''حروفِ انبساط'' کہلاتے ہیں۔ جیسے: واہ وا، آہا، اخاہ، ماشاء اللہ، خوب، کمال، سبحان اللہ، کیا بات ہے وغیرہ۔

حوالہ بند (i) نظم کا عنوان: محنت کی برکات (ii) شاعر کا نام: خواجہ الطاف حسین حالی۔

مفہوم جن لوگوں نے محنت کی تکالیف برداشت کی ہیں دنیا میں آخر کار عزت انھیں ہی ملی ہے۔ محنت کے بغیر کسی نے بھی عزت و بادشاہت حاصل نہیں کی اس باغ میں جتنے بھی پودے پھلے پھولے ہیں وہ نیچے سے اوپر تک پہنچے ہیں۔

تشریح تشریح طلب بند کے پہلے مصرع میں الطاف حسین حالی نے محنت کرنے والوں کی بات کی ہے۔ محنت ایک مشکل کام ہے مگر جن کو یہ عادت ہو جائے اس طرح کی مشکلات سے گزر جائیں تو وہ لوگ عام نہیں رہتے۔ زمانے کے مزاج کا مطالعہ کریں تو کچھ دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں کہ محنت کی تکالیف سے گزرنے والے لوگ معاشرے میں عام لوگوں میں شمار نہیں کیے جاتے۔ محنت انسان کی پہچان ہے۔ اللہ نے قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے انسان کو (اس کی) مشقت میں پیدا فرمایا ہے۔'' (سورۃ البلد: آیت نمبر ۴)

دوسرے مصرع میں حالی نے اسی مضمون کو آگے بڑھایا ہے کہ محنت کے سخت عمل سے جو لوگ گزرتے ہیں کامیابی و کامرانی بھی انھیں ہی نصیب ہوتی ہے۔ دنیا میں عزت و بلندی کے وہی لوگ حق دار ٹھہرتے ہیں جو محنت پسند ہوتے ہیں اور ان تکالیف کو اپنی تھکاوٹ نہیں بلکہ طاقت و توانائی بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ پُر منزلوں تک کا سفر فخریہ انداز میں طے کرتے ہیں۔ تمام ترقی یافتہ افراد کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو علم ہوتا ہے کہ ان افراد نے محنت کی بنیاد پر یہ عزت و کامیابی سمیٹی ہے۔ بقول ابو تراب:

؎ محنت سے مل گیا جو سفینے کے بیچ تھا دریائے عطر میرے پسینے کے بیچ تھا

تیسرے مصرع میں شاعر نے واضح کیا ہے کہ محنت کے بغیر کسی بھی صورت عزت و بلندی جیسے مقامات حاصل نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ حقیقی کامیابی کے لیے کوئی بھی مختصر راستہ موجود نہیں ہے۔ محنت کا راستہ طویل ہو سکتا ہے لیکن کامیابی اور قلب کا اطمینان اسی راستے ہی سے ملتا ہے۔ راستا کٹھن ہے مگر ناممکن نہیں ہے جو لوگ آگے بڑھ کر اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے خواہاں ہیں وہ صرف اور صرف شاہراہِ محنت پر چل کر ہی زندگی کی منازل کامیابی سے طے کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر ہرگز کسی کو بھی منزل کا راستہ میسر نہیں آیا۔ چوتھے مصرع میں حالی نے پچھلے مصرع کے تسلسل کو برقرار

ـ جانتا پہچانتا ہوں پردہ داری ساز کی ہے شناسائی ازل سے مجھ کو اس آواز کی

پانچویں مصرع میں حالی نے ایک بڑی حقیقت بیان کی ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں اور ہم میں جو بھی صلاحیتیں موجود ہیں وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ ان صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لائے تو یہ اس لحاظ سے بھی درست نہیں ہے کہ ہم نے اللہ کی امانت کو اہلِ جہاں کے سامنے لا کر لوگوں کے لیے آسانیاں کیوں پیدا نہ کیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم نے ان خوبیوں کو تلاش کیوں نہ کیا؟ تو اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری سستی و کاہلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کاہلوں کو پسند نہیں فرماتا اور نہ سست و کاہل لوگوں کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اس کی ناشکری نہیں کرتے۔'' (سورۃ الرعد:11)

چھٹے مصرع میں شاعر نے خبردار کیا ہے کہ ہماری لاعلمی اور غفلت کی وجہ سے ایسا نہ ہو کہ ہم اللہ کی عطا کردہ خوبیوں کو ضائع کر بیٹھیں۔ دنیاداری کے معاملات کو سلجھاتے سلجھاتے یہ نہ ہو کہ عقل و شعور کے سارے معاملات الجھا بیٹھیں۔ ہم پر کچھ ذمہ داریاں ہیں جنھیں نبھانا ہماری اپنی فلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے خود کو نہ سنبھالا اور حواس کا بجا استعمال نہ کیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے مرتکب ہوں گے۔ اس لیے لازمی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خاص خوبیوں کو اپنی سوچ میں تازہ کر کے اس کی حقیقتوں سے باخبر ہوں اگر ایسا نہ ہوا تو ڈر ہے کہ ہم ان خوبیوں کو بغیر کسی فائدے کے استعمال کرنے کی بجائے انھیں گنوا دیں گے اور اپنے وجود کے ساتھ انھیں بھی مٹی کر بیٹھیں گے۔ بقول بہادر شاہ ظفر:

ـ ہوا میں پھرتے ہو گیا حرص اور ہوا کے لیے غرور چھوڑ دو اے غافلو خدا کے لیے

بند نمبر 3
نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اُٹھانا ذرا تیز ہانکو جو ہے دُور جانا
زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو! یہی زور کا ہے

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

حوالہ بند (i) نظم کا عنوان: محنت کی برکات (ii) شاعر کا نام: خواجہ الطاف حسین حالیؔ۔

مفہوم جہاں تک ہو سکے انسان اپنے کام خود کرے اور اسے چاہیے کہ ہمت نہ ہارے صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسا رکھے باقی تمام سہارے یہ سوچ کر چھوڑ دے کہ یہ مستقل نہیں ہیں۔ مشکل وقت میں ادھر اُدھر دیکھنے کی بجائے ہمیشہ اپنے حالات کی گاڑی خود چلاؤ۔

تشریح تشریح طلب بند کے پہلے مصرع میں الطاف حسین حالیؔ نے انسان کو مسلسل ہمت باندھنے کی تلقین کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو کسی بھی حالت میں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اس لیے کہ مایوسی گناہ ہے اس سے بچنے کے لیے انسان کو ہمت سے کام لینا چاہیے اور امید کے دیے اپنے مضبوط اعصاب کے ساتھ روشن رکھنے چاہییں۔ اس طرح انسان کا فطری عظمت کا بھرم قائم رہے گا۔ شاعر یہ پیغام دیتا ہے کہ انسان کو مشکلات کے وقت ہمت نہیں ہارنی چاہیے بلکہ اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیے۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں ثابت قدم رہے اور بہادری کے ساتھ اپنی منزل کی جانب آگے بڑھتا رہے۔ بقول علامہ اقبالؔ:

؎ تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا — تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

دوسرے مصرع میں حالیؔ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے انسان کو ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنے سب کام خود ہی کرنے چاہییں۔ دوسروں پر انحصار اس کی ذات کو کمزور اور سوچ کو ناتواں کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اسی بات کو زندگی کا شعار بنا لینا چاہیے اور اپنی بہتری کے لیے اقدامات اٹھانے چاہییں۔ اگرچہ ابتدا میں ایسا کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر اس کی معراج کا سفر شروع ہوتا ہے جو لوگ اپنے کام خود نہیں کرتے انھیں کئی مقامات پر ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں بھی اللہ ان اقوام کی تقدیر نہیں بدلتا جو خود نہیں بدلنا چاہتیں۔ بقول ظفر علی خان:

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تیسرے مصرع میں شاعر نے ایمان اور یقین کے پختہ ہونے کی بات کی ہے جس کا تعلق عقیدے سے ہے۔ انسان کی زندگی آسان ہو سکتی ہے اگر وہ اللہ کی ذات پر بھروسا کرے اور اسی سے آس و امید لگائے تو اسے جگہ جگہ سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کا سہارا انسان کو بے

آج تو دل کے درد پر ہنس کر درد کا دل دکھا دیا میں نے

تیسرے مصرع میں حالی نے پچھلے تسلسل کو آگے بڑھایا ہے اور بیان کیا ہے کہ ان راستوں سے منزل تک کا راستا تمھیں خود تلاش کرنا ہے۔ دورانِ سفر جتنی بھی مشکلات آئیں گی ان مشکلوں کو ٹالنے کا انتظام تمھیں خود ہی کرنا ہوگا۔ جب تک تم منزل پر پہنچنے کی خواہش نہ کرو گے، اس وقت تک تم منزل حاصل بھی نہیں کر سکتے۔ ارادہ مضبوط کرو، نیت بناؤ فیصلہ کرو کہ تمھیں اپنے لیے زادِراہ بھی خود ہی تلاش کرنا ہے اور منزل تک رسائی اپنی محنت سے ممکن ہے۔ اس فطری عظمت پر اپنے یقین کو پختہ کر کے سفرِ حیات کو جاری رکھو جو قدرت نے تمھیں عطا کی ہے۔ منزل کے لیے سامانِ سفر تمھیں ہی ڈھونڈنا ہے کردار کو اس مقام و بلندی تک لے جا کہ منزل خود تجھے پکارنے لگے۔ بقول محمد عثمان حسیب سیدوی:

منزل کی جستجو میں کیوں بھٹک رہا ہے راہی اتنا عظیم ہو جا کہ منزل تجھے پکارے

زیرِ تشریح بند کے چوتھے مصرع میں شاعر قوم کو حوصلہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک بات کو ذہن نشین کر لو کہ یہاں جو بھی کرنا ہے وہ تمھیں ہی کرنا ہے۔ اس لیے کہ خالق نے تمھیں تخلیق کر کے اپنی نیابت عطا کر دی اور تمھارے سامنے تمام راستے کھول کر رکھ دیے۔ تمھیں شعور عطا کیا کہ علم حاصل کرو اور ان راستوں کا انتخاب کرو جن میں تمھارے لیے فلاح ہے۔ اس دنیا کی ہر چیز تمھارے لیے ہے اور تم ان اوصاف سے سجے ہوئے ہو جن کی بنیاد پر تم کچھ بھی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ ترقی کی منازل جو تم نے طے کی ہیں اگرچہ بڑی کامیابیاں ہیں لیکن ابھی اُن سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ اس لیے اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر، اپنی سوچ کو اس قدر پختہ کر لو کہ تم واقعی خالقِ کل کے نائب بننے کے حق دار نظر آؤ۔ یہ دنیا تمھارے لیے ہے۔ سب کچھ قدرت نے تمھارے تصرف میں دیا ہے اس لیے محنت کرو اور اپنے لیے منزل ڈھونڈ لو۔ بقول عابد ادیب:

جہاں پہنچ کر قدم ڈگمگائے ہیں سب کے اسی مقام سے اب اپنا راستہ ہوگا

پانچویں مصرع میں حالی نے انسانوں کو مزید حوصلہ اس انداز سے فراہم کیا ہے کہ ہمت اور حوصلہ قدرت کی بڑی عنایتیں ہیں۔ تیری ہمت کے ہاتھوں میں قدرت کا زور موجود ہے۔ ہار کر، سہم کر بیٹھ جانے والے بلندیوں کا سفر کرنے کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمت جیسی قوت عطا کر کے تمھیں وہ انفرادیت عطا کی ہے کہ تم ستاروں پر کمند ڈال سکتے ہو چاند پر گھر بنانے کے خوابوں کو حقیقت میں بدل سکتے ہو۔ مریخ پر سیرگاہیں بنا سکتے ہو، خلا کو تسخیر کر سکتے ہو لیکن ان سب کے لیے یقین کے ساتھ ہمت کرنے کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے:

''ہمتِ مرداں، مددِ خدا''

بار	بوجھ	باری
باز	ایک شکاری پرندہ	دوبارہ، کھلا ہوا
بیت	گھر	شعر
تاک	تاک جھانک	انگور کی بیل
تکرار	جھگڑا	بار بار دہرانا

عرصہ	مدّت	میدان
عرض	گزارش	چوڑائی
فصل	فاصلہ	موسم
قصور	قصر کی جمع، محلات	غلطی
کان	معدنیات نکلنے کی جگہ	جسم کا حصہ

۵۔ درج ذیل ذُو معنی الفاظ کے معنی لکھیں۔

جست، غریب، کل، مانگ، لہر، سنگ، کف، لگن، مالٹا، محل

الفاظ	پہلا معنی	دوسرا معنی
جست	چھلانگ لگانا	نیل گوں سفید دھات
کل	آرام	آنے والا دن
لہر	پانی کی موج	امنگ، وہم
کف	کپڑے کی دوہری پٹی جو قمیص کی آستین کے آگے لگاتے ہیں	ہتھیلی
مالٹا	سنگترے کی قسم کا پھل	ایک ریاست کا نام

الفاظ	پہلا معنی	دوسرا معنی
غریب	نادار، عجیب	مسافر
مانگ	ضرورت	سر کے بالوں کی درمیانی لکیر
سنگ	پتھر	ساتھ
لگن	پرات، ٹب	تعلق، نسبت
محل	بادشاہوں/امیروں کا مکان	موقع، وقت

اصنافِ نظم

اصنافِ نظم بہت سی ہیں جن میں سے کچھ کا بیان "حمد" میں آ چکا ہے، کچھ کی وضاحت یہاں بیان کی جاتی ہے۔

۷۔ نظم ''محنت کی برکات'' کا مرکزی خیال لکھیں جو تین چار سطروں سے زیادہ نہ ہو۔

جواب: نظم کے شروع میں دیکھیں۔

۸۔ درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحولیاتی نظام کی بقا اور تنوع کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ زمین پر موجود ہر جانور کا قدرتی ماحول اور ماحولیاتی توازن میں ایک مخصوص کردار ہوتا ہے اور اگر کسی نوع کی تعداد کم ہو جائے یا وہ معدوم ہو جائے تو اس کے اثرات پورے نظام پر پڑ سکتے ہیں۔ انسانی سرگرمیوں جیسا کہ جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی نے بہت سے جانوروں کی نسلوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ جانوروں کے تحفظ کے اقدامات کے ذریعے ہم نہ صرف ان انواع کو بچا سکتے ہیں بلکہ مستقبل کی نسلوں کے لیے ایک متوازن اور پائیدار ماحول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قدرت کے ان قیمتی اثاثوں کی حفاظت کریں اور ان کے لیے محفوظ مقامات اور قوانین کو مضبوط بنائیں تا کہ وہ قدرتی ماحول میں آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

سوالات: (الف) جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحول کے لیے کیوں ضروری ہے؟

جواب: جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحولیاتی نظام کی بقا اور تنوع کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

(ب) وہ کون سی انسانی سرگرمیاں ہیں، جو جانوروں کو خطرے سے دوچار کر سکتی ہیں؟

جواب: انسانی سرگرمیوں جیسا کہ جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی نے بہت سے جانوروں کی نسلوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

(ج) جانوروں کی نایاب انواع و اقسام کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟

جواب: جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی کو ختم کر کے حکومتی اور عوامی سطح پر تحفظ فراہم کر کے جانوروں کی نایاب انواع و اقسام کو بچایا جا سکتا ہے۔

(د) عبارت کا موزوں عنوان تجویز کریں۔

جواب: جانوروں کا تحفظ ماحولیاتی نظام کی بقا کی ضرورت و اہمیت۔

(۲۴) "محنت کی برکات" نظم لکھی ہے:

(ا) حالی نے (ب) ذوق نے (ج) غالب نے (د) فراز نے

(۲۵) وہ الفاظ جن کے دو یا دو سے زیادہ معنی ہوں، کہلاتے ہیں:

(ا) مترادف (ب) ذو معنی (ج) متضاد (د) متلازم

(۲۶) "آب" کے ذو معنی الفاظ کی درست فہرست ہے:

(ا) پانی، چمک (ب) برتن، لگن (ج) دوست، چمک (د) محبت، ہمت

(۲۷) "بیت" کے ذو معنی الفاظ ہیں:

(ا) بات، بحث (ب) گھر، شعر (ج) دور، خاص (د) لوگ، رشتہ

(۲۸) "مانگ" کے ذو معنی الفاظ ہیں:

(ا) قدر و قیمت، بالوں کی لکیر (ب) بھیک، شادی (ج) لمحہ، ساتھ (د) شہر، فارغ

(۲۹) "مبادا" کا درست تلفظ ہے:

(ا) مُبَادَا (ب) مِبادا (ج) مَبادَا (د) مِبادِا

(۳۰) "تکلف" کے درست اعراب ہیں:

(ا) تِلَف (ب) تَلَف (ج) تُلَف (د) تَلِف

(۳۱) "قصیدہ" کے لغوی معنی ہیں:

(ا) خوش ہونا (ب) ارادہ کرنا (ج) پڑھنا (د) شاعری کرنا

(۳۲) بہت پرانی صنف نظم ہے:

(ا) قصیدہ (ب) غزل (ج) آزاد نظم (د) پابند نظم

(۳۳) شاعر ارادتاً کسی کی مدح و ستائش کرتا ہے:

مختصر جوابی سوالات

دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

۱۔ جہان میں کس کو بڑائی ملتی ہے؟ جواب: جہان میں اس کو بڑائی ملتی جو مشقت کی ذلت اٹھاتا ہے۔

۲۔ مشقت کے بغیر کون سی چیز نہیں ملتی؟ جواب: فضیلت، عزت، فرماں روائی مشقت کے بغیر نہیں ملتی۔

۳۔ کون سی چیز استعمال نہ کرنے سے مٹی ہو جاتی ہے؟ جواب: مخفی جوہر جو ہمیں قدرت نے دیے ہیں، استعمال نہ کرنے سے مٹی ہو جاتے ہیں۔

۴۔ ''مٹی ہو جانے'' سے کیا مراد ہے؟ جواب: مٹی ہو جانے سے مراد ہے ضائع ہو جانا۔

۵۔ بھاری بوجھ اٹھانا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ جواب: بھاری بوجھ اٹھانا ہو تو چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔

۶۔ بشر کو کون سے سہارے چھوڑ دینے چاہییں؟ جواب: بشر کو خدا کے سوا ہر سہارا چھوڑ دینا چاہیے۔ باقی تمام سہارے عارضی ہیں۔

۷۔ آڑے وقت میں کیا کرنا چاہیے؟ جواب: آڑے وقت میں دائیں بائیں نہیں جھانکنا چاہیے۔ اپنی گاڑی کو خود ہانکنا چاہیے۔

۸۔ ''قصیدہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''قصیدہ'' کے لغوی معنی ''قصد'' کے ہیں۔ قصیدے میں شاعر ارادتاً کسی کی مدح و ستائش کرتا ہے۔

۹۔ قصیدے کے کون سے چار حصے ہیں؟ جواب: تشبیب، گریز، مدح اور دعا۔

۱۰۔ غزل سے کیا مراد ہے؟ جواب: وہ صنف شاعری جس میں عشق و محبت کا ذکر ہوتا ہے، ''غزل'' کہلاتی ہے۔

۱۱۔ ''مرثیہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''مرثیہ'' کے لغوی معنی غم و الم کے ہیں۔ وہ نظم جس میں مرنے والے کا ذکرِ خیر کیا جاتا، ''مرثیہ'' کہلاتی ہے۔

۱۲۔ ''مثنوی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ صنف شاعری جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں، ''مثنوی'' کہلاتی ہے۔ مثنوی میں تاریخی

انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ عشق کی سلطنت میں اپنی حکومت اس طرح بنا کہ تیرا کردار تیری گواہی بن جائے اپنے لیے منزل اسی راستے سے تلاش کر اور بلندی کے حصول کے لیے اپنی محنت میں ریاضت کے اصول شامل کر اپنی صلاحیتوں کو اپنی طاقت بنا اسی بل پر اپنی حیثیت کو زمانے کے سامنے لے کر آ دنیا خود ہی تیری کامیابی اور مرتبے کی معترف ہو جائے گی۔ بقول علامہ اقبالؒ:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا ۔۔۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دوسرے مصرع میں علامہ اقبالؒ نوجوانوں کو مثبت عمل پر ابھارتے ہوئے کہتے ہیں ہو کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو اور جدید دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے خواہش مند ہو تو پھر محنت کو اپنا شعار بناؤ۔ اس لیے کہ محنت ہی وہ کنجی ہے جو کامیابی کے راستے انسان کے لیے کھولتی ہے۔ سستی اور کاہلی انسان کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی کاہلوں اور سست لوگوں کی مدد نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اس کی ناشکری نہیں کرتے۔'' (سورۃ الرعد:11)

اس لیے نئے راستے تلاش کرو وہ راستے جو علم اور سائنس کی ترقی کے راستے ہیں۔ اب دنیا ایجادات کی دوڑ میں ہے اور ایسے عالم میں اگر تم جدید علم کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف نہیں کرو گے تو بہت پیچھے رہ جاؤ گے۔ اسی زمانے سے ترقی کی بنیاد پر نئی دنیا تلاش کر۔ نئے شام و سحر ڈھونڈ اور دنیا کو اپنے ہونے کا احساس اپنی محنت کی بنیاد پر دلا۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، دنیا تیز رفتاری سے اس شاہراہ پر دوڑ رہی ہے اس راہ میں جو بھی سستی اور کاہلی دکھائے گا، زمانہ اسے اپنے پاؤں تلے روند کر چلا جائے گا۔ اقبالؒ بار بار مسلسل محنت کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مسلسل محنت کے ساتھ اپنے لیے نیا زمانہ اور نئے رنگ و روشنی کے مظہر تخلیق کرو۔ بقول علامہ اقبالؒ:

چلنے والے نکل گئے ہیں ۔۔۔ جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

شعر نمبر 2 خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو ۔۔۔ سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فطرت شناس	فطرت کو سمجھنے والا	سکوت	خاموشی	کلام کرنا	مخاطب کرنا، بات چیت کرنا

نظم کا عنوان: جاوید کے نام   شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

ترجمہ: میں انگور کی بیل ہوں میری شاعری ہی میرا پھل ہے تُو میرے پھل سے پھولوں جیسی سُرخ شراب تیار کر لے۔

تشریح: تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں علامہ اقبالؒ نے اپنے آپ کو انگور کی بیل سے تشبیہ دی ہے اور اپنی شاعری کو اپنا پھل قرار دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے صنفِ شاعری غزل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بنیادی طور پر وہ اپنے بیٹے کے ذریعے نوجوانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ میری ریاضتیں میری شاعری میں شامل ہیں۔ اپنی سوچ میں اپنے خیالات کی جو آب یاری انھوں نے کی ہے وہ ان کی شاعری میں اب اس طرح شامل ہے کہ جیسے کسی پر تر و تازہ پھل ظاہر ہوتا ہے۔ میری علمی ریاضت، مذہبی فکر، معاشرتی تخیل سب اس میں سمائے ہوئے ہیں بس تجھے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر تو میری شاخ پر لگے ہوئے پھل سے اپنی سوچ کو تازہ کر لے تو تیری فکری بلندی اس قدر اعلیٰ ہو جائے گی کہ دنیا تیری فکر سے اپنے خیالات کو مزین کرے گی۔ اب یہ تیری محنت پر ہے کہ تو میرے شاعرانہ فلسفے کو اپنی سوچ میں کس طرح داخل کرتا ہے۔ جب کہ یہ بات حقیقت ہے کہ جو کچھ بھی تجھے میسر آئے گا۔ وہ یہیں سے ملے گا۔ تیری ہر فکر کی تکمیل اسی میں ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو میری شاعری کے لیے یوں وقف کر لو کہ تیری سوچ میں میرا لہجہ گونجنے لگے اور تو میرے خیالات سے مستفید ہو کر اپنے لیے راستہ بنا لے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

تلاش اس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا   جہانِ تازہ مری آہِ صبح گاہ میں ہے

دوسرے مصرع میں علامہ اقبالؒ نے نوجوان نسل سے کہا ہے کہ میری شاعری پر لگے ہوئے پھل سے اپنی سوچ کو تازہ کر اور ان پھولوں سے سرخ اور خالص شراب تیار کر جب تم حقیقت کا دامن پکڑ لو گے تو سچائی خود ہی تمھاری فکر میں شامل ہو جائے گی۔ جھوٹ، فریب اور دھوکے سے دامن بچا۔ اس سچائی کی طرف اپنی فکر کو لے کر چل جس سے تیری شاعری کی زینت بنے۔ میری شاعری کے مقصد سے آگاہ ہو پھر انھیں سمجھ کر تمھیں علم ہو گا کہ مقامِ معرفت کیا ہے؟ جب تمھیں معرفت کا عرفان حاصل ہو جائے تو اسے اس طرح ذہن نشین کر لو کہ تمھاری سوچ میں مذہبی، ملی اور سیاسی شعور کے نئے زاویے جنم لینے لگیں۔ لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب تم نے اپنی سوچ کو خالص کیا۔ یہ تزئین و آرائش آسان نہیں ہے مگر میں نے اپنی ریاضت کے ثمر تیری فکر کے سامنے کھول کر رکھ دیے ہیں۔ اب ان پر کاربند ہونا تمھارا کام ہے۔ میں نے تمھارے لیے راستہ بنا دیا ہے۔ یہ راستہ تمھیں منزل کی

(د) سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کرنے سے علامہ اقبالؒ کی کیا مراد ہے؟

جواب: سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کرنے سے مراد پھولوں سے خاموشی سے کلام کرنا ہے۔ علامہ اقبالؒ اس سے یہ مُراد لیتے ہیں کہ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو گے تو تم پر قدرت کے راز کھلیں گے۔

(ہ) علامہ اقبالؒ نے اپنے طریق کو فقیری کیوں کہا ہے؟

جواب: علامہ اقبالؒ نے اپنے رہن سہن کو سادہ قرار دیا ہے اس لیے کہ رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فقر کو فخر کہا تھا۔ اسی بنیاد پر علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے طریقے کار کو فقیرانہ قرار دیا ہے۔

۳۔ اِعراب لگا کر درست تلفّظ واضح کریں۔

صبح و شام، دل فطرت شناس، شاخِ تاک، سفالِ ہند، مینا و جام، شیشہ گرانِ فرنگ۔

جواب: صُبح و شَام، دِلِ فِطرَت شَنَاس، شَاخِ تَاک، سِفَالِ ہِنْد، مِینَا وجام، شِیشَہ گرانِ فَرَنگ۔

خط نگاری: خط ایک تحریری ملاقات ہے اس لیے خط کو ''نصف ملاقات'' بھی کہتے ہیں۔ خط لکھتے وقت درج ذیل امور کو پیشِ نظر رکھیں:

- خط کے آغاز میں پیشانی پر تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) لکھیں۔
- خط لکھتے وقت یوں سمجھیں کہ آپ جسے خط لکھ رہے ہیں، وہ آپ کے رُوبرو بیٹھا ہے اور اس کے بڑے چھوٹے ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کریں۔
- آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں الفاظ کی بچت کرتے ہوئے مختصر طور پر لکھیں اور صرف مطلب کی باتیں لکھیں تا کہ پڑھنے والے کا وقت ضائع نہ ہو۔
- خط میں مقامِ روانگی، تاریخ، القاب و آداب اور نفسِ مضمون کے تقاضوں کا خیال رکھا جائے۔

۴۔ ان ہدایات کی روشنی میں دوست کے نام گرمیوں کی چھٹیاں اپنے یہاں گزارنے کی دعوت کے حوالے سے ایک خط لکھیں۔

جواب:

امتحانی مرکز

(۸) "جاوید کے نام" نظم لکھی ہے:

(ا) علامہ اقبالؒ نے (ب) غالبؔ نے (ج) ذوقؔ نے (د) سوداؔ نے

(۹) "بانگِ درا" لکھی ہے:

(ا) علامہ اقبالؒ نے (ب) غالبؔ نے (ج) ذوقؔ نے (د) سوداؔ نے

(۱۰) دیارِ عشق میں اپنا پیدا کر:

(ا) مقام (ب) نام (ج) پہچان (د) رجحان

(۱۱) خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو تو سکوتِ لالہ و گل سے پیدا کر:

(ا) رابطہ (ب) کلام (ج) محبت (د) شان

(۱۲) میں شاخِ تاک ہوں میری غزل ہے:

(ا) میرا سبق (ب) میرا علاج (ج) میرا شوق (د) میرا ثمر

(۱۳) میرا طریق امیری نہیں:

(ا) غریبی ہے (ب) فقیری ہے (ج) عاجزی ہے (د) امارت ہے

(۱۴) خودی نہ بیچ غریبی میں پیدا کر:

(ا) نام (ب) جام (ج) کام (د) دام

(۱۵) "شیشہ گرانِ فرنگ" سے مراد ہے:

(ا) شیشے بنانے والے انگریز (ب) شیشہ توڑنے والے انگریز (ج) بت توڑنے والے مسلم (د) بت بنانے والے ہندو

(۱۶) "سفالِ ہند" سے مراد ہے:

۱۴۔ پیامِ لطیف (نظم)

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۶۸۹ء ــــ ۱۷۵۲ء)
شیخ ایاز (مترجم) (۱۹۲۳ء ــــ ۱۹۹۷ء)

شاعر کا تعارف

شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھ کی صوفی بزرگ ترین شخصیت ہیں۔ آپ کے کلام میں محبت میں اخوت اور رواداری کی تعلیم ہے۔ آپ کا کردار، گفتار وروحانی فیوض وبرکات کا ذریعہ ہے۔ آپ کا آباد کردہ ریت کا ٹیلا ''بھٹ'' دنیا بھر میں شہرت کا حامل ہے۔ آپ کی سندھی شاعری کا مجموعہ ''شاہ جو رسالو'' کے نام سے شائع ہوا۔ اسی میں سے منتخب کردہ چند اشعار کا منظوم ترجمہ ''پیامِ لطیف'' کے نام سے شاملِ نصاب ہے۔

شیخ ایاز (مترجم) شیخ ایاز کا تعلق صوبہ سندھ کے شہر شکار پور سے ہے۔ آپ کے والد مکرم شیخ غلام حسین سندھی، فارسی اور اُردو زبان سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ اس زمانے کے مشہور رسائل ''ہمایوں''، ''ادبی دنیا'' اور ''نیرنگِ خیال'' باقاعدگی سے آپ کے گھر آتے تھے۔ شیخ ایاز نے میٹرک تک تعلیم آبائی شہر سے حاصل کی۔ اس کے بعد کراچی سے بی۔اے اور ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں حاصل کرکے وکالت کی پریکٹس کی۔ پھر سکھر منتقل ہوئے اور وہیں یہ سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا پہلا ادبی کارنامہ شکار پور سے ''آگی قدم'' کا اجرا تھا۔ شیخ ایاز کو اُن کی ادبی خدمات پر حکومت نے ''ہلالِ امتیاز'' بھی دیا۔ شیخ ایاز کو جدید سندھی ادب کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کو سندھی صوفی بزرگ ''شاہ عبداللطیف بھٹائی'' کے منظوم مترجم کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

مرکزی خیال اللہ ہی کی ذات اول و آخر ہے اللہ ہی سب کو سہارا دینے والا ہے اور وہی مدحت کا درجہ رکھتا ہے اس لیے کہ ہر چیز پر وہ قادر ہے۔ جس نے اسے محبوب بنالیا اور اسے وحدہ لاشریک سمجھا اسی کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم مرتبہ کو جان گیا اور جو غفلت میں پڑا، گناہوں میں گھر گیا، خزانوں کی جگہ پتھر جمع کیے۔ افسوس کہ غفلت میں کھو کر اپنا وعدہ توڑ دیا۔

"وہ جو شاخ پر سوئے ہوئے پرندے کو گرنے نہیں دیتا اے انسان! تو نے کیسے سوچ لیا وہ تجھے تنہا کر دے گا یا گرنے دے گا۔"

تیرا ہی اختیار ہے کہ تو سب کو عطا کرنے والا ہے۔ سب کو تیری ذات ہی کا سہارا ہے تو وحدہ، لاشریک اور کرم کرنے والا رب ہے۔ تیری ہی ذات سے منسلک ہو کر انسان خوشیاں حاصل کر سکتا ہے۔ سب بے آسروں کا آسرا تیری ہی ذات ہے تُو ناممکن کو ممکن کر دیتا ہے۔ تجھ ہی سے آس و امید رکھنی چاہیے۔ بقول حسن محی الدین:

ہر پھول کے بدن میں کلیوں کے بانکپن میں　　　مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

شعر نمبر 3　کم ہے جتنی کریں تیری توصیف　　　تُو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
توصیف	صفت، خوبی بیان کرنا	اعلیٰ	بلند	علیم	جاننے والا

(i) **نظم کا عنوان:** پیامِ لطیف　(ii) **شاعر کا نام:** شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ　(iii) **مترجم:** شیخ ایاز

مفہوم اے اللہ تیری جس قدر تعریف بیان کی جائے کم ہے۔ تو سب سے اعلیٰ اور سب جاننے والا ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کیے ہیں اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عبد ہونے کے ناطے مجھ میں یہ خوبی نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کر سکوں۔ کہاں وہ اللہ وحدہٗ لاشریک اور کہاں میں کم تر اس کی صفات بیان کرنا کسی بھی انسان کے اختیار میں کب ہے؟ وہ سب سے اعلیٰ ہے اس کی بلندی و عظمت مسلم ہے۔ اسی بلند ذات والے کے لیے سب تعریفیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"　(سورۃ الفاتحہ: ۱)

انسان اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفت بیان کرے وہ کم ہے اس لیے کہ اس نے انسان کو کیا عطا نہیں فرمایا ہے، اس نے ایسی ایسی نعمتیں انسان کے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر بیان کرتے ہیں کہ انسان کے لیے لازمی یہ ہے کہ ان حقائق کا اظہار دونوں طرح سے کیا جائے۔ مراد یہ ہے کہ دل سے توحید و رسالت پر ایمان لایا جائے اور زبان سے بھی اس کا برملا اظہار کیا جائے۔ جس نے دل و زبان سے توحید و رسالت پر ایمان لا کر اظہار کیا یعنی کہ دل سے مان کر ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا اور زبان سے اقرار کر کے اعلان کیا کہ میں ایمان لایا تو حید و رسالت پر تو اس پر اس کی رحمتیں نچھاور ہوئیں۔ اس پر کرم کے دروازے کھل گئے وہ راہِ ہدایت پر گامزن ہو گیا۔ اس کا ایمان مکمل ہوا۔ کلمہ شہادت میں اسی بات کا اقرار ہے۔

"میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو دل سے تسلیم کر لینا ہی انسان کی حقیقت ہے اور اسی حقیقت میں اس کی فلاح ہے۔

بقول عزیز صفی پوری:

آغاز تو ہے، انجام تو ہے ایمان تو ہی اسلام تو ہے
ہے تجھ پہ عزیز خستہ فدا اے نور محمدؐ

شعر نمبر 6
جس کی خاطر بنی ہے یہ دُنیا
اس محمدؐ کا مرتبہ جانا

حلِ لغت

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
کے لیے	خاطر	جہان	دنیا	مقام	مرتبہ

(i) نظم کا عنوان: پیامِ لطیف (ii) شاعر کا نام: شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (iii) مترجم: شیخ ایاز

مفہوم جس نے اس حقیقت کو سمجھا کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے صدقے یہ کائنات وجود میں آئی اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو جان لیا اس کے لیے فلاح ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں شاعر نے کائنات کی تخلیق کی وجہ بیان کی ہے کہ اللہ خالقِ کُل ہے۔ سب کچھ اس نے تخلیق فرمایا ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ نے انسان کے مرتبہ کی بلندی کے لیے ایک آسان سا راستہ ظاہر کیا ہے کہ انسان بلند و اعلیٰ ہو سکتا ہے اگر اس کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام قدرت رکھنے والا ہے اور سبھی طاقتوں کا اختیار اور وسعتوں کا دائرہ کار اسی کے بس میں ہے۔ اس کے علاوہ اس کائنات کا نظم و نسق چلانے والا اور کوئی نہیں۔ وہ زندگی اور موت پر اختیار رکھنے والا ہے وہی قادر مطلق ہے اس کی قدرت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے قرآن حکیم میں اس کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' (سورۃ آل عمران: آیت نمبر ۱۶۵)

جس نے اپنے یقین کو اس سچی قدرت رکھنے والے بادشاہوں کے بادشاہ کے حضور اپنے سر کو عالم تسکین میں جھکا دیا اس نے فلاح کے راستے اپنی ذات کے لیے بنائے۔ بقول شاعر:

منظر کی ہر حد سے لے کر پس منظر تک دیکھ لیا   ہر محور کا مرکز تُو ہے حدِ نظر تک دیکھ لیا

زیر تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ انسان کی فلاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے یقین کو اس واحد اللہ پر اس قدر پختہ کرے کہ دنیا کی کوئی بھی شے اس کے یقین کو کمزور نہ کر سکے۔ اس کے ایمان میں کسی قسم کی لڑکھڑاہٹ جنم نہ لے سکے۔ وہ اپنے موقف پر ڈٹ کر کھڑا ہو تو اس کے یقین کو کسی بھی صورت زوال کا اندیشہ نہ ہو۔ لامحدود اختیارات کا حامل اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا و بے مثل ہے۔ اس کے برابر آنے کا تصور جہالت و کفر ہے۔ اس لیے کہ تمام نظامِ کائنات کو ترتیب سے اور شانِ عظیم سے چلانے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی کو زیب دینے والی باتیں ہیں اس کی اپنی ذات ہی اس کے واحد ہونے پر دلیل ہے۔ بقول ظفر علی خان:

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پر ذات اس کی   دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا ایک نام اس کا

شعر نمبر 9 سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن   گوہرِ بے بہا کو چھوڑ دیا

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی

شعر نمبر 11 ہائے وہ عہد جس کو اے مالک! اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہائے	کلمہ افسوس	عہد	وعدہ	مالک	رب، آقا	غفلت	لاپروائی

(i) نظم کا عنوان: پیامِ لطیف (ii) شاعر کا نام: شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (iii) مترجم: شیخ ایاز

مفہوم افسوس! اے میرے مالک کہ میں نے تجھ سے کیا ہوا وعدہ بھی اپنی غفلت اور کوتاہی کی بنیاد پر توڑ دیا۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ بیان کرتے ہیں کہ افسوس وہ وعدہ جو انسان نے اپنے خالق کے ساتھ ہمیشہ اس کا وفادار بندہ بن کر رہنے کا کیا تھا اس وعدے کی پاسداری بھی انسان نہ کر سکا۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں بھی وہ ناکام رہا۔ اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔'' (سورۃ النحل: ۹۱)

شاعر افسوس کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد بھی ہم نہ نبھا سکے جو ہمارا اصل مالک ہے۔ جس کی قدرت و رحمت سے ہمیں ہر طرح کا رزق میسر آتا ہے۔ افسوس ہم اس کے بھی ہو کر نہیں رہ سکے۔ ہم سبق بندگی ادا کرنے سے بھی ہر طرح ناکام رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اپنی مخلوق کو عطا کرنے میں کمی نہیں کی۔

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنی غفلت سے اللہ سے دور ہو گئے ہیں اس سے کیا ہوا عہد اپنی غفلت سے توڑ دیا۔ دنیا کی جھوٹی روشنی کی لپیٹ میں آ کر ہم نے اصل روشنی سے کنارا کر لیا۔ ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوئی تھیں ہم ان سے یکسر غافل ہیں وہ رب جس نے ہمیں سب کچھ عطا کیا اور ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم دنیا کے وسائل سے نفع اٹھانے کے قابل ہوئے پھر ان وسائل کے حصول میں ہم یوں مگن ہوئے کہ ہم نے سچائی سے مُنھ موڑ کر جھوٹ سے تعلق قائم کر لیا۔ اللہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (سورۃ الحشر: ۱۹)

صنعتِ تلمیح: تلمیح کے لغوی معنی ہیں: اشارہ کرنا۔ ادب کی اصطلاح میں کلام میں کسی مشہور قصے، واقعے، شخصیت، جگہ، داستان یا روایت کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی ۔ میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں "ابنِ مریم" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو مُردوں کو بحکمِ ربی زندہ کر دیا کرتے تھے۔

صنعتِ تکرار: تکرار کے لغوی معنی ہیں: بار بار دہرانا لیکن اصطلاح میں صنعت تکرار ایسی صنعت کو کہتے ہیں جہاں مصرعوں یا شعروں میں ایک لفظ کو دو بار یا دو سے زیادہ بار دہرایا جائے۔ جیسے: کیسے کیسے، کہاں کہاں، رفتہ رفتہ وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

صنعتِ تضاد: علمِ بدیع کی اصطلاح میں کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے متضاد یا اُلٹ ہوں۔ مثال کے طور پر ہنسنا اور رونا، سیاہ اور سفید، امید و ناامیدی، رنج اور خوشی، مقدّم اور مؤخر، زمین اور آسمان وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر:

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے ۔ اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

اس شعر میں "بادشاہی اور گدائی" کے الفاظ ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

۵۔ درج ذیل اشعار میں نشان دہی کریں کہ صنعتِ تلمیح، صنعتِ تکرار یا صنعتِ تضاد میں سے کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے۔

مری قدر کر اے زمینِ سخن ۔ تجھے بات میں آسماں کر دیا

جواب: اس شعر میں "صنعتِ تضاد" استعمال ہوئی ہے۔ (زمین اور آسمان)

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب ۔ آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

جواب: اس شعر میں "صنعتِ تلمیح" استعمال ہوئی ہے۔ (کوہِ طور)

(۹) شیخ ایاز کو ادبی خدمات کی بنا پر حکومتِ پاکستان کی طرف سے ملا:

(ا) ہلالِ امتیاز (ب) ہلالِ احمر (ج) ہلالِ جرأت (د) نشانِ حیدر

(۱۰) جدید سندھی ادب کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے:

(ا) شیخ ایاز کو (ب) غالب کو (ج) بلھے شاہ کو (د) ذوق کو

(۱۱) شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے منظوم مترجم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں:

(ا) اقبال (ب) غالب (ج) شیخ ایاز (د) ذوق

(۱۲) شیخ ایاز کی وفات ہوئی:

(ا) ۱۹۹۶ء میں (ب) ۱۹۹۷ء میں (ج) ۱۹۹۸ء میں (د) ۱۹۹۹ء میں

(۱۳) تیری ہی ذات اوّل و آخر، تُو ہی قائم ہے اور تو ہی ہے:

(ا) قدیم (ب) جدید (ج) قریب (د) نزدیک

(۱۴) تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے، تیرا ہی آسرا ہے:

(ا) ربِ کائنات (ب) ربِ عزّت (ج) ربِ کریم (د) یارب

(۱۵) تو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی ہے:

(ا) حکیم (ب) علیم (ج) کریم (د) رحیم

(۱۶) شش جہات سے مراد ہے:

(ا) چار سمتیں (ب) دو سمتیں (ج) چھے سمتیں (د) پانچ سمتیں

(۱۷) قادرِ حقیقی کو جانا:

۲۔ شیخ ایاز کا تعارف کرائیں۔

جواب: شیخ ایاز کا شمار جدید سندھی ادب کے بانیوں میں ہوتا ہے آپ کو مزاحمتی ادیب، ترقی پسند شاعر اور سندھی صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا مترجم کہا جاتا ہے۔

۳۔ نظم "پیامِ لطیف" کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

جواب: نظم "پیامِ لطیف" شیخ ایاز کے رسالے "شاہ جو رسالو سے ماخوذ ہے۔

۴۔ نظم "پیامِ لطیف" میں "والی شش جہات" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ چھے سمتوں یعنی مشرق، مغرب، شمال، جنوب، زمین اور آسمان چھے سمتوں پر حکمران ہے۔

۵۔ اس جہان میں کن لوگوں کو فوقیت ملی ہے؟

جواب: ان لوگوں کو اس جہان میں فوقیت ملی ہے جو یہ جان لیتے ہیں کہ یہ کائنات حضرت محمد رسُولُ اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بنائی گئی ہے اور وہ لوگ جو اپنی ہستی کو پہچان لیتے ہیں۔

۶۔ اس نظم میں آخری شعر میں کس عہد کو توڑ دینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی تو تمام ارواح سے وعدہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ اس کی عبادت اور فرماں برداری کریں گی۔ اس نظم میں اُسی عہد کو توڑ دینے کی طرف اشارہ ہے۔

۷۔ علمِ بدیع سے کیا مراد ہے؟

جواب: بدیع کے لغوی معنی ہیں "انوکھا"۔ وہ علم جس سے تحسین و تزئین کلام کے طریقے معلوم ہوں۔ علم بدیع کہلاتا ہے۔

۸۔ تلمیح کسے کہتے ہیں؟

منظوم کالم نگاری بھی ان کی وجہ شہرت ہے۔

تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں دلاور فگار نے مشاعرہ کے مقاصد بیان کیے ہیں۔ انھوں نے خوب صورتی کے ساتھ انگریزی کے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ پہلے مصرع میں ''ایم'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اُردو زبان میں جس کے معنی مقصد کے ہوتے ہیں۔ مشاعرہ جس میں شعرا اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں ان کی زندگی کی ریاضتوں اور تجربات کا عکس ہوتا ہے۔ جسے وہ خوب صورت الفاظ کی پوشاک پہنا کر سامعین تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہر شعر پر داد وصول کرنا بھی ہے تو اس طرح مشاعرہ کا مقصد کچھ اور واضح ہو جاتا ہے کہ سننے والوں کو احساسِ فرحت بھی نصیب ہو۔ شاعری میں بھی سننے والے اپنے پسندیدہ شاعر کے لیے واہ واہ کی صداؤں کی سوغات اپنے ساتھ لاتے ہیں اور اس طرح کے ماحول سے اپنے جذبات کی تسکین کے لیے اپنی پسند کے اشعار سے جی بہلاتے ہیں۔ اس طرح مشاعرے کا مقصد صرف خیالات کا اظہار ہی تو نہ ہوا بلکہ اس کا مقصد تفریحِ طبع بھی ہے۔ آج کل تو بالخصوص یہی کام چل رہا ہے کہ خیالات سے آگاہی پسِ پشت ڈال دی گئی ہے۔ یوں شاعری میں پیغام سے زیادہ تفریح کا رنگ شامل ہو گیا ہے۔ بقول احمد شناس:

؎ جانکاری کھیل لفظوں کا زباں کا شور ہے جو بہت کم جانتا ہے وہ یہاں شہ زور ہے

دوسرے مصرع میں شاعر نے مشاعرہ کو کرکٹ سے ملایا ہے اور طنزیہ انداز اختیار کرتے ہوئے مزاحیہ طریقے سے بتایا ہے کہ اب مشاعرہ بھی کرکٹ کے کھیل کی طرح ایک کھیل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس میں اب سامعین سے زیادہ تماشائیوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اب شاعری میں شہرت کی خواہش شعرا کو اس بات پر اکساتی ہے کہ ایسی شاعری کی جائے جس کا مقصد خواہ کچھ نہ ہو لیکن سننے والوں سے داد مل جائے۔ داد کے لیے معیار نہیں محفل کے مزاج کی بات ہے کرکٹ کا کھیل ہو یا مشاعرہ کی محفل دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ تفریح کا سامان مہیا کیا جائے۔ جس طرح کرکٹ کے کھیل میں اپنی اپنی پسند کی ٹیم یا کھلاڑیوں کے لیے میدان میں آئے ہوئے تماشائی مختلف طریقوں سے ان کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح مشاعروں میں آئے ہوئے سامعین بھی اپنی پسند کے شعرا پر اپنا اسی قسم کا ہنر آزماتے ہیں۔ جس قدر دادِ تحسین میں شور شرابہ ہوگا اسی قدر مشاعرہ جاندار و شاندار محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح مشاعرہ بھی آج کل برصغیر کے مقبول کھیل کرکٹ کی صورت میں ڈھل گیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اب دونوں

دوسرے مصرع میں شاعر نے کرکٹ اور مشاعرہ کے موازنہ کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے شاعری کے لیے ریاضت کی کون سی قسم کی ضرورت ہے؟ اور یہ ریاضت کیوں ضروری ہے؟ اس کی وضاحت کی ہے۔ جس طرح کرکٹ میں جسمانی ورزش جسم کی مضبوطی کے لیے لازمی ہے اسی طرح مشاعرہ میں شرکت کرنے والے شعرا کا گلا تن درست و توانا ہونا لازمی ہے۔ اسی لیے کہ گلے کا کردار شعر پڑھنے میں اہم ہے۔ گلا صحیح ہو تو آواز واضح طور پر دوسروں کی سماعت تک پہنچے گی۔ اس لیے شاعری میں گلے کا صحیح ہونا اہم ہے تو شعر کہنے کی ریاضت میں گلے کی ریاضت لازمی ہے۔ کھیل کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے شاعر نے اسی بات کی وضاحت کی ہے کہ شعر کہنا اگر ایک فن ہے اور اس کی ریاضت کٹھن ہے لیکن شعر پڑھنا بھی ایک ہنر ہے اور یہ ہنر گلے کے ساتھ منسلک ہے۔ جب شاعر مشاعرہ میں اپنے اشعار سامعین تک پہنچاتا ہے تو اسے داد اسی صورت میں نصیب ہوتی ہے۔ جب سننے والوں تک واضح الفاظ میں آواز پہنچتی ہے۔ اس لیے کھیل اور شاعری میں ریاضتیں ضروری ہیں تا کہ شعر پڑھنے کا ہنر بہتر طور پر سامنے آ سکے۔ بقول جاں نثار اختر:

؎ اشعار مرے یوں تو زمانے کے لیے ہیں　　کچھ شعر فقط ان کو سنانے کے لیے ہیں

شعر نمبر 4:

وہاں بھی کھیل میں نو بال ہو تو فاؤل ہے
یہاں بھی شعر میں اِہمال ہو تو فاؤل ہے

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فاؤل	انگریزی لفظ Foul، قاعدے کی رو سے غلط ہونا	اہمال	غیر واضح

(i) **نظم کا عنوان:** کرکٹ اور مشاعرہ　(ii) **شاعر کا نام:** دلاور فگار

مفہوم کرکٹ کے کھیل میں اگر نو بال کروائی جائے تو قاعدے کی رو سے غلط ہے اسی طرح اگر بے معنی شعر ہو تو شعری قواعد کے تحت وہ بھی غلط ہوتا ہے۔

شعر نمبر 6:

وہاں بھی صرف مُقدّر کا کھیل ہوتا ہے
جو اُن کی ہے یہاں بھی وہ فیل ہوتا ہے

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مقدر	قسمت،تقدیر	فیل	ناکام	کھیل	تماشا

(i) **نظم کا عنوان:** کرکٹ اور مشاعرہ (ii) **شاعر کا نام:** دلاور فگار

مفہوم میدان میں اگرچہ صلاحیتوں کا بھی دخل ہے مگر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ قسمت کا بھی اس میں بہت دخل ہے۔ محفلِ مشاعرہ میں بھی کوئی بدقسمت ہوتو ناکام ہوجاتا ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں دلاور فگار نے بیان کیا ہے کہ کھیل کے میدان میں بھی مقدر کا دخل بہت زیادہ ہے۔ خاص طور پر کرکٹ کے کھیل میں قسمت پر بہت انحصار ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اچھا شارٹ کھیل کر بھی بلے باز پویلین لوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح باؤلر بھی کبھی اچھا بال پھینکتا ہے تو بلے کا کنارا لگ کر گیند میدان سے باہر جا گرتی ہے۔ ایسے عالم میں صلاحیت بے معنی ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ قسمت ساتھ نہیں دیتی۔ شاعر مزید بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ صرف اور صرف مقدر ہی کا کھیل ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ محنت بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن محنت کے ساتھ ساتھ قسمت کا مہربان ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ انسان تو اپنے حصے کی کوشش کرتا ہی ہے لیکن مقدر کا اچھا ہونا بھی ضروری ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ہاتھوں کی لکیروں سے مات کھا جاتا ہے۔ بقول کیفی اعظمی:

ریکھاؤں کا کھیل ہے مقدر ریکھاؤں سے مات کھا رہے ہو

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ کھیل کے میدان میں قسمت سے شکست کھاتے ہیں اسی طرح مشاعروں میں بھی ایسے بدقسمت لوگ موجود ہوتے ہیں [illegible]

عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بس ہٹ لگائے جاتے ہیں مگر ان کے اس طرح ہٹ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بقول عزیز:

؎ بے ہنر، با ہنر نہیں ہوتے ایسے لوگ، معتبر نہیں ہوتے

شعر نمبر 9:

وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت کاٹتے ہیں
یہاں بھی کچھ متشاعر دماغ چاٹتے ہیں

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اناڑی	ناتجربہ کار، بے سلیقہ	متشاعر	ایک ایسا شخص جو شاعر نہ ہو مگر زبردستی شاعر کہلوائے	کاٹتے	گزارتے

(i) **نظم کا عنوان:** کرکٹ اور مشاعرہ (ii) **شاعر کا نام:** دلاور فگار

مفہوم کرکٹ کے میدان میں جو لوگ ناتجربہ کار ہوتے ہیں وہ میدان میں وقت ضائع کرتے ہیں جب کہ شاعری میں جو لوگ زبردستی کے شاعر بنے ہوتے ہیں وہ صرف اور صرف دماغ چاٹنے آتے ہیں۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں دلاور فگار نے کرکٹ کے کھیل اور مشاعرہ کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہر شعبہ میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو باصلاحیت جو اپنے شعبہ کی ضرورت ہوتے ہیں اور ان کے بغیر ان کا شعبہ نامکمل سا محسوس ہوتا ہے مگر دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے شعبہ میں کسی صورت بھی درست انتخاب نہیں ہوتے۔ ایسے ناتجربہ کار اور بدسلیقہ لوگ اگر کھیل کے میدان میں ہوں بالخصوص کرکٹ ٹیم کا حصہ کسی بھی طرح بن جائیں تو یہ وقت کا ضیاع کرتے ہیں۔ ایک بوجھ کی طرح ہوتے ہیں جس کا خمیازہ ساری ٹیم بھگت رہی ہوتی ہے۔ یہ جب تک میدان میں رہتے ہیں صرف وقت ضائع ہوتا ہے اس لیے کہ یہ ناتجربہ کاری کے ساتھ ساتھ پھوہڑ قسم کے بھی ہوتے ہیں یہ کچھ سیکھنے کی

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ کرکٹ کے کھیل میں جب بلے باز آؤٹ ہوتا ہے تو عام طور پر اسے غصہ آتا ہے۔ کبھی وہ اس غصہ کا اظہار کرتا ہے اور کبھی اپنے غصے کو اپنے ہی اندر دبا کر چلا جاتا ہے۔ لیکن وہ بلے باز جو رن آؤٹ ہوتا ہے۔ جس میں وہ اکیلا قصوروار نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ کھیلنے والا بھی شریکِ جرم ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مشاعرہ میں بھی کسی کو داد نہیں ملتی، بعض اوقات اچھے کلام کے بعد بھی یہ اعزاز اسے حاصل نہیں ہوتا تو ایسا شاعر بھی اچھا پڑھنے کے باوجود بھی داد سے محروم رہتا ہے۔ جس طرح اچھا کھلاڑی اچھا کھیلتے کھیلتے اچانک رن آؤٹ ہو جاتا ہے اسی طرح اچھا شاعر بھی داد نہ ملنے کی وجہ سے رن آؤٹ ہو جاتا ہے۔

شعر نمبر 12:

مرے خیال کو اہلِ نظر کریں گے کیچ
مشاعرہ بھی ہے اس طرح کا کرکٹ میچ

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اہلِ نظر	دانش ور	کیچ	پکڑنا	کرکٹ میچ	کھیل کا نام۔

(i) **نظم کا عنوان:** کرکٹ اور مشاعرہ (ii) **شاعر کا نام:** دلاور فگار

مفہوم میرے خیالات اور میری سوچ کو دانش ور ضرور سمجھیں گے کہ مشاعرہ بھی ایک طرح سے کرکٹ کا میچ ہی ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں دلاور فگار دانشوروں کی سمجھ بوجھ کا ذکر کر رہے ہیں کہ میں نے جو بھی خیالات بیان کیے ہیں کرکٹ اور مشاعرہ کے متعلق وہ لوگ ضرور سمجھیں گے جنھیں قدرت نے شعور و فہم سے نوازا ہے۔ وہ میری بات کو سمجھ کر اس سے متفق بھی ضرور ہوں گے کہ میری رائے درست ہے۔ وہ میری بات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھیں گے اور مجھے یقین ہے کہ ان کی سوچ میری سوچ کی ہم خیال ہوگی۔ کرکٹ اور مشاعرہ میں فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی طرح کے ہیں۔ بس یہ فرق ہے کہ کرکٹ میں کھلاڑی ہوتے ہیں یہاں شاعر ہوتے ہیں۔ اس بات سے عام آدمی تو

۵۔ درج ذیل تراکیب ومحاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔
ریاضِ مسلسل، مقدر کا کھیل، وقت کاٹنا، دماغ چاٹنا، اہلِ نظر۔

محاورات	جملے
ریاضِ مسلسل	ریاضِ مسلسل کامیابی کی ضمانت ہے۔
مقدر کا کھیل	امارت وغربت مقدر کا کھیل ہے۔
وقت کاٹنا	مشکل میں صبر سے وقت کاٹنا ایمان کی علامت ہے۔
دماغ چاٹنا	مشاعروں میں تشاعر دماغ چاٹتے ہیں۔
اہلِ نظر	زمانے میں اہلِ نظر کم میسر ہیں۔

علمِ بیان:

سبق "ابتدائی حساب" کی مشق میں پہلے علمِ بیان کی تعریف اور تشبیہ واستعارہ کا ذکر مکمل ہو چکا ہے۔ یہاں مجازِ مرسل اور کنایہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مجازِ مرسل:
- آپ "الحمد" سنائیں (جُز سے کُل)
- مَیں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں (کُل سے جُز)
- ایک گلاس پی لو (ظرف سے مظروف)
- پانی لے آؤ (مظروف سے ظرف)

پہلے جملے میں "الحمد" کہہ کر پوری سورۂ فاتحہ مراد ہے یعنی جُز سے کُل مراد لیا گیا ہے۔ دوسرے جملے میں "مَیں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں" چوں کہ کانوں میں انگلی کا کچھ حصہ ہی جاسکتا ہے، اس لیے کُل کہہ کر جُز مراد لیا گیا ہے۔ تیسرے جملے میں "گلاس" سے پانی مراد ہے جو گلاس کے اندر موجود ہے یعنی ظرف کہہ کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔ اسی طرح چوتھے جملے میں پانی سے مراد وہ برتن ہے جس کے اندر پانی ہے، یعنی مظروف کہہ کر ظرف مراد لیا گیا ہے۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب پر (✔) لگائیں۔

(۱) دلاور فگار کا اصل نام تھا:

(اُ) فگار حسین (ب) دلاور حسین (ج) محمد دلاور (د) شباب خان

(۲) دلاور فگار کی جائے ولادت ہے:

(اُ) آگرہ (ب) بدایوں (ج) دلی (د) جالندھر

(۳) دلاور فگار کو شعر کہنے کا شوق تھا:

(اُ) بچپن سے (ب) جوانی سے (ج) ادھیڑ عمر سے (د) زمانہ طالب علمی سے

(۴) دلاور فگار ابتدا میں شاعری کرتے تھے:

(اُ) مزاحیہ (ب) سنجیدہ (ج) صوفیانہ (د) عجیب

(۵) دلاور فگار کا سنجیدہ شاعری کا مجموعہ ہے:

(اُ) حادثے (ب) شامت اعمال (ج) کہنا سنا معاف (د) چراغ خنداں

(۶) دلاور فگار نے امریکہ کے کس صدر کی کتاب کا اُردو ترجمہ کیا؟

(۲۷) کسی لفظ سے ایسی بات مراد لینا جو اس کے معنوں کو لازم ہو، کہلاتا ہے:

(ا) مجازِ مرسل (ب) تشبیہ (ج) استعارہ (د) کنایہ

(۲۸) "شترِ بے مہار" کا مطلب ہے:

(ا) زبان دراز (ب) بے وقوف (ج) عقل مند (د) سازشی

(۲۹) علم بیان کی رو سے "پیٹ کا ہلکا ہونا" ہے:

(ا) مجازِ مرسل (ب) تشبیہ (ج) استعارہ (د) کنایہ

(۳۰) جملے کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

(۳۱) وہ جملہ جس میں مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوں اور ان کے آخر میں فعل ناقص آئے، کہلاتا ہے:

(ا) جملہ اسمیہ (ب) جملہ فعلیہ (ج) جملہ انشائیہ (د) جملہ معترضہ

(۳۲) وہ جملہ جس میں مسند الیہ اور مسند دونوں فعل ہوں، کہلاتا ہے:

(ا) جملہ اسمیہ (ب) جملہ فعلیہ (ج) جملہ انشائیہ (د) جملہ معترضہ

(۳۳) "بچوں نے کتاب میز پر رکھ دی۔" جملہ ہے:

(ا) اسمیہ (ب) فعلیہ (ج) انشائیہ (د) مثبت

۱۶۔ فقیرانہ آئے صدا کر چلے (غزل)

میر تقی میر (۱۷۲۳ء۔۱۸۱۰ء)

شاعر کا تعارف اصل نام میر محمد تقی تھا اور میر تخلص کرتے تھے۔ جائے ولادت اکبر آباد (آگرہ، انڈیا) ہے۔ والد گرامی کا نام میر علی متقی تھا جو ایک درویش منش، عاشق صالح اور شب بیدار صوفی تھے۔ اگر چہ والد کا سایہ اُس وقت ہی سر سے اٹھ گیا جب میر کی عمر فقط گیارہ سال تھی مگر ان کی باتیں عمر بھر دل پر نقش رہیں۔ میر اپنی خودنوشت ''ذکر میر'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک دن مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے بیٹے! عشق اختیار کر۔ کیوں کہ بنا عشق زندگی وبال ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے، عشق کا مظہر ہے۔ کائنات کی سب چیزیں عشق میں سرگرداں ہیں۔ دنیا ایک ہنگامے سے زیادہ کچھ نہیں۔ کسی ایسے کا عاشق بن، جس کا یہ دنیا آئینہ ہے۔''

چناں چہ میر کی ساری عمر عشق سے عبارت ہے اور عشق میں دردو غم اور ہجر و فراق سے واسطہ پڑنا ایک لازمی امر ہے۔ والد کے انتقال کے ساتھ ہی میر کی پریشانیوں کا آغاز ہو گیا۔ تلاشِ معاش کی فکر انھیں آگرے سے دلی لے آئی۔ پہلے ایک نواب کے یہاں ملازم ہوئے، پھر اپنے ماموں سراج الدین خان آرزو کے زیرِ دست رہے اور ان کی بدسلوکی سے دل برداشتہ ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، مرہٹوں اور سکھوں کے تابڑ توڑ حملوں نے دلی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور لوگ ترکِ سکونت اور ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ چناں چہ میر بھی عاجز آ کر ساٹھ سال کی عمر میں لکھنؤ چلے گئے اور زندگی کے باقی ایام وہیں گزار کر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ چناں چہ ان حالات کے زیرِ اثر میر کا کلام بھی درد و سوز سے لب ریز ہے۔

میر کو غزل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر ان کی شناخت غزل سے اور غزل کی شناخت ان سے ہے۔ انھوں نے غزل میں سادہ بیانی کو شعار بنایا اور اس میں وہ تاثر پیدا کیا کہ اُردو کے عظیم شاعروں: ناسخ، ذوق، غالب، حسرت، مجروح اور اکبر الٰہ آبادی جیسے نامور شاعروں نے ان کی عظمت کو سلام اور انھیں اپنا استاد تسلیم کیا۔

میر کی زبان شستہ، سادہ اور پاکیزہ ہے۔ ان کے بیان میں عاشقانہ مضامین اور سوز و گداز کی بہتات ہے۔ تصوف کے مضامین بھی موجود

اختیار میں تو نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔ بقول شکیل بدایونی:

؎ اب تو خوشی کا غم ہے نہ غم کی خوشی مجھے
بے حس بنا چکی ہے بہت زندگی مجھے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں میرؔ بیان کرتے ہیں کہ ایسا نہیں کہ میں نے کوشش نہیں کی۔ اپنے دکھ درد اور تکلیف دور کرنے کے لیے میں نے شب و روز ایک کیے۔ اپنے لیے دل بہلانے کے اسباب تلاش کیے۔ سادہ الفاظ میں یوں کہ لیں کہ اپنے درد کے لیے دوا تلاش کی جو میرے اختیار و بس میں تھا وہ سب کیا مگر زندگی کے درد کو آرام نہ آ سکا۔ مجھے قرار نصیب نہ ہو سکا، میری زندگی میں آسانیاں نہ آ سکیں، خوشیاں میرا نصیب نہ بن سکیں۔ میری ہر کوشش ناکام ہوئی۔ میرے دل کے درد کو شفا نصیب نہ ہوئی اس لیے کہ کوشش کی حقیقت اپنی جگہ تسلیم شدہ ہے لیکن قسمت بھی تو ایک سچائی ہے۔ میری قسمت ہی میں سکون نہیں تھا پھر بھی جہاں تک اختیار تھا وہاں تک دوا کی کوشش ضرور کی۔ بقول صدا انبالوی:

؎ وقت ہر زخم کا مرہم نہیں بن سکتا
درد کچھ ہوتے ہیں تا عمر رُلانے والے

شعر نمبر 4: دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے

حلِ لغت

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
الگ	جُدا	ہوش میں نہ آنا	بے خود

مفہوم آپ جب بھی دکھائی دیتے ہیں ہم اپنے ہوش سے بے گانہ ہو جاتے ہیں کسی اور کی کیا خبر رکھیں، ہم تو خود سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں میرؔ اپنے محبوب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی صورت جب دکھائی دیتی ہے تو ہمیں ہوش نہیں رہتا۔ ہم آپ ہی کی صورت میں گم ہو جاتے ہیں۔ آپ کا حسن ہمیں مبہوت کر دیتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے کہ آپ کی صورت ہی میں وہ سارے رنگ موجود ہیں میری بینائی جن کی طلب گار ہے۔ آپ کا حسن اور آپ کی ادائیں ہی میرے لیے جینے کی وجہ ہیں۔

شعر نمبر 7:

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

حل لغت

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
دنیا	جہاں	بولیں	کہیں

مفہوم میرؔ اگر کوئی ہم سے یہ پوچھے کہ تم اس دنیا میں آئے تھے اب یہاں سے واپس لوٹ رہے ہو یہاں قیام کے دوران تم نے کیا کیا تو ہمارے پاس کچھ کہنے کے لائق نہیں ہے۔

تشریح تشریح طلب شعر غزل کا مقطع ہے۔ شعر کے پہلے مصرع میں میرؔ اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اظہار کر رہے ہیں کہ اگر کوئی ہم سے یہ دریافت کرے کہ تم نے اس کائنات میں آنے کے بعد یہاں قیام کے دوران کیا کیا؟ تو اس سوال کا جواب کیا دیں اس لیے کہ یہ ایک ایسا سوال ہے جس نے ہمیں لاجواب کر دیا ہے۔ اپنی تخلیق کا مقصد ہی ہمیں سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ہمیں اس دنیا میں خالقِ کل نے کیوں بھیجا تھا اور ہم کیا کرتے رہے۔ کن خیالات میں گم ہو کر زندگی کا سفر کاٹ لیا، کون سا راستہ اختیار کیا؟ ہم اپنے جینے کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے ہم اپنے مقصدِ حیات ہی سے بے خبر رہے۔ اس کا الزام کسی پر دینا کسی طور بھی درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ سچائی یہ ہے کہ ہم نے بے مقصدی زندگی گزاری ہے کچھ اچھا کرنا چاہیے مگر غفلت و سستی میں وقت گزار لیا۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تم نے اپنی زندگی میں کیا کیا ہے تو اس کا جواب ہمارے پاس سوائے خاموش ندامت کے اور کیا ہوگا؟ بقول احمد فراز:

کچھ اس طرح سے گزاری ہے زندگی جیسے تمام عمر کسی دوسرے کے گھر میں رہا

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں میرؔ اپنی کوتاہی، سستی و غفلت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس سوال پر کہ تم نے جہاں میں خود وقت بسر کیا ہے اس دوران کوئی ایسا کام تو بتاؤ جس کو تمھارے بعد دہرایا جا سکے یا لوگ تمھارے بعد تمھیں اس حوالے سے یاد ہی کر لیں۔ جب اپنی زندگی کے گزرے سالوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو خالی خالی سال نظر آتے ہیں بے کار گزرا ہوا وقت دکھائی دیتا ہے زندگی کا مقصد کیا تھا اور ہم نے اس سلسلے میں کیا کردار ادا کیا کچھ بھی ایسا نظر نہیں آتا جو قابلِ ذکر ہو یا جس کو یاد رکھا جائے۔ ایک سفرِ ندامت ہے جو ہم نے طے کر لیا ہے۔ اگر کوئی یہ پوچھ لے تو کیا جواب دیں کہ ہم نے

سرگرمیاں

- کوئی خوش الحان طالب علم جماعت کے کمرے میں درست آہنگ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کرے۔

جواب: عملی کام۔

- تمام طلبہ میرؔ کی اس غزل کو زبانی یاد کریں۔

جواب: عملی کام۔

- طلبہ "کلیاتِ غزلیاتِ میرؔ" میں سے کوئی اور معروف غزل اپنی کاپی میں لکھیں اور دوستوں کو سنائیں۔

جواب: عملی کام۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب پر (✔) لگائیں۔

(۱)	میر تقی میرؔ انڈیا کے شہر میں پیدا ہوئے:	(ا) اکبرآباد	(ب) الٰہ آباد	(ج) علی گڑھ	(د) جالندھر
(۲)	میر تقی میرؔ کا سن پیدائش ہے:	(ا) ۱۷۲۳ء	(ب) ۱۷۲۴ء	(ج) ۱۷۲۵ء	(د) ۱۷۲۶ء
(۳)	میر تقی میرؔ کا اصل نام ہے:	(ا) محمد میر	(ب) میر محمد تقی	(ج) تقی محمد	(د) نور محمد
(۴)	میرؔ کی ساری عمر عبارت ہے:	(ا) محنت سے	(ب) عشق سے	(ج) غم سے	(د) خوشی سے
(۵)	میر تقی میرؔ کو بادشاہ کہا جاتا ہے:	(ا) قصیدے کا	(ب) رباعی کا	(ج) غزل کا	(د) نظم کا
(۶)	شستہ سادہ اور پاکیزہ ہے:	(ا) میرؔ کی زبان	(ب) ذوقؔ کی زبان	(ج) ناسخؔ کی زبان	(د) سوداؔ کی زبان

۱۷۔ سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا (غزل)

خواجہ حیدر علی آتشؔ (۱۷۶۴ء ____ ۱۸۴۶ء)

شاعر کا تعارف خواجہ حیدر علی جو آتشؔ تخلص کرتے تھے، کا تعلق دِلّی کے ایک معزز خاندان سے تھا۔ ان کے والد نواب شجاع الدّولہ کے عہدِ حکومت میں ترکِ سکونت کر کے فیض آباد چلے گئے۔ اس زمانے میں اودھ کا دارالحکومت فیض آباد تھا، لکھنؤ بعد میں ہوا۔ صغر سنی میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو انھوں نے روایتی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور مزاج میں بانکپن آ گیا۔ ذریعۂ معاش کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک نواب کی ملازمت اختیار کر لی اور انھی کے ساتھ فیض آباد سے لکھنؤ آ گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شعر و شاعری کا بڑا چرچا تھا، خصوصاً لکھنؤ میں بڑی گرم بازاری تھی، یہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے۔ شعر و شاعری میں نام پیدا کرنے کا شوق ہوا تو مصحفی کے شاگرد ہو گئے اور چند ماہ کی محنت سے ایسی مشق بہم پہنچائی کہ خود صاحبِ شاعر ٹھہرے اور دُور و نزدیک اُن کا شہرہ ہو گیا۔

خواجہ حیدر علی آتشؔ نے اپنی ساری عمر وضع داری میں بسر کی۔ ان کی زندگی بڑی سادہ تھی مگر زندگی بتانے کا ایک خاص قرینہ اور ڈھب تھا اور وہ آزاد مزاج اور لااُبالی پن کے حامل واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ سپاہیانہ وضع قطع میں رہتے تھے اور بانکپن کے ساتھ میان میں تلوار باندھے رکھتے تھے، یہاں تک کہ مشاعروں میں بھی تلوار باندھ کر جاتے تھے۔ قناعت پسند ایسے تھے کہ کبھی کسی نواب یا امیر کی خوشامد نہیں کی البتہ اُن کے شاگرد، جن کی تعداد کافی تھی، کبھی کبھی ان کے ساتھ سلوک (رقمی مدد) کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب شعر و شاعری کے حوالے سے لکھنؤ دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا: ایک طبقہ جانب دارانِ ناسخؔ کا تھا اور دوسرا طبقہ جانب دارانِ آتشؔ کا۔ ان کے آپس میں مقابلے ہوتے رہتے تھے جن سے اُردو شاعری کو یہ فائدہ پہنچا کہ دونوں استادانِ فن مقابلے کے خیال سے طبیعت پر زور دے کر شعر کہتے تھے اور ان کی لطیف پیرائے میں نوک جھونک بھی ہوتی رہتی تھی مگر تہذیب کے دائرے سے کبھی باہر نہ نکلتے تھے، جیسا کہ آتشؔ کی شاملِ کتاب معروف غزل کے مقطع کا اشارہ بھی امام بخش ناسخؔ کی جانب ہے:

؎ یوں مدّعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتشؔ غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

شعر نمبر 3:

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عُمر
مہمیز کہتے ہیں کسے اور تازیانہ کیا

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
راحت	آرام	منزل	اترنے کا مقام	اسپِ عمر	عمر کا گھوڑا
مہمیز	ایڑ لگانا	تازیانہ	چابک، کوڑا		

مفہوم عمر کا گھوڑا منزل کے شوق میں اپنی رفتار سے سفر طے کرتا ہے پھر بھی دل ترغیب دیتا ہے کہ اسے چابک، مار کر اس کی رفتار کو بڑھایا جائے۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں آتش نے وقت کی رفتار جس کے تحت زندگی گزرتی ہے کا ذکر کیا ہے کہ انسان پوری لگن کے ساتھ عمر کا گھوڑا دوڑاتا ہے۔ وقت کی شاہراہ پر یہ سفر اس بنیاد پر جاری رہتا ہے کہ منزل میسر آئے گی۔ اس میں تلاشِ منزل یعنی کہ انسان کی فطری جستجو کا ذکر ہے کہ مسلسل سفر انسان کو درپیش رہتا ہے۔ اسے عمر کا گھوڑا ہر حال میں اپنی جستجو کی تکمیل اور اطمینان حصول کے لیے چلانا پڑتا ہے۔ اگر وہ کوشش نہ بھی کرے تو وقت گزرتا رہے گا مگر اس کے پاس سوائے اپنے خالی دامن میں پچھتاوے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ یہ شوق اور لگن ہی ہے جو انسان کے اندر کی کوشش کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ وقت کے ساتھ چلنے ہی میں افادیت ہے۔ اس لیے کہ جستجو مقصد پیدا کرتی ہے اور مقصد، لگن کو پختہ بنا دیتی ہے۔ یہ سفر ایک خاص تسلسل اور انداز کے ساتھ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ یہی نظامِ کائنات ہے کہ مسافر کے راستے بدلتے ہیں مگر سفر ختم نہیں ہوتا بقول ڈاکٹر بشیر بدر:

ے مسافر کے رستے بدلتے رہے مقدر میں چلنا تھا چلتے رہے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں آتش نے انسان کی بے چین فطرت کو موضوع بنایا ہے کہ انسان وقت سے آگے نکل جانا چاہتا ہے۔ وہ اپنی کوشش میں اس قدر تیز رفتاری سے سفر کو طے کرنا چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس سے پیچھے رہ جائے اور وہ سب سے آگے اس انداز سے بڑھ جائے کہ ہر منزل اس کے قدموں میں ہو۔ اطمینان، سکون، چین ان تمام عناصر سے وہ آزاد ہو کر محوِ سفر ہے اور وقت کی شاہراہ پر چلنے والے اس گھوڑے کو تیز چابک مار کر اور تیز دوڑانا اس کی خواہش ہے۔ اس تیز رفتاری کی خواہش نے انسان کو اگرچہ ترقی کے کئی راستے مہیا کر دیے ہیں مگر انسانیت اس تیز رفتاری کی

شعر نمبر 6:

یوں مُدّعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتشؔ غزل یہ تُو نے کہی عاشقانہ کیا

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مدعی	دعویٰ کرنے والا، رقیب	حسد	جلن، کینہ	داد	تعریف

مفہوم: میں نے محبت کے رنگوں میں بجی ہوئی غزل کہی ہے، جس میں حسنِ تغزل ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس کی تعریف نہ کرے یا داد نہ دے تو یہ مخالفین کی حسد نہیں تو اور کیا ہے۔

تشریح: تشریح طلب شعر غزل کا مقطع ہے۔ پہلے مصرع میں آتش نے ایک برائی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جلن یا کینہ پروری یہ ایسی خطرناک دشمنی کی قسم ہے کہ اللہ نے بھی قرآنِ حکیم میں حاسدین کے حسد سے پناہ مانگنے کو کہا گیا ہے۔ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔'' (سورۃ الفلق: ۵)

یوں تو مخالفین اور رقابت رکھنے والے ہمیشہ اپنی دشمنی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی اس شخص سے خوش ہو کر نہیں ملتے یا اس کی تعریف نہیں کرتے جس سے ان کے دل میں کبھی بھی محبت یا احساس والا جذبہ نہیں ہوتا۔ اب کوئی عالمِ حسد اور نفرت جیسے جذبے میں غرق ہو تو وہ کسی کی تعریف کیسے کر سکتا ہے۔ خواہ اس کا کام قابلِ ستائش ہی کیوں نہ ہو؟ مگر یہ حسد ایسی نامراد بیماری ہے جو دل میں گھر کر لے تو دل اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔ اسی لیے کسی اچھے کام کو سراہنے کا ہنر بھی ایسے لوگ بھول چکے ہوتے ہیں۔ بقول اکبر الٰہ آبادی:

؎ حاسد تجھ پر اگر حسد کرتا ہے کر صبر کہ خود وہ کاربند کرتا ہے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں آتش نے اپنا نام تخلص کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجہ حیدر علی آتش غزل کے منفرد شعرا میں سے ہیں۔ ان کی غزل میں نئے موضوعات کے ساتھ ساتھ الفاظ کا انتخاب ان کی زبان دانی بھی واضح ہوتی ہے۔ آتش کے ہم عصر شعرا میں امام بخش ناسخ

ہر شعر ایک علیحدہ اکائی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے۔ چناں چہ غزل کے شعر کی تشریح کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

- تشریح آسان الفاظ میں، بول چال کی زبان میں اور رواں ہونی چاہیے۔
- شاعر نے شعر میں اگر کوئی تشبیہ یا استعارہ، کنایہ، تلمیح یا کوئی صنعتِ لفظی یا معنوی استعمال کی ہے تو اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔
- شاعر کا شعری مزاج اور اسلوب پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

خواجہ حیدر علی آتش کے ایک شعر کی تشریح ملاحظہ کریں۔

؎ زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف ۔۔۔ قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

مفہوم: زمین میں سے جو پھول بھی اُگتا ہے وہ لازماً زرِ گل لیے ہوتا ہے۔ کہیں اس کی وجہ قارون کا خزانہ تو نہیں؟

تشریح: زیرِ تشریح شعر کے پس منظر میں ''گنجِ قارون'' یا ''قارون کا خزانہ'' ایک معروف تلمیح ہے۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک انتہائی مال دار مگر بخیل شخص تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا کہ تم زکوٰۃ دو مگر اس نے انکار کر دیا تو وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو کر اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنس گیا۔

شاعر (آتش) نے اس تلمیح سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قارون کے سونے کے خزانے نے زیرِ زمین جا کر بھی چین نہیں لیا اور وہ زرِ گل کی صورت میں زمین سے باہر آ رہا ہے اور ہر پھول اپنی ہتھیلی میں زرِ گل (زردانے) پکڑے ہوئے زمین باہر نکلتا ہے۔ اس انوکھے خیال کو مرزا غالب نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

؎ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ۔۔۔ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

شاعر کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ بڑے ہی حسین و جمیل لوگ تھے، جو زیرِ زمین چلے گئے مگر وہاں بھی ان کے حسن نے چین نہیں لیا اور ان کا حُسن لالہ و گل کی صورت میں زمین سے باہر آ رہا ہے۔

جوابات

(۱) دلّی میں (۲) ۱۷۶۴ء (۳) مصحفی کے (۴) تلوار (۵) امام بخش ناسخ (۶) ۱۸۳۶ء
(۷) فسانہ کیا (۸) زربکف (۹) قارون نے (۱۰) ملک ومال (۱۱) زمانہ کیا (۱۲) دل حزیں
(۱۳) روح (۱۴) زربکف (۱۵) طبل وعلم (۱۶) زخم (۱۷) بیان کرنا (۱۸) مثالوں سے بیان کرنا
(۱۹) کہاوت (۲۰) بریلی کو (۲۱) لگام (۲۲) تنکا (۲۳) گیارہ (۲۴) بیمار

مختصر جوابی سوالات

دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

۱۔ گُلِ سوزربکف سے کیا مراد ہے؟

جواب: گُلِ سوزربکف سے مراد ہے کھلے ہوئے پھول کے دامن میں سونے کے دانے ہونا۔

۲۔ قارون کون تھا؟

جواب: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک بہت مال دار مگر بہت بخیل آدمی تھا۔

۳۔ شوقِ راحتِ منزل سے کون اڑتا ہے؟

جواب: شوقِ راحتِ منزل سے اسپ عمر اڑتا ہے یعنی منزل مقصود پر پہنچنے پر جو راحت ملے گی اس کے شوق میں عمر تیزی سے گزر جاتی ہے۔

۴۔ ''قارون [illegible]'' [illegible] استعمال ہوئی ہے؟

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں ناصر کاظمی نے اپنے محبوب کو اپنی زندگی قرار دیا ہے۔ محبت میں محبوب کی اہمیت بہت زیادہ اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ شاعر کی شاعری کا محور صرف اسی کی ذات ہوتی ہے۔ محبوب کی ذات غم کا ذریعہ بھی ہو تو بھی عاشق اسے اپنی زندگی ہی سمجھتا ہے۔ یہ سلسلہ روزِ ازل سے چلا آ رہا ہے کہ اہلِ محبت کے لیے سب کچھ محبوب کی ذات ہی میں ہوتا ہے۔ یہی بات اس مصرع میں بھی بیان ہوئی ہے کہ اے میرے محبوب! تمھارے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف تمھارا وجود میرے لیے سب سے اہم ہے اور میرے جینے کی وجہ ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو میری زندگی، زندگی ہی نہ ہوتی۔ تمھارا وجود ہی میرے جینے کا سبب اور ذریعہ ہے۔ بقول جون ایلیا:

؎ اب مری کوئی زندگی ہی نہیں ‏ ‏ ‏ ‏ اب بھی تم مری زندگی ہو کیا

''آفتوں کے دور'' سے مراد وہ وقت ہے جب زندگی غموں اور مسائل سے بھرپور ہو، اور ہر طرف مشکلات کا سامنا ہو۔ ایسے لمحے اگر کوئی لمحہ سکون اور اطمینان کا ہے تو وہ محبوب کی قربت کی بدولت ہے۔

شعر نمبر 2: ‏ ‏ آفتوں کے دور میں ‏ ‏ چین کی گھڑی ہے تو

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آفتوں	مصیبتوں	دور	زمانہ	چین	آرام	گھڑی	وقت، لمحہ

مفہوم مصیبتوں کے اس زمانے میں اے میرے محبوب! تم میرے لیے سکون اور آرام کا ذریعہ ہو۔

تشریح تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں ناصر کاظمی اپنے زمانے میں درپیش مسائل و مصائب کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میری زندگی دُکھوں، غموں اور مصائب میں گھری ہوئی ہے۔ ہر قدم ایک نئی مصیبت سامنے موجود ہوتی ہے۔ مصیبتوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ ہر لمحہ ایک نئی مصیبت نئے غم کے ساتھ حملہ آور ہوتی ہے۔ عجیب پریشانیاں ہیں جو ہر وقت، دل و ذہن میں موجود ہیں۔ یہ زمانہ، یہ وقت، یہ دور آسان نہیں ہے۔ یوں تو ہر دور مصائب سے بھرا ہوتا ہے مگر یہ دور تو مصائب میں کچھ زیادہ ہی ازرخ ہے۔ دنیا کے غم، دوستوں کے دکھ اور محبت کے زخم سب مل کر زندگی اور وقت کو

اس کی زندگی بہار جیسی اور نہ ہو تو خزاں جیسی ہے۔ بقول احمد فراز:

ایک درد سے پھیلا ہوا صحرا ہے کہ میں ہوں ۔۔۔ اک موج میں آیا ہوا دریا ہے کہ تم ہو

شعر نمبر5: دوستوں کے درمیاں ۔۔۔ وجہ دوستی ہے تو

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دوستوں	ساتھیوں	درمیاں	بیچ والا	وجہ	باعث، موجب

مفہوم: اے میرے محبوب! دوستوں سے میری دوستی کی اصل وجہ صرف تمھاری ہی ذات ہے۔

تشریح: تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں ناصر کاظمی نے اپنی حساس طبیعت کا ذکر کیا ہے کہ اس دنیا کے رویوں نے مجھے تنہائی پسندی اور مایوسیوں میں دھکیل دیا تھا مگر تمھاری ذات، تمھاری محبت اور تمھارے رویے نے مجھے جینے کی وجہ مہیا کی ہے۔ تمھاری وجہ سے دنیا اچھی لگنے لگی ہے۔ دوستوں کی محافل میں جی لگتا ہے۔ زندگی میں خوشیاں لوٹنے لگی ہیں۔ وقت کی دھوپ میں زندگی کا اطمینان بخش سایہ تمھاری وجہ ہی سے ہے۔ بقول جاوید اختر:

تم کو دیکھا تو یہ خیال آیا ۔۔۔ زندگی دھوپ گھنا سایا

اب دوستوں کی محفل میں دل بہلتا ہے اور دنیا میں جینے کی خواہش بھی ہے۔ ایسا صرف اور صرف تمھاری وجہ سے ہوا ہے ورنہ تم سے پہلے ایسے خیالات میرے ذہن میں نہ تھے۔ تم نے محبت اور توجہ سے میری مایوس زندگی کو امید کے رنگ عطا کیے ہیں۔ بقول احمد فراز:

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے ۔۔۔ تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے

زیر تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں ناصر کاظمی نے اپنے محبوب کو دنیا سے دوستی کی وجہ قرار دیا ہے۔ حساس طبیعت کے حامل شاعر کی اس دنیا میں کسی سے بھی نہ بنتی تھی اس لیے کہ اس دنیا نے ہر قدم دکھ اور غم اس کے راستے میں بکھیرے تھے لیکن تمھاری محبت ایک ایسے سکون کا نام ہے جو تمام

تشریح تشریح طلب شعر غزل کا مقطع ہے۔ شعر کے پہلے مصرع میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ دنیا جو ہر طرح سے آباد ہے۔ جس میں قدرت کے سب رنگ موجود ہیں، ہر طرف قدرت کے کمالات دکھائی دیتے ہیں۔ ان رنگوں سے بھرے شہر میں کوئی اپنا پن محسوس ہی نہیں ہوتا۔ یہ شہر میرے لیے کیا ہے؟ میں اس شہر کو اپنے لیے کیا سمجھوں؟ بس عجیب شہر ہے جہاں رونق کے باوجود بھی احساسِ تنہائی ہے۔ بقول رعنا سحری:

؎ کوئی دوست ہے نہ رقیب ہے تیرا شہر کتنا عجیب ہے

سارا شہر مجھے عجیب سی بے چینی کا احساس دلاتا ہے۔ میں یہاں جی تو رہا ہوں مگر زندگی کا احساس میرے پاس نہ ہونے کے برابر ہے۔ تو ادھر ادھر جتنا بھی بھٹک لے اس جگہ میں کچھ ایسا نہیں ہے جو تجھے اپنائیت عطا کر سکے۔ بقول رعنا سحری:

؎ یہاں کس کا چہرہ پڑھا کروں میرے کون اتنا قریب ہے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ اس رونق بھرے شہر میں تو کس قدر اجنبی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سارے شہر میں کوئی ایسا نہیں جو تجھے اپنا سمجھے یا جسے تو اپنا کہہ سکے۔ اجنبیت کا یہ احساس تکلیف دہ ہے کہ اس دنیا میں وقت گزار کر بھی میں اجنبی ہی رہا۔ نہ کسی کو اپنا بنا سکا اور نہ ہی کوئی میرا بننے کو تیار ہوا۔ احساسِ تنہائی نے مجھے اپنے آپ سے بھی بیگانہ کر دیا ہے۔ بس وقت یوں ہی گزر گیا اجنبیوں کی طرح آئے اور اجنبیوں ہی کی طرح اب تک یہاں موجود ہیں۔ میری بدبختی یہ ہے کہ میں اس کائنات میں آج بھی کس قدر اجنبی ہوں اور بیگانہ سا محسوس ہوتا ہوں۔ بقول سدرشن فاکر:

؎ ہم تو یوں اپنی زندگی سے ملے اجنبی جیسے اجنبی سے ملے

حلِ مشقی سوالات

ا۔ ناصر کاظمی کی اس غزل کے متن کے پیش نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے ہر حال میں زندگی کو کیسا قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے ہر حال میں محبوب کو زندگی قرار دیا ہے کہ محبوب ہی اس کی خوشی اور غم کی وجہ ہے۔

(ب) شاعر نے آفتوں کے دور میں چین کی گھڑی کسے کہا ہے؟

(۶) ناصر کاظمی کی شاعری میں میر کی نظر آتی ہے: (ا) نقل (ب) محبت (ج) اداسی (د) جھلک

(۷) ناصر کاظمی کی شامل نصاب غزل لی گئی ہے:
(ا) برگ نے سے (ب) سر کی چھایا سے
(ج) دیوان سے (د) کلیاتِ ناصر کاظمی سے

(۸) آفتوں کے دور میں چین کی ------- ہے تُو (ا) گھڑی (ب) صورت (ج) نگاہ (د) سانس

(۹) میری رات کا چراغ میری ------- بھی ہے تُو (ا) آرزو (ب) نیند (ج) تمنا (د) خواہش

(۱۰) میں خزاں کی شام ہوں رت ------- کی ہے تُو (ا) بہار (ب) غم (ج) خوشی (د) برسات

(۱۱) دوستوں کے درمیاں ------- دوستی ہے تُو (ا) وجۂ (ب) خوشی (ج) غم (د) مثال

(۱۲) ناصر اس دیار میں کتنا ------- ہے تُو (ا) عجیب (ب) اجنبی (ج) غریب (د) امیر

(۱۳) چین کی گھڑی سے مراد ہے:
(ا) مشکل وقت (ب) سکھ کا لمحہ
(ج) خوشی کا لمحہ (د) بے چینی

(۱۴) "غم ہے یا خوشی ہے تو" اس مصرع میں شاعری کی کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟
(ا) صنعتِ تعلیل (ب) صنعتِ تضاد
(ج) صنعتِ تلمیح (د) صنعتِ استعارہ

(۱۵) "اجنبی" کا متضاد ہے: (ا) غیر (ب) شناسا (ج) اپنا (د) قریب

(۱۶) "کمی" کا متضاد ہے: (ا) قلت (ب) بہتات (ج) زیادتی (د) ناکام

۱۹۔ کاش طوفاں میں سفینے کو اُتارا ہوتا (غزل)

پروین فنا سید (۱۹۳۶ء ـــــ ۲۰۱۰ء)

شاعرہ کا تعارف پروین فنا سید کا اصل نام پروین سید ہے۔ شاعری کا آغاز کیا تو "فنا" تخلص پسند کیا اور یوں پروین فنا سید کے نام سے معروف ہوئیں۔ جائے ولادت لاہور ہے۔ ان کے والدِ گرامی سید ناصر حسین رضوی محکمہ جیل خانہ جات میں سپرنٹنڈنٹ جیل تھے اور والدہ کا نام سیدہ افتخار النسا تھا جو امورِ خانہ داری کی بڑی ماہر خاتون تھیں۔ قیامِ پاکستان کے وقت آپ گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مقیم تھیں جہاں کے ہندو مسلم فسادات نے آپ کے ذہن کو بڑا متاثر کیا جس کے اثرات بعدازاں آپ کی شاعری میں بھی نظر آئے۔

آپ نے گوجرانوالا سے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک پاس کیا اور لاہور آ کر لاہور کالج برائے خواتین میں پری میڈیکل کلاس میں داخلہ لے لیا، ان کی لیڈی ڈاکٹر بننے کی خواہش تھی لیکن انھی دنوں شدید علالت کے باعث وہ اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکیں کیوں کہ ڈاکٹروں نے انھیں کافی عرصہ تک دماغی کاموں سے دُور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہر حال اس کیفیت میں بھی انھوں نے ہمت نہ ہاری اور ایک سال بعد انٹرمیڈیٹ کا امتحان بڑے اچھے نمبروں میں پرائیویٹ طور پر پاس کر لیا۔ بعدازاں آپ سید احمد کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ شادی کے وقت آپ کے رفیقِ حیات پاک فوج میں آفیسر تھے۔ شادی کے بعد آپ نے لاہور کالج برائے خواتین لاہور ہی سے گریجوایشن کی اور امورِ خانہ داری میں ایسی معروف ہوئیں کہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

پروین فنا سید کو فنِ مصوری اور موسیقی میں گہری دل چسپی تھی۔ ان کے فن کا تعارف اس وقت ہوا جب ۱۹۵۸ء میں ریڈیو پاکستان راول پنڈی سے پہلی مرتبہ ان کا کلام نشر ہوا۔ پروین فنا سید اپنی ابتدائی دور کی شاعری میں ادا جعفری (۱۹۲۴ء — ۲۰۱۵) سے متاثر تھیں اور انھی کے رنگ میں شاعری کرتی تھیں۔ بعد میں فیض احمد فیض سے کسبِ فیض کیا اور شاعری میں اصلاح لی تو اپنا رنگِ شاعری اختیار کیا جو تادمِ واپسیں جاری رہا۔

شعر نمبر3: تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

حل لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آداب جفا	ستم ڈھانے کے انداز	سہارا	سہنا، برداشت کرنا	واقف	جاننا

مفہوم: اے میرے محبوب! تم ستم ڈھانے کے انداز سے واقف نہیں تھے ورنہ ہم نے ہر ایک ظلم کو ہنس کر برداشت کر لیا ہوتا۔

تشریح: تشریح طلب شعر کے پہلے مصرع میں پروین فنا سید نے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمھیں ظلم کرنے اور ستم ڈھانے کے انداز بھی نہیں آتے۔ تم آداب ظلم سے بھی ناواقف ہو۔ تمھیں ظلم کرنے کے طور طریقے بھی نہیں آتے۔ اب اس میں میں کیا کر سکتی ہوں؟ اگر ظالم ہی بننا تھا تو آداب ظلم بھی سیکھ لیتے تاکہ تمھیں ستم ڈھانے کا علم تو ہوتا۔ تم ظلم کرنے سے یوں آگاہ ہوتے کہ لوگ بہ حیثیت ظالم ہی تمھاری تعریف کر لیتے۔ ہمیں تو تمھارے اس رویے کا علم نہ تھا اور نہ ہی یہ سوچا تھا کہ تم یہ سب میری ذات کے ساتھ بھی کر سکتے ہو۔ بقول امیر مینائی:

؎ لطف آنے لگا جفاؤں کا وہ کہیں مہرباں نہ ہو جائے

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعرہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے محبت کے اصول و ضوابط کو خوب سمجھا ہے۔ اگرچہ تم آداب جفا سے ناواقف ہو مگر ہم اصولِ محبت سے واقف ہیں۔ اسی لیے تمھارے ہر ظلم کو ہنستے ہوئے سہہ لیتے۔ شکایت یا شکوہ تو دور کی بات ہے ہم تو اُف بھی نہ کرتے شرط یہ ہے کہ تمھارا ظلم و ستم اصول و ضوابط کے مطابق ہوتا۔ ہم نے ہر ایک ظلم اور بے اعتنائی کو صبر و تحمل سے برداشت کر لینا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت میں محبوب کی طرف سے ملے ہوئے ظلم بھی تحفہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس تڑپ میں بھی ایک تسکین اور اطمینان ہے کہ وہ ستم بھی کر رہا ہے تو اس بنیاد پر کہ میرا اور اس کا کوئی واسطہ تو ہے۔ ہنس کر ہر ستم سہہ لیتے کہ یہ تعلق اور مضبوط ہو جائے۔ بقول رانا سحری:

؎ میں اس کے زور کو دیکھوں وہ میرا صبر و سکوں مجھے چراغ بنا دے، اسے ہوا کر دے

مفہوم تم پر زندگی اور موت کے سب راز کھل جاتے، اگر تم نے ایک بار تو اپنے رب کو دل سے یاد کیا ہوتا۔

تشریح تشریح طلب شعر غزل کا مقطع ہے۔ شاعرہ نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ پہلے مصرع میں پروین فنا سید نے بیان کیا ہے کہ تم پر زندگی کے سب راز کھل جاتے۔ وہ سب باتیں بھی تمھارے علم میں آ جاتیں جن سے تم صرف اس لیے ناواقف ہو کہ تم نے کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ یہ دنیا قدرت کے رازوں سے مزین ہے۔ اسے سمجھنا کبھی بھی سہل نہیں رہا۔ بنانے والے نے یہ دنیا کمال ہی تخلیق کی ہے۔ اس کے ایک ایک ذرے میں، ایک الگ جہان آباد ہے۔ ان رازوں کو سمجھنے سے تم قاصر رہے۔ اس لیے کہ تم نے زندگی کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف زندگی بسر کی ہے۔ اگر اس کے رازوں کو سمجھنے کے لیے زندگی اس کی عبادت میں صرف کی ہوتی تو تم بہت کچھ جان جاتے اور بہت کچھ سمجھ جاتے۔ بقول میر تقی میر:

؎ سرسری تم جہاں سے گزرے   ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

زیرِ تشریح شعر کے دوسرے مصرع میں شاعرہ نے اپنے رب کو پکارنے کے متعلق بیان کیا ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کسی کو بھی معبود ہونے کا حق حاصل نہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ لیا اسے کسی اور تعلق کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں وہ کبھی بھی غریب یا محتاج نہیں ہوتے۔ ان کا مقام و مرتبہ ہی الگ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور آپ ان لوگوں کو (اپنے رب سے) دُور مت کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ وہ اس کی رضا چاہتے ہیں نہ آپ کے ذمہ ان کا حساب ہے اور نہ ان کے ذمہ آپ کا حساب ہے تو آپ انھیں دُور کریں گے تو آپ بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے۔''

(سورۃ الانعام: ۵۲)

کاش! تم غفلت سے نکل آتے اور ایک بار ہی سہی اس واحد رب کو پکارا ہوتا تو خالقِ کل وہ سب عطا کرتا جس کی تم طلب کرتے۔ شاعرہ مزید بیان کرتی ہیں کہ ہم غافل ہیں اس ربِ کریم سے جو ہر قدم اور ہر لحہ ہمیں عطا کرنے والا ہے۔ آج ہم جن مشکلات میں ہیں شاید نہ ہوتے۔ دنیا پر بھروسے کی بجائے اس پر بھروسا کر کے پکارا ہوتا جو اصل عطا کرنے والا ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی:

؎ خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبر   یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

عنایت کا بھرم	تمھارے سخت جملوں نے تمھاری عنایت کا بھرم توڑ دیا۔
اسرارِ فنا	انسان سب کچھ جان گیا مگر اسرارِ فنا سے ناواقف ہے۔
رازِ بقا	اللہ تعالیٰ سے محبت ہی میں رازِ بقا ہے۔

۷۔ اس غزل کے مطلع میں وہ کون سے چار الفاظ ہیں جو متلازم یا گروہی الفاظ کہلا سکتے ہیں؟

جواب: طوفان، سفینہ، ڈوبنا، موجوں۔

۸۔ متن کے مطابق مناسب لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

(الف) ڈوب جاتا بھی تو .... کے سہارا ہوتا (ب) ہم نے ہر ظلم کو .... نے اُبھارا ہوتا

(ج) زہر بھی ہم کو .... گوارا ہوتا (د) ایک بھی پھول جو .... میں ہمارا ہوتا

(ہ) تم نے اِک بار تو .... کو پکارا ہوتا

جوابات (الف) موجوں (ب) ہنس ہنس (ج) بصدِ شوق (د) گلشن (ہ) یزداں

۹۔ اس غزل کے ان شعروں کی تشریح لکھیں اور متعلقہ صنعت کا حوالہ بھی دیں۔

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح۔ پہلے شعر میں صنعتِ مراعاۃ النظیر استعمال ہوئی ہے: باغباں اور پھول۔

تم پہ اسرارِ فنا، رازِ بقا کھل جاتے
تم نے اک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح۔ دوسرے شعر میں صنعتِ تضاد استعمال ہوئی ہے: فنا اور بقا

جوابات

(۱) ۱۹۳۶ء میں (۲) پروین سید (۳) لاہور (۴) ۱۹۵۸ء میں (۵) راول پنڈی (۶) طوفان میں
(۷) ساحل کا (۸) سمندر کا کنارا (۹) ہنس ہنس کے (۱۰) ذکر (۱۱) زہر بھی (۱۲) موت کی حقیقت
(۱۳) ہمیشہ زندہ رہنے کا راز (۱۴) غم کو (۱۵) مالی (۱۶) رازِ بقا (۱۷) اُبھرنا (۱۸) ستم ڈھانے کے انداز
(۱۹) سفینے کو (۲۰) تریاق

۴ مختصر جوابی سوالات

دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

۱۔ ڈوب جانے والوں کو موجیں کیسے اُبھار سکتی ہیں؟

جواب: ڈوب جانے والوں کو موجیں اس وقت ابھار سکتی ہیں جب وقت قضا نہ آئے یا کوئی پیچھے دعائیں کر رہا ہو۔

۲۔ شاعرہ کے مطابق ''لبِ ساحل سے اشارا ہوتا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: شاعرہ کے مطابق اگر لبِ ساحل سے ہلکا سا اشارا ہوتا تو ہم ساحل کا تصور ہی مٹا دیتے۔

۳۔ ساحل کا تصور مٹا دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ دیکھے بغیر کے ساحل کہاں ختم ہوا، کہاں شروع ہوا یعنی ساحل کی حد ختم کرنا۔ پانی میں اُتر جانا اور ڈوب جانے سے نہ ڈرنا۔

۴۔ ''آدابِ جفا سے واقف نہ ہونا'' سے شاعرہ کی کیا مراد ہے؟

جواب: ''آدابِ جفا سے واقف نہ ہونا'' شاعرہ کی مراد بے وفائی کے اصولوں سے ناواقف ہونا ہے۔

حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو ، منزل اب کے دُور نہیں

بی جان ساری رات سوچتی رہیں۔ اگلی صبح نماز فجر پڑھ کر وہ ایک فیصلے پر پہنچیں۔ انھوں نے قصبے کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور مشورے کے بعد بولیں کہ دہشت گردوں کی پہچان ہر فرد کو کرنی ہے۔ اگر ہم سب چاہتے ہیں کہ ہم سکون سے رہیں اور ہمارے بچے ان سفاک دہشت گردوں سے محفوظ رہیں تو چند چیزوں کو اپنی زندگی کا معمول بنالیں۔ اس کام کی تیاری آپ سب کو میرے ساتھ مل کر کرنی ہے اور سب کو بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا ہے۔ ہر شخص کو دہشت گردی کے ناسور کو ختم کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ سکول پر حملہ کر کے دہشت گردوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ درندے ہمیں تعلیم سے دُور رکھنا چاہتے ہیں اور جہالت سے بڑی کوئی لعنت نہیں۔ ہمیں ان سے بدلہ لینے کے لیے اپنی قوم کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنا ہے اور علم کی روشنی کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانا ہے۔ علم کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کرنا ہے۔ بی جان نے کہا کہ اس کام کے لیے پہل میں کرتی ہوں اور اپنے گھر میں ایک "آگاہی سنٹر" بناتی ہوں جو دوسرے مرد وخواتین کو ناگہانی حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح کی ضروری معلومات دے گا۔ تاہم انفرادی طور پر ہم یہ کام کر سکتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کے سکولوں میں تعمیر و مرمت کے کام کروائیں اور ان کی مناسب چار دیواری بنوائیں۔ مشکوک شخص، چیز اور لاوارث سامان پر نظر رکھیں۔ ہر اجنبی شخص کی چھان بین کریں۔ ہر مشکوک پھیری اور ٹھیلے والے کو چیک کریں۔ ایمرجنسی نمبرز کا بورڈ ہر محلے میں لگائیں۔ ہر محلے اور قصبے کے دکان دار اردگرد کوئی مشکوک چیز دیکھیں تو اس کی فوراً اطلاع دیں۔ کرایہ دار اور گھریلو ملازم رکھنے سے قبل ان کے شناختی کارڈز کی جانچ پڑتال کریں اور ان کا تھانوں میں اندراج کروائیں۔ ہر محلے میں آگاہی سنٹر قائم کریں۔ جو لوگوں کو ناگہانی حالات سے نمٹنے کی تربیت دیں۔ ریٹائرڈ فوجی اور پولیس کے لوگ آگے بڑھیں۔

بی جان نے لمبی سانس لے کر کہا کہ ہمیں خاموشی اختیار کرنے کی بجائے دہشت گردی کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ حکومت کے ساتھ ہمیں بھی بہت کچھ کرنا ہوگا۔ اپنے گھریلو ماحول کو بہتر بنانا ہوگا تا کہ بچوں کو محبِ وطن اور باعمل شہری بنا سکیں۔ بچوں کو دوسروں کا احترام کرنا سکھانا ہوگا۔ ہمسایوں سے تعلقات بہتر بنانے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے نظریات وعقائد کا احترام کرنا ہوگا۔ رواداری اور برداشت کو فروغ دینا ہوگا۔ ہم پر فرض ہے کہ ہر پاکستانی کے جان و مال کو محفوظ بنائیں۔ دوسروں کی خوشی وغم میں شریک ہوں۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں۔ اگر سیکیورٹی پر متعین لوگ آپ کو توجہ سے چیک نہ کریں تو ان کی غفلت کی اطلاع متعلقہ حکام کو دیں۔

اگر ہم اپنی مدد آپ کے تحت اپنے اپنے علاقے کی سطح پر کام کریں تو یقیناً ہم دہشت گردی کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں

حل مشقی سوالات

-1 درست جواب کی نشان دہی (✓) کریں:

-i سکولوں کو دہشت گردی سے محفوظ بنانے کے لیے ضرورت ہے:

(الف) سکیورٹی گارڈ کی (ب) سی سی ٹی وی کیمرہ کی (ج) خاردار تار کی (د) مذکورہ تمام

-ii ایمرجنسی نمبرز کا نمایاں جگہ پر چسپاں کرنا ضروری ہے:

(الف) یاددہانی کے لیے (ب) سجاوٹ کے لیے

(ج) قانونی تقاضا پورا کرنے کے لیے (د) پولیس اور متعلقہ محکمہ کو فوری اطلاع دینے کے لیے

-iii سکول میں مشکوک بیگ نظر آنے کی صورت میں:

(الف) دوستوں کو بتایا جائے (ب) ٹیچر کو بتایا جائے (ج) ایمرجنسی فون پر اطلاع کی جائے (د) بیگ کو خود ہٹایا جائے

-iv دہشت گردی کے خاتمے میں اہم کردار ہے:

(الف) الیکٹرانک میڈیا کا (ب) مسجد کا (ج) مدرسے کا (د) تمام کا

-v محلّے میں آگاہی سینٹر کے قیام کا مقصد ہے:

(الف) تربیت یافتہ لوگوں کو آگے لانا (ب) باہمی میل جول (ج) ایک دوسرے کو اطلاع دینا (د) پولیس کی مدد کرنا

-vi دکان دار دکان کھولنے سے پہلے دہشت گردوں کے حوالے سے جائزہ لیں:

(الف) تالوں کا (ب) اردگرد لوگوں کا (ج) اردگرد مشکوک اشیا کا (د) دکان کے اندر اشیا کا

-vii سانحۂ پشاور پیش آیا:

(الف) 13۔دسمبر 2014ء کو (ب) 14۔دسمبر 2014ء کو (ج) 15۔دسمبر 2014ء کو (د) 16۔دسمبر 2014ء کو

۷- محلّے میں دہشت گردی کے حوالے سے آگاہی سینٹر کے قیام کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟
جواب: محلّے میں دہشت گردی کے حوالے سے آگاہی سینٹر کے قیام کے مقاصد میں مرد و خواتین کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح کی ضروری معلومات دینا اور لوگوں کو ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے ضروری تربیت دینا شامل ہیں۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

-1 سبق میں مذکورہ عورت کا نام ہے:
(A) بی جان (B) بی بی (C) نعمت بی بی (D) اماں بی

-2 بی جان کے رشتے دار شہادت کا رتبہ پا چکے ہیں:
(A) تین (B) چار (C) پانچ (D) سات

-3 اچانک ٹیلی ویژن پر ایک خبر نے بی جان کو کر دیا:
(A) دُکھی (B) افسردہ (C) پریشان (D) غمگین

-4 ٹیلی ویژن پر سانحہ دکھایا جا رہا تھا:
(A) لاہور کا (B) فیصل آباد کا (C) پشاور کا (D) کوئٹہ کا

-5 ''احمد'' بی جان کا تھا:
(A) بیٹا (B) نواسا (C) پوتا (D) بھتیجا

-6 احمد نے امتحان پاس کیا:
(A) میٹرک کا (B) ایف۔اے کا (C) بی۔اے کا (D) ایم۔اے کا

-7 ہمیں اپنے ملک کے بچوں کو دہشت گردوں سے محفوظ کرانا ہے:
(A) ظالم (B) سفاک (C) بدفطرت (D) عجیب

شہدائے پشاور کے لیے ایک نظم

(امجد اسلام امجدؔ)

مرکزی خیال

اس نظم میں امجد اسلام امجدؔ نے آرمی پبلک سکول پشاور میں شہید ہونے والے معصوم بچوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ وہ شہید ہونے والے بچوں کو زندہ قرار دیتے ہیں کیوں کہ شہید زندہ ہوتے ہیں۔ وہ اسی عقیدے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے شہید بچو! تم زندہ ہو، اور جب تک دنیا باقی ہے تم زندہ رہو گے۔

خلاصہ

شاعر امجد اسلام امجدؔ شہدائے پشاور کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے میرے وطن کے شہزادو! تم زندہ ہو، تم وہ پھول ہو جو خوش بُو کے روپ میں زندہ ہیں۔ ہر ماں کی آنسو بھری آنکھوں میں، ہر باپ کے ٹوٹے ہوئے خوابوں میں، ہر غم زدہ اور روتی ہوئی بہن کی الجھی ہوئی سانسوں میں اور ہر بھائی کی بکھری ہوئی یادوں میں تم زندہ ہو۔ اے شہدا! ہم تمھیں کبھی فراموش نہیں کر سکتے، تمھاری یاد اب زندگی بھر ہمارے ساتھ رہے گی۔ ہر دل میں تمھاری یادوں کی مہک رہے گی اور ہر آنکھ میں تمھاری یاد آنسو بن کر ہمیشہ چمکتی رہے گی۔ تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ جن لوگوں کو شہادت کا رُتبہ مل جاتا ہے۔ وہ امر ہو جاتے ہیں۔ یادوں کے باغ میں پھولوں کی طرح کھلتے ہیں اور اپنی یادوں کی خوش بُو ہر سُو بکھیرتے ہیں۔ نہ بجھنے والے چراغ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور ہر دل کی دھڑکن بن کر دھڑکنے لگتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ اے شہدائے پشاور! کل تک تو تم صرف اپنے گھر میں بستے تھے مگر اب ہر گھر میں بستے ہو اور ہر کوئی تم سے محبت کرتا ہے اور تمھیں اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے۔ تم رہتی دنیا تک زندہ و جاوید رہو گے۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر ۱: تم زندہ ہو

بند نمبر۵: اے میرے وطن کے شہزادو! تم زندہ ہو
خوشبو کے رُوپ میں اے پھولو! تم زندہ ہو
جب تک دنیا باقی ہے تم زندہ ہو
تم زندہ ہو

حلِ لغت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دنیا خوشبو	جہان، سنسار مہک، اچھی بُو	زندہ	جیتا، ذی رُوح	وطن	ملک

تشریح شاعر امجد اسلام امجدؔ نظم کے اس بند میں شہدائے پشاور کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظالم دہشت گردوں نے تمھیں شہید کر دیا ہے مگر تم زندہ ہو کیوں کہ شہید کبھی مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور تم رہتی دنیا تک زندہ رہو گے۔ تم میرے پیارے ملک پاکستان کے شہزادے ہو۔ تم وہ پھول ہو جن کی خوش بُو رہتی دنیا تک قائم رہے گی اور تم زندہ رہو گے۔

معروضی سوالات

کثیر الانتخابی سوالات

-1 "شہدائے پشاور کے لیے ایک نظم" کے شاعر کا نام ہے:

(A) سرسید احمد خان (B) ڈپٹی نذیر احمد (C) امجد اسلام امجدؔ (D) غالبؔ

-2 مصرع مکمل کرو: اے میرے وطن کے شہزادو تم:

قمری حروف: وہ حروف جن سے پہلے اگر "ال" لکھا جائے تو وہ پڑھا بھی جاتا ہے جیسے القمر" میں ال" کی آواز پڑھی جاتی ہے۔لہٰذا "ق" قمری حرف ہے۔المالک، القدوس، نورالعین، نورالہدٰی وغیرہ الفاظ میں بھی "ال" کی آواز پڑھی اور بولی جاتی ہے لہٰذا (ب، ج، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ک، م، و، ہ، ی) قمری حروف ہیں۔

لفظ

۱ وہ مرکب آواز جو کچھ سادہ آوازوں سے مل کر بنتی ہے، اسے "لفظ" کہتے ہیں۔ مثلاً: "علم" ایک لفظ ہے جو تین حروف (ع، ل، م) سے مل کر بنا ہے۔ اسی طرح "کھاٹ" ایک لفظ ہے جو تین حروف (کھ، ا، ٹ) سے مل کر بنا ہے۔

جُملہ

جب چند الفاظ ایک خاص ترتیب سے جوڑ دیے جائیں تو وہ جملہ بن جاتا ہے۔
الفاظ کے ایسے مجموعے کو جس کا مفہوم واضح طور پر سمجھ میں آجائے، "جُملہ" کہتے ہیں۔ مثلاً: آج موسم بڑا خوش گوار ہے۔ علم بڑی دولت ہے۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے، وغیرہ۔ جملے کو "فقرہ" بھی کہتے ہیں۔

کلمہ اور مہمل

الفاظ دو طرح کے ہوتے ہیں: بامعنی اور بے معنی۔ بامعنی لفظ کو کلمہ اور بے معنی لفظ کو مہمل کہتے ہیں۔ مثلاً: پانی وانی، روٹی ووٹی، چائے وائے، سچ مچ، غلط سلط، بات چیت میں، بالترتیب پانی، روٹی، چائے، سچ، غلط، بات کو کلمہ اور وانی، ووٹی، وائے، مچ، سلط، چیت کو مہمل کہیں گے۔ یاد رہے کہ اگر مہمل پہلے سے زبان زدِ عام نہیں تو عام طور پر اُردو میں مہمل واؤ سے بناتے ہیں۔ جیسے: میز ویز، کرسی ورسی، کھانا وانا وغیرہ۔

اس شعر میں کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔ اس طرح امین، صادق، علامہ، قائد اعظم، مادرِ ملت، شہیدِ ملت، شاعرِ مزدور، بابائے اُردو وغیرہ بھی القابات ہیں۔

۴۔ عرف: وہ نام ہے جو محبت یا حقارت یا پھر بلاوجہ مشہور ہو جائے۔ جیسے: کلّو، کلیان، اچھا، فخرو، گاما، بلا، گوگا، شرفو وغیرہ۔

۵۔ کنیت: وہ نام ہے جو باپ، ماں، بیٹے، بیٹی یا کسی اور تعلق کی وجہ سے پکارا جائے۔ عرب ممالک میں اس کا بہت چلن ہے۔ جیسے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں ابنِ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کنیت ہے۔ اسی طرح ابوالقاسم، ابنِ خطاب، ابوتراب، ابوالکلام، فاطمہ بنتِ عبداللہ، خالد بن ولید، محمد بن قاسم بھی کنیت ہیں۔ اُردو میں اس کے بجائے منے کے ابا، زین کی امی وغیرہ بولتے ہیں۔ بعض اوقات کنیت کسی معنوی رشتے کی بنا پر بھی کسی شخص کے لیے مخصوص ہو جاتی ہے۔ جیسے: ابوتراب، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوالاثر حفیظ جالندھری، ابوالکلام آزاد وغیرہ۔

۲۔ اسمِ ضمیر

وہ اسم جو کسی دوسرے اسم کی جگہ استعمال کیا جائے یا وہ لفظ جو زبان سے بول کر دل میں کسی چیز یا شخص کی طرف اشارہ کیا جائے، اسمِ ضمیر کہلاتا ہے۔

"عظمیٰ رحمٰن ایک محنتی طالبہ ہے۔ وہ صبح بروقت بیدار ہوتی ہے۔ وہ وقت پر سکول جاتی ہے۔ اس کا رویہ جماعت میں سب کو پسند ہے۔ اسے لوگوں کی مدد کرنا اچھا لگتا ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ وہ اُستانی بنے۔"

اس عبارت میں عظمیٰ رحمٰن کا نام صرف ایک مرتبہ آیا ہے اس کے بعد "وہ، اس کا، اُسے، اُس کی" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ عبارت پڑھتے وقت

اسمِ ظرف کی اقسام:

اسمِ ظرف کی دو اقسام ہیں:

(ا) ظرفِ مکاں (ب) ظرفِ زماں

(ا) ظرفِ مکاں: یہ وہ اسمِ نکرہ ہے جو کسی جگہ کو ظاہر کرے۔ جیسے: عیدگاہ، خواب گاہ، دانش کدہ، بنگلہ، سکول، سٹیشن، مرقد، مسکن، مرکب، منزل، مغرب، محفل وغیرہ۔

(ب) ظرفِ زماں: یہ وہ اسمِ نکرہ ہے جو کسی وقت کو ظاہر کرے۔ جیسے: صبح، شام، رات، دن، دوپہر، سہ پہر، مہینا، ہفتہ، گھنٹا، منٹ، سیکنڈ وغیرہ۔

۲۔ اسمِ مصغر:

صغیر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں چھوٹا۔ یہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی چھوٹائی (چھوٹے پن) کو ظاہر کرے۔ جیسے: پہاڑ سے پہاڑی، ڈبے سے ڈبیا، دیگ سے دیگچی، پگ سے پگڑی، ڈھول سے ڈھولک، پیالا سے پیالی، گٹھڑ سے گٹھڑی۔

۳۔ اسمِ مکبّر:

کبیر کے معنی ہیں بڑا۔ یعنی یہ وہ اسمِ نکرہ ہے جو کسی چیز کا بڑا پن ظاہر کرے۔ جیسے: شہسوار، شاہ رگ، گٹھڑ، بتنگڑ، شاہ کار، شہ زور، پگڑ اور چھتر وغیرہ۔

چند معروف اسمائے مکبّر:

لاٹھی سے لٹھ۔ بات سے بتنگڑ۔ پگڑی سے پگڑ۔ کاج سے مہا کاج۔

راجا سے مہاراجا۔ رانی سے مہارانی۔ راہ سے شاہراہ۔ درہ سے شاہدرہ۔ زور سے شہ زور۔

۴۔ اسمِ صوت:

صوت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں آواز۔ اسمِ صوت وہ کلمہ ہے جو کسی جان دار یا غیر جان دار چیز کی مخصوص آواز کو ظاہر کرے۔ جیسے:

کائیں کائیں (کوے کی آواز)، بھوں بھوں (کتے کی آواز) [illegible]

اسمِ فاعل قیاسی بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''الف'' ختم کرکے مؤنث کے لیے ''ے'' ''والی'' اور مذکر کے لیے ''ے'' کے ساتھ ''والا'' لگائیں تو وہ اسمِ فاعل بن جاتا ہے۔ جیسے: ''چبھنا سے چبھنے والی اور چبھنے والا۔

۲۔ اسمِ فاعل سماعی:

یہ وہ اسمِ فاعل ہے جو اہلِ زبان سے جس طرح سنا گیا ہو ویسا ہی استعمال کرلیا گیا ہو یعنی وہ کسی قاعدے کے تحت نہ بنایا گیا ہو، جیسے: ستم گر، غم ناک وغیرہ۔

اسمِ فاعل سماعی بنانے کا طریقہ: اس کے بنانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے بلکہ جیسے اہلِ زبان سے سنا گیا ویسے ہی استعمال کرلیا گیا۔ البتہ فارسی میں اسمِ فاعل کے آخر میں بان۔ دار۔ گر۔ وغیرہ لگانے سے اسمِ فاعل سماعی بن جاتا ہے۔ جیسے: لکڑہارا، رکھوالا، حلوائی، دھوبی، موچی، جوہری، سنار، پجاری، بھکاری، سپیرا، ڈاکیا، کھلاڑی، پاسبان، پاسدار، ستم گر، دلاور وغیرہ۔

۲۔ اسمِ مفعول: اسمِ مفعول وہ اسمِ مشتق ہے جو کسی کا مفعول ہونا ظاہر کرے جو اپنی وضع کے لحاظ سے ایک ایسی ذات کو ظاہر کرے جس پر کوئی کام واقع ہوا ہو۔ جیسے: لکھا ہوا خط۔ پڑھی ہوئی کتاب۔ ان مثالوں میں ''لکھا ہوا'' اور ''پڑھی ہوئی'' اسمِ مفعول جب کہ خط اور کتاب مفعول ہیں۔

اسمِ مفعول اور مفعول میں فرق:

مفعول اسمِ جامد ہوتا ہے جب کہ اسمِ مفعول اسمِ مشتق ہوتا ہے۔ اسمِ مفعول وہ ہے جو مفعول کو ظاہر کرے اور مفعول اسے کہتے ہیں جس پر کوئی فعل واقع ہوا ہو۔ مزید برآں یہ کہ اسمِ مفعول مصدر وغیرہ سے بنایا جاتا ہے لیکن مفعول بنایا نہیں جاتا۔ مفعول کبھی بھی اسمِ مفعول کی جگہ استعمال نہیں ہوسکتا جب کہ اسمِ مفعول کو مفعول کی جگہ استعمال کرسکتے ہیں۔ جیسے: لڑکی پڑھا ہوا بھول گئی۔ اس جملے میں ''پڑھا ہوا'' اسمِ مفعول ہے جو مفعول کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

اسمِ مفعول کی اقسام: اسمِ مفعول کی دو اقسام ہیں: ۱۔ اسمِ مفعول قیاسی ۲۔ اسمِ مفعول سماعی

۱۔ اسمِ مفعول قیاسی:

یہ وہ اسمِ مفعول ہے جو کسی قاعدے یا قیاس کے مطابق مصدر سے بنایا جائے۔ جیسے: پڑھنا سے پڑھا ہوا اور پڑھی ہوئی وغیرہ۔

صفتِ اصلی کے درجے

صفتِ اصلی کے تین درجے ہیں:

(i) صفتِ نفسی (ii) صفتِ بعض (iii) صفتِ کُل

(i) صفتِ نفسی:

یہ وہ اسمِ صفت ہے جس سے کسی کی حالت کسی دوسرے اسم سے بغیر مقابلہ کے ظاہر کی جائے۔ جیسے: اچھا، بُرا، اُونچا، نیچا وغیرہ۔

(ii) صفتِ بعض:

یہ وہ اسمِ صفت ہے جس سے کسی ایک کو دوسرے سے بڑھایا جائے۔ جیسے: خوب صورت، نیک تر، بدتر، بہتر۔

(iii) صفتِ کُل:

یہ وہ اسمِ صفت ہے جس سے ایک کو دوسرے سب سے بڑھایا جائے۔ جیسے: سب سے اُونچا، بلند ترین، نیک ترین، بدترین، دل چسپ ترین۔

۲۔ صفتِ نسبتی:

یہ وہ اسمِ صفت ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن محض تعلق کی وجہ سے صفت کے معنی ظاہر کرے۔

جیسے: لاہوری نمک، عربی آدمی، قصوری میتھی، کشمیری چائے، سندھی بریانی۔

ان مثالوں میں لاہوری کا لفظ لاہور سے، عربی کا لفظ عرب سے، قصوری کا لفظ قصور سے، کشمیری کا لفظ کشمیر سے اور سندھی کا لفظ سندھ سے تعلق ظاہر کرنے کی وجہ سے صفتِ نسبتی کہلاتے ہیں۔

صفتِ نسبتی بنانے کے طریقے:

کھایا ہے۔اظہر نے قرآن مجید پڑھا ہے۔فاروق نے کارتوس چلایا ہے۔عبدالشکور نے پنکچر لگایا ہے۔مذکورہ مثالوں میں کھایا ہے، پڑھا ہے، چلایا ہے اور لگایا ہے، فعل ماضی قریب ہیں۔

فعل ماضی قریب بنانے کا طریقہ: فعل ماضی مطلق کے آخر میں "ہے" بڑھادیں تو وہ فعل ماضی قریب بن جاتا ہے۔جیسے: "کھانا" سے "کھایا" فعل ماضی مطلق ہے اور "کھایا ہے" فعل ماضی قریب ہے۔

(iii) **فعل ماضی بعید:** فعل ماضی بعید وہ فعل ہے جو دُور کے گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کے واقع ہونے کو ظاہر کرے۔یعنی وہ فعل جس سے کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا دُور کے گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو۔جیسے: فوزیہ نے پڑھا تھا۔شازیہ گئی تھی، ظفر ہنسا تھا۔ان مثالوں میں "پڑھا تھا، گئی تھی، ہنسا تھا" ایسے فعل ہیں جو ماضی بعید میں ہوئے تھے۔

فعل ماضی بعید بنانے کا طریقہ: فعل ماضی بعید بنانے کے لیے فعل ماضی مطلق کے آخر میں تھا یا تھی لگانے سے فعل ماضی بعید بن جاتا ہے۔جیسے: پڑھنا مصدر سے پڑھا فعل ماضی مطلق اور "پڑھا تھا" فعل ماضی بعید ہے۔

(iv) **فعل ماضی شکیہ احتمالی:** یہ وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے کرنے یا ہونے کا گزرے ہوئے زمانے میں شک معلوم ہو۔اسے ماضی احتمالی بھی کہتے ہیں۔جیسے: خدیجہ نے خط لکھا ہوگا، فائزہ نے کھانا پکایا ہوگا، عروج نے سبق یاد کیا ہوگا، ثمرہ نے قاعدہ پڑھا ہوگا وغیرہ۔ان مثالوں میں "لکھا ہوگا، پکایا ہوگا، یاد کیا ہوگا، پڑھا ہوگا" فعل ماضی شکیہ ہیں۔

ماضی شکیہ بنانے کا طریقہ: فعل ماضی مطلق کے آخر میں "ہوگا" لگانے سے فعل ماضی شکیہ بن جاتا ہے۔

(v) **فعل ماضی استمراری:** ماضی استمراری وہ فعل ہے جو گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کی عادت جاری رہنے یا بتدریج واقع ہونے کو ظاہر کرے۔یعنی وہ فعل جس سے کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا گزرے ہوئے زمانے میں مسلسل معلوم ہو۔جیسے: اسما لکھتی تھی، نازش دعا پڑھتی تھی، صائمہ انڈے کھا رہی تھی، ایمن سکول جاتی تھی وغیرہ۔ان مثالوں میں "لکھتی تھی، پڑھتی تھی، کھا رہی تھی اور جاتی تھی" فعل ماضی استمراری ہے۔

فعل ماضی استمراری بنانے کا شرطیہ طریقہ: مصدر کی علامت "نا" ختم کر کے آخر میں "رہا تھا" یا "تا تھا" لگائیں تو فعل ماضی استمراری بن جاتا ہے۔

فعل لازم اور فعل متعدی کی پہچان کا طریقہ

مصدر کے فعل ماضی مطلق کے ساتھ اگر حرف ''نے'' آئے تو وہ مصدر اور اس سے بنائے ہوئے تمام افعال متعدی ہوتے ہیں ورنہ فعل لازم۔
جیسے: ارسلان نے کھایا فعل متعدی ہے اور ارسلان آیا فعل لازم۔

افعالِ معاون

افعالِ معاون یا امدادی افعال سے ایسے افعال مراد ہیں جو دوسرے فعلوں کے ساتھ ل بناتے ہیں جیسے ہنسا سے ہنس پڑا، دیکھا سے دیکھ چکا، رویا سے رونے لگا، پکارا سے پکار اٹھا، سنا سے سن سکا، رکھا سے رکھ لو، چلا سے چل دیا ے گیا، مارا سے مار ڈالا، پیا سے پی لیا، سنایا سے سنانا چاہا وغیرہ۔ ان تمام مثالوں میں دو دو فعل استعمال ہوئے ہیں، ہر دوسرا فعل، فعلِ معاون ہے۔ جو اصل فعل کے ساتھ مل کر مرکب فعل بناتا ہے۔

عام طور پر فعلِ معاون اصل فعل کے بعد ہی آتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔

اُردو میں بالعموم استعمال ہونے والے امدادی افعال جن مصادر سے بنتے ہیں، وہ یہ ہیں:

دینا، لینا، آنا، جانا، ڈالنا، پڑنا، ہونا، بیٹھنا، اٹھنا، رہنا، چکنا، سکنا، پانا، کرنا، نکلنا، لگنا، چاہنا، رکھنا وغیرہ۔

یہ مثالیں ملاحظہ کیجیے، جن الفاظ کو خط کشیدہ کیا گیا ہے، وہ امدادی افعال ہیں:

(۱) وہ چل دیا۔	(۲) یہ رقم رکھ لیجیے۔	(۳) اسے اندر آنے دو۔
(۴) بچے بکھر گئے۔	(۵) تم اب جا سکتے ہو۔	(۶) چور بھاگ اٹھے۔
(۷) کیا سوچ رہے ہو؟	(۸) میں خط لکھ چکا ہوں۔	(۹) پھوڑا پھوٹ نکلا۔
(۱۰) بچہ دیر تک رویا کیا۔	(۱۱) آج اسے کوئی ملنے نہ پایا۔	(۱۲) بارش آنا چاہتی ہے۔
(۱۳) وہ کہنے لگا۔	(۱۴) چاند آنگن میں اتر پڑا۔	(۱۵) وہ اپنی قسمت کو رو بیٹھے ہیں۔

روانی اور سہولت کے ساتھ پڑھتا چلا جاتا اور عبارت کے مفہوم کو بخوبی سمجھ لیتا ہے، وہیں لکھنے والا بھی سوچ سمجھ کر قلم چلاتا ہے۔ ہر چند اردو میں رموزِ اوقاف کے طور پر کافی علامتیں استعمال ہوتی ہیں تاہم طلبہ کے لیے درج ذیل بالعموم استعمال ہونے والی علامتوں کا سیکھنا ازبس ضروری ہے۔ انگلش میں بھی یہ علامتیں تقریباً اسی طور پر استعمال ہوتی ہے۔

نام علامت	شکل وصورت	انگلش نام
سکتہ یا وقفِ خفیف	،	Comma
وقفہ یا نصف وقف	؛	Semi Colon
رابطہ یا وقفِ لازم	:	Colon
ختمہ یا وقفِ مطلق	۔	Full Stop
سوالیہ یا استفہامیہ	؟	Sign of Interrogation
ندائیہ یا فجائیہ	!	Sign of Exclamation
واوین	" "	Inverted Commas
قوسین	( )	Brackets

(ا) سکتہ یا وقفِ خفیف (، Comma)

یہ علامت تحریر میں سب سے کم توقف کے لیے استعمال ہوتی ہے، جس لفظ کے بعد یہ علامت آئے وہاں قاری کو بغیر سانس توڑے بالکل ذرا سی دیر کے لیے ٹھہرنا چاہیے۔ مثلاً:

علمِ بیان

بیان کے معنٰی ہیں وہ شستہ و فصیح تقریر یا تحریر جس کے ذریعے انسان اپنے دل کی بات ظاہر کرے۔ تقریر و تحریر کی خوبیوں کے ذکر اور ان کی بحث کو "علمِ بیان" کہتے ہیں۔

اصطلاح: کسی لفظ کو اس کے اصلی معنوں سے ہٹ کر کسی اور مفہوم میں استعمال کرنا "اصطلاح" کہلاتا ہے۔ مثلاً: "صلوٰۃ" کے لغوی معنٰی "دُعا" ہے، لیکن امتِ مسلمہ نے اس کے معنٰی "نماز" مقرر کر لیے ہیں۔

روزمرہ: علمِ بیان میں کلمے کو "لغت" کہتے ہیں اور کلام اگر اہلِ زبان کے اسلوبِ بیان، طریقِ اظہار اور گفت گو کے انداز کے مطابق ہو تو اسے "روزمرہ" کہتے ہیں۔ مثلاً: "دو چار" "چار چھے" اور "آٹھ دس" بلا عطف و اضافت اہلِ زبان کے اسلوبِ بیان کے مطابق ہیں لہٰذا "روزمرہ" ہیں۔

تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ

ا۔ **تشبیہ:** کسی ایک چیز کو کسی مشترکہ خوبی یا خامی کی وجہ سے دوسری چیز جیسا قرار دینا "تشبیہ" کہلاتا ہے۔

مثلاً: زید حاتم کی طرح سخی ہے۔ بکر شیر جیسا بہادر ہے۔ زبیر کوے کی طرح سیانا ہے۔

زید کو حاتم، بکر کو شیر اور زبیر کو کوے سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اس عمل کو تشبیہ کہتے ہیں۔

تشبیہ کے اجزا: تشبیہ کے چار اجزا ہوتے ہیں:

(i) مشبہ (ii) مشبہ بہ (iii) وجہِ شبہ (iv) حرفِ تشبیہ

(i) **مشبہ:** جسے تشبیہ دیں .... زید

مثلاً: ''نسیمِ سحر کلیوں کو چھیڑتی، چڑیوں کو گدگداتی، ٹہنیوں کو ہلاتی، پتیوں کی تالیاں بجاتی چلی، چڑیاں اُڑیں، بلبل چہکی، فضا خوش بُو اور طائروں کے نغموں سے بھر گئی۔''

صنعتِ مراعاۃ النظیر کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ'' کلام میں ایسے الفاظ کو جمع کرنا جن میں باہمی مماثلت اور مناسبت ہو، تضاد نہ ہو۔''

مرکب، مرکبات کی اقسام

مرکب یا کلام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کا مجموعہ مرکب یا کلام کہلاتا ہے۔ جیسے: بچہ نیک ہے۔ یہ میری کتاب ہے وغیرہ۔

مرکب یا کلام کی اقسام: مرکب یا کلام کی دو اقسام ہیں: ۱۔ مرکب تام ۲۔ مرکب ناقص

۱۔ **مرکب تام:** دو یا دو سے زائد لفظوں کا ایسا مجموعہ جس سے کہنے والے کا مقصد پورا ہو جائے، سننے والے کو صحیح سمجھ آ جائے اور وہ الفاظ بامعنی بھی ہوں ''مرکب تام'' کہلاتا ہے۔ مثلاً: عظمیٰ آئی، نجمہ نے سکول کا کام کیا۔ فاطمہ نیک ہے۔

۲۔ **مرکب ناقص:** وہ مرکب جس سے کہنے والے کا مقصد پورا نہ ہو اور بات سننے والے کی سمجھ میں پوری طرح نہ آئے اسے ''مرکب ناقص'' کہتے ہیں۔ جیسے: بدمعاش آدمی، سُست گدھا۔

مرکب تام کے حصے

مرکب تام کے دو حصے ہیں: ۱۔ مسند ۲۔ مسند الیہ

۱۔ **مسند:** مرکب تام جملے میں جسے ثابت کیا جائے، وہ مسند کہلاتا ہے۔

۲۔ **مسند الیہ:** جس کے لیے ثابت کیا جائے، وہ مسند الیہ کہلاتا ہے۔

مثلاً: ''عظمیٰ آئی'' میں ''آئی'' مسند اور ''عظمیٰ'' مسند الیہ ہے۔

۳۔ مفعول: وہ کلمہ ہے جس پر کسی کام کا واقع ہونا ظاہر ہو۔ جیسے: ''رابعہ نے زبیر کو مارا۔'' اس جملے میں زبیر مفعول ہے۔

۴۔ متعلق فعل: متعلق فعل وہ کلمہ ہوتا ہے جس کے ذریعے فعل واقع ہو۔ مثلاً: اسلم نے قلم سے لکھا۔ اس فقرے میں ''قلم سے'' متعلق فعل ہے۔

جملہ فعلیہ کی نحوی ترکیب:

عبدالمالک سبق پڑھتا ہے۔

عبدالمالک	——	فاعل	جملہ فعلیہ خبریہ
سبق	——	مفعول	
پڑھتا ہے	——	فعل	

مرکب ناقص

مرکب ناقص کلمات کے ایسے مجموعے کا نام ہے جس سے بولنے والے کا پورا مطلب سننے والے کی سمجھ میں نہ آئے۔ جیسے: نیک آدمی، صبح و شام، تیز گھوڑا وغیرہ۔

مرکب ناقص کی اقسام: مرکب ناقص کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) مرکب اضافی (۲) مرکب توصیفی (۳) مرکب اشاری (۴) مرکب عطفی

(۵) مرکب عددی (۶) مرکب جاری (۷) مرکب تابع موضوع (۸) مرکب تابع مہمل

(۱) **مرکب اضافی:** دو اسموں میں تعلق پیدا کرنا ''اضافت'' کہلاتا ہے۔ مثلاً: عبدالرزاق کی کتاب۔ اس جملے میں کتاب کا تعلق عبدالرزاق سے ظاہر کیا گیا ہے جس سے تعلق پیدا کیا جائے وہ ''مضاف الیہ'' اور جس کا تعلق پیدا کیا ہو وہ ''مضاف'' کہلاتا ہے۔

عربی اور فارسی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے جب کہ اُردو زبان میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں آتا ہے۔ کا، کی، کے علامات

فعل کی فاعل کے ساتھ مطابقت

۱۔ فعل لازم عام طور پر اپنے فاعل کے مطابق آتا ہے۔ فاعل کے واحد، جمع۔ مذکر، مؤنث ہونے کی صورت میں فعل بھی اس کے مطابق ہوگا۔ جیسے: علی آیا۔ لڑکے بھاگے۔ لڑکی دوڑی۔ لیکن اگر فعل متعدی ہو تو فعل مفعول کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: میں نے کیلا کھایا۔ میں نے کیلے کھائے۔ یاسمین نے کیلا کھایا۔ صبا نے روٹی کھائی۔ ہم نے روٹی کھائی۔ اگر مفعول کے بعد ''کو'' استعمال ہو تو فعل واحد مذکر ہوگا۔ مثلاً: سائرہ نے عمر کو مارا۔ عمر نے سائرہ کو مارا۔ شہریار نے بکریوں کو مارا۔ لڑکیوں نے کتے کو مارا۔

۲۔ فاعل اگر اسم جمع ہو تو فعل واحد آئے گا۔ جیسے: فوج نے حملہ کیا۔ جماعت کراچی چلی گئی۔ ریوڑ جنگل میں چر رہا ہے۔

۳۔ جب دو یا زیادہ حروف عطف اکٹھے آئیں تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے: حسیب، منیب اور مجیب آئے۔

۴۔ جب دو اسم بغیر حرف عطف اکٹھے آئیں اور آخر میں ''دونوں'' کا لفظ لکھا جائے تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے: سعد، ادریس دونوں آ گئے۔

۵۔ جب کسی جگہ بہت سے اسم آجائیں تو فعل آخری اسم کے مطابق آئے گا۔ جیسے:
دس جگ، پانچ پلیٹیں، ایک گلاس ٹوٹ گیا یا ایک گلاس، پانچ پلیٹیں، دس جگ ٹوٹ گئے۔

۶۔ اگر بہت سے اسم ایک جگہ آئیں اور فعل ایک ہو اور آخر میں ''سب کچھ'' بڑھا دیا جائے تو فعل واحد مذکر آئے گا۔ جیسے:
سامان مکانات، دکانیں سب کچھ جل گیا۔

۷۔ اگر کسی جملے میں ضمیر جمع متکلم ''ہم'' فاعل ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ایک ہی فعل آتا ہے۔ جیسے: عورتوں نے کہا ہم آتے ہیں۔ مردوں نے کہا ہم آتے ہیں۔ عورتوں نے کہا ہم آگئے ہیں۔ مردوں نے کہا ہم آگئے ہیں۔

اسمِ صفت اور اسمِ موصوف میں مطابقت

(ج) بہت سے مذکر اسما کے آگے "نی" لگا کر مؤنث اسما بنائے جاتے ہیں جیسے ڈوم سے ڈومنی۔ اُونٹ سے اُونٹنی۔ شیر سے شیرنی۔ مور سے؟ مورنی۔ جمعدار سے جمعدارنی۔

(د) "انی" لگانے سے جو مونث اسما بنتے ہیں وہ یہ ہیں: سیدانی، شیخانی۔ جیٹھانی۔ دیورانی۔

(ہ) وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں ان۔ آن۔ وٹ ہو۔ جیسے: اٹھان، نپان، بناوٹ، کھچاوٹ، وغیرہ مونث تصور کیے جاتے ہیں۔

(و) "گاہ" کا لاحقہ اسم مؤنث کی علامت ہے، درگاہ، قتل گاہ، سجدہ گاہ، رصدگاہ، بندرگاہ، تخت گاہ۔

(ز) "ش" کا لاحقہ بھی اسم مؤنث بناتا ہے، کوشش، بینش، بحرش، آمیزش، کشش، خارش، مالش

(ح) وہ اسما جن کے آخر میں "ہ" ہو۔ والدہ۔ معلمہ۔ ملکہ۔ خادمہ۔ شاعرہ۔ ادیبہ۔ ناصرہ۔

(ط) وہ عربی مصادر جن کے آخر میں "ا" ہو۔ وفا۔ دعا۔ ہوا۔ صفا۔ خطا۔

لاحقوں کی مدد سے بننے والے مذکر ومؤنث اسما

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
اونٹ	اونٹنی	استاد	استانی	اداکار	اداکارہ	بکرا	بکری
بنجارا	بنجارن	بطخا	بطخ	بندر	بندریا	بندہ	بندی
بچھڑا	بچھیا	براتی	براتن	بھنگی	بھنگن	بلا	بلی
بھکاری	بھکارن	پٹھان	پٹھانی	باورچی	باورچن	تایا	تائی
پارسی	پارسن	بھینسا	بھینس	جیٹھ	جیٹھانی	تھانے دار	تھانے دارنی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

15- سقا کی مؤنث ہے: (MLN. GII, SWL. GII)
(A) قمی (B) سقیا (C) ساقن (D) سقن

16- ان الفاظ میں سے کون سا لفظ مؤنث ہے؟ (SWL. GII)
(A) مغلانی (B) ندوئی (C) فرنگی (D) بجنگی

17- گدھا کی مؤنث ہے: (SGD. GII)
(A) گدھیا (B) گدھی (C) گدھن (D) گدھتیا

18- قصائی کی مؤنث ہے: (RWP. GI)
(A) قصاب (B) قصابن (C) قصائن (D) قصہ

19- گوجر کی مؤنث ہے: (DGK. GII MLN. GII)
(A) گوجری (B) گجرن (C) گجوران (D) گاجرن

20- "مالک" کی مؤنث ہے: (BWP. GII)
(A) ملکہ (B) مالکہ (C) مالکانی (D) مالکی

21- ساتھن کا مذکر ہے: (LHR. GI)
(A) ساتھی (B) دوست (C) بھائی (D) رفیق

22- خالہ کا مذکر ہے: (LHR. GI)
(A) بھائی (B) خالو (C) ماموں (D) چچا

23- دیے گئے الفاظ میں سے کون سا لفظ مذکر ہے؟ (GRW. GI)
(A) [illegible] (B) [illegible] (C) [illegible] (D) [illegible]

جوابات

1- ملازمہ	2- تنبولن	3- مہترانی	4- زوج	5- کنواری	6- سُنارن
7- ننّی	8- سیٹھانی	9- ساس	10- گھسیارن	11- دیورانی	12- ممانی
13- چوکی دارنی	14- بھینسا	15- سَقّن	16- مغلانی	17- گدھی	18- قصائن
19- گوجری	20- مالکہ	21- ساتھی	22- خالو	23- مزاج	24- جھاڑو
25- مرہم	26- مور	27- پارسن	28- گائے	29- فرنگی	30- ملکہ
31- جیٹھانی	32- فقیرنی	33- اُستانی	34- دلھن	35- ماموں	36- بچھیا
37- چماری	38- کتیا	39- صاحبزادی	40- رانڈ	41- بہو	42- کنوارا
43- دھوبن	44- تائی	45- بڑھیا	46- نند		

واحد۔ جمع (تعداد)

تحریر اور تقریر میں جب کوئی اسم آئے گا تو وہ واحد ہوگا یا جمع ہوگا۔ اگر وہ واحد ہو تو اسے جمع بنانے کے لیے درج ذیل قاعدے مقرر ہیں:

۱۔ اردو میں واحد سے جمع بنائی جاتی ہے۔

۲۔ جن مذکر اسما کے آخر میں ''الف'' آیا ہو ان کی جمع بنانے کے لیے ''الف'' کو ''ے'' سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے: لڑکا سے لڑکے۔ بیٹا سے بیٹے۔ بندہ سے بندے۔ بکرا سے بکرے۔ پردہ سے پردے۔ بنجارا سے بنجارے۔

۳۔ کچھ اسم جو رشتوں کے نام ہیں یا خطابات اور القاب کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کے آخر میں آنے والا ''الف'' واحد اور جمع دونوں حالتوں

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
رکن	ارکان	رقم	رقوم	روایت	روایات	روح	ارواح
رئیس	رؤسا	رعیت	رعایا	رسالہ	رسائل	رائے	آرا
روضہ	ریاض	زاویہ	زوایا	رفیق	رفقا	رسم	رسوم
زمانہ	ازمنہ	سبب	اسباب	زوج	ازواج	زائد	زوائد
زائر	زائرین	سانحہ	سوانح	سجدہ	سجود	سلطان	سلاطین
سامع	سامعین	سنّت	سنن	سطر	سطور	سند	اسناد
سیّد	سادات	سفیر	سفرا	سر	اسرار	سقم	اسقام
سوال	سوالات	سیرت	سیر	سلف	اسلاف	سابق	سوابق
سفر	اسفار	سلسلہ	سلاسل	سبق	اسباق	سلاح	اسلحہ
شے	اشیا	شہید	شہدا	شرط	شرائط	شریف	شرفا
شریک	شرکا	شغل	اشغال	شیخ	شیوخ	شیطان	شیاطین
شاعر	شعرا	شعر	اشعار	صحابی	صحابہ	صاحب	اصحاب
صنف	اصناف	صنعت	صنائع	صوت	اصوات	ضمیر	ضمائر
صفت	صفات	صالح	صلحا	طبیعت	طبائع	طرف	اطراف
ضد	اضداد	ضابطہ	ضوابط	طبیب	اطبا	طور	اطوار

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مقبرہ	مقابر	نسب	انساب	مسجد	مساجد	نصیحت	نصائح
نتیجہ	نتائج	نبات	نباتات	نکتہ	نکات	نقطہ	نقاط
ناظر	ناظرین	نور	انوار	ندیم	ندما	نظریہ	نظریات
نفل	نوافل	نعمت	نعم	نغمہ	نغمات	نقل	نقول
نجم	نجوم	نادر	نوادر	نوع	انواع	نفس	انفاس
ناصر	انصار	ناصح	ناصحین	نبی	انبیا	نقش	نقوش
نفس	نفوس	وجہ	وجوہ	نظر	انظار	نقیب	نقبا
ولی	اولیا	واقعہ	واقعات	واعظ	واعظین	وحشی	وحوش
ورق	اوراق	وصف	اوصاف	وسوسہ	وساوس	وظیفہ	وظائف
ورد	اوراد	وسیلہ	وسائل	وفد	وفود	ولد	اولاد
وکیل	وکلا	وزیر	وزرا	وزن	اوزان	وارث	ورثا
وصیت	وصایا	واقف	اوقاف	وضع	اوضاع	وہم	اوہام
وطن	اوطان	یتیم	یتامیٰ	وقت	اوقات	ہدیہ	ہدایا
ہمت	ہمم	یوم	ایام	یہودی	یہود	ہدف	اہداف

-23 "وہم" کی جمع ہے: (BWP. GI)

(A) اوہم (B) اوہا (C) واہم (D) اوہام

-24 "صوت" کی جمع ہے: (BWP. GII, SGD. GI, DGK. GI)

(A) صوات (B) اصواتیں (C) اصوات (D) اصاوت

-25 عنادل کا واحد ہے: (LHR. GI, BWP. GII)

(A) دشمن (B) عندلیب (C) عندلاب (D) عنالد

-26 عاقل کی جمع ہے: (LHR. GI)

(A) عقل (B) عقل مند (C) عقول (D) عقلا

-27 "جزیرہ" کی جمع ہے: (GRW. GI)

(A) جزائر (B) جزیرے (C) جزیروں (D) جزائرین

-28 "طلبہ" کا واحد ہے: (GRW. GI)

(A) طالب (B) طالبوں (C) طالبات (D) طلب

-29 زائد کی جمع ہے: (GRW. GII, DGK. GII)

(A) زاہدوں (B) زوائد (C) زائدان (D) زوائدن

-30 سلطان کی جمع ہے: (GRW. GII)

(A) سلطانوں (B) سلطانان (C) سلاطین (D) سلاطینان

-31 نور کی جمع ہے: (FSD. GI, SWL. GI)

-55 دوا کی جمع ہے: (FSD. GI)

(A) دوائی (B) دوات (C) ادویہ (D) ادویات

-56 ''حد'' کی جمع ہے: (MLN. GI)

(A) حدود (B) احداد (C) حدیقہ (D) حدول

-57 ''نقل'' کی جمع ہے: (MLN. GII, SGD. GI)

(A) نقلیں (B) نقال (C) نقول (D) نقالی

-58 ''اخبار'' کا واحد ہے: (MLN. GII)

(A) اخبر (B) خبر (C) اخباروں (D) خبریں

-59 دیے گئے الفاظ میں سے کون سا لفظ واحد ہے؟ (SWL. GI)

(A) ابدان (B) اذہان (C) ارکان (D) برہان

-60 سکان کا واحد ہے: (SGD. GI, MLN. GII)

(A) سکینہ (B) ساکنی (C) ساکن (D) سکون

-61 تاجر کی جمع ہے: (RWP. GII)

(A) تجارت (B) تجارات (C) تجار (D) اتاجر

-62 ان الفاظ میں سے کون سا لفظ جمع ہے؟ (DGK. GI)

(A) دیوان (B) عاقل (C) فاضل (D) فیوض

-63 ''تکلیف'' کی جمع ہے: (DGK. GII)

87- ''اغیار'' کا واحد ہے: (BWP. GI)

(A) میت (B) غیور (C) غیار (D) غیر

88- ''رقم'' کی جمع ہے: (BWP. GII, GRW. GI)

(A) رقمیں (B) رقوم (C) ارقام (D) رواقم

89- ''رسم'' کی جمع ہے: (BWP. GII)

(A) رسومات (B) رسوم (C) رسمیں (D) رواسم

90- ادیان کا واحد ہے: (LHR. GI)

(A) دن (B) دنیا (C) دین (D) دیوان

91- محنت کی جمع ہے: (LHR. GII)

(A) محنتیں (B) محن (C) رہن (D) صحن

92- ''امم'' کا واحد ہے: (GRW. GI)

(A) امت (B) امین (C) امی (D) آم

93- ''دور'' کی جمع ہے: (GRW. GII)

(A) دورہ (B) ادوار (C) دیواریں (D) دائرین

94- ''حجابات'' کا واحد ہے: (GRW. GII)

(A) حجب (B) حج (C) حجاب (D) حجائب

95- لطف کی جمع ہے: (FSD. GI)

56- حدود	57- نقول	58- خبر	59- برہان	60- ساکن
61- تجار	62- فیوض	63- تکالیف	64- مدارس	65- اُمرا
66- فیض	67- منصب	68- جراثیموں	69- لڑکا	70- اذکار
71- لقب	72- غنی کی	73- امور	74- آلات	75- اموات
76- زائرین	77- خصائل	78- خلق	79- کرام	80- کفار
81- ریاض	82- سجدہ	83- ذرات کا	84- انوار	85- خادم
86- حکام	87- غیر	88- رقوم	89- رسوم	90- دین
91- محن	92- امت	93- ادوار	94- حجاب	95- الطاف
96- سبق	97- ذاکر	98- آبا	99- آفات	100- دستور
101- اکابر	102- رقم	103- بروج	104- جد	105- خدام
106- حصص	107- زوج	108- اَدب	109- اب	110- امر
111- علم	112- جذبات			

مترادف الفاظ

بعض الفاظ آپس میں ہم معنی ہوتے ہیں، انھیں مترادف الفاظ کہتے ہیں۔ جیسے: دُکھ کا مترادف لفظ تکلیف اور سُکھ کا مترادف چین یا راحت ہے۔ اسی طرح آفتاب اور خورشید کے ایک ہی معنی ہیں۔ اُردُو میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مترادف الفاظ بول چال اور تحریر و تقریر میں بلا تامّل استعمال ہوتے ہیں۔ ذیل میں عام استعمال آنے والے مترادف الفاظ کی ایک نامکمل فہرست پیش کی جاتی ہے:

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف

13- مترادف کی درست فہرست کون سی ہے؟ (SWL. GI, SGD. GII, BWP. GI)

(A) داستان، حکایت (B) مدح، رغبت (C) مسرت، خواہش (D) حب، شوق

14- ''حسرت'' کا مترادف ہے: (DGK. GII)

(A) ناامیدی (B) آرزو (C) بددلی (D) انکار

15- مترادف کی درست فہرست ہے: (FSD. GI)

(A) راحت، آرام (B) حکایت، شکایت (C) حب، محبت (D) شوق، خوف

16- ''عاقل'' کا مترادف ہے: (MLN. GII)

(A) شوق (B) خوشی (C) اعتماد (D) دانا

جوابات

1- عروج، بلندی 2- انبساط۔خوشی 3- بھروسا۔اعتماد 4- ستائش 5- آسان، سہل

6- وسیع، کشادہ 7- ظلمت۔تاریکی 8- رغبت، شوق 9- دانا، عاقل 10- نشانات۔آثار

11- کشادہ 12- راز 13- داستان، حکایت 14- آرزو 15- راحت، آرام 16- دانا

متضاد الفاظ

بعض الفاظ معنوں کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد یا ایک دوسرے کے الٹ ہوتے ہیں۔ جیسے: امیر اور غریب، ابتدا اور انتہا، آزادی اور غلامی، اکثریت اور اقلیت وغیرہ۔ متضاد الفاظ بنانے کا کوئی خاص قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ متضاد الفاظ اہلِ زبان کی بول چال یا ان کی تحریروں کے بغور پڑھنے سے ہی

-3 معلّم کا متضاد ہے: (FSD. GI. RWP. GI)

(A) تعلّم (B) استاد (C) متعلّم (D) معلمات

-4 شام کا متضاد ہے: (FSD. GII. GRW. GI)

(A) رات (B) دن (C) صبح (D) دوپہر

-5 مشکل کا متضاد ہے: (RWP. GI)

(A) متشکل (B) آسان (C) مرنا (D) تدبر

-6 "باطن" کا متضاد ہے: (RWP. GI)

(A) حاضر (B) خلوت (C) ظاہر (D) غائب

-7 شک کا متضاد ہے: (RWP. GII)

(A) خیال (B) گمان (C) یقین (D) اعتماد

-8 "رغبت" کا متضاد ہے: (DGK. GII. SWL. GI. SGD. GI. BWP. GI. BWP. GII, DGK. GII)

(A) نفرت (B) خیانت (C) مخالف (D) ضعف

-9 "موافق" کا متضاد ہے: (BWP. GII. BWP. GII. FSD. GI. SWL. GII)

(A) رغبت (B) رفیق (C) سست (D) مخالف

-10 دین دار کا متضاد ہے: (FSD. GII)

(A) بے دین (B) دین والا (C) کافر (D) مسلمان

-11 "زبردست" کا متضاد ہے: (MLN. GI. GRW. GII. DGK. GI)

(A) زبردست (B) کمزور (C) ضعیف (D) طاقت ور

باہم مماثل و متشابہ الفاظ

بعض الفاظ کی آواز تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے یا ان کے اعراب میں معمولی سا فرق ہوتا ہے مگر وہ معنوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو مماثل یا متشابہ الفاظ کہا جاتا ہے۔ مماثل الفاظ کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ طلبہ کی سہولت کے لیے اہم مماثل و متشابہ الفاظ کی ایک نامکمل فہرست درج ذیل ہے۔

مماثل الفاظ	معانی	مماثل الفاظ	معانی
الم	رنج	علم	جھنڈا
ارض	زمین	عرض	چوڑائی یا درخواست
آر	اوزار کا نام	عار	شرم و حیا
اثر	نتیجہ	عصر	زمانہ
اسرار	سر کی جمع بہ معنی بھید	اصرار	ضد یا تکرار
اصل	جڑ یا بنیاد	عسل	شہد
اعراب	عرب کی جمع	اعراب	الفاظ پر زیر، زبر، پیش وغیرہ دینا
رسد	فوج یا قافلے کا زادِ راہ	رصد	سیاروں کو دیکھنے کا مقام
رقم	دولت، روپیا پیسا	رَقم	لکھنا، تحریر کرنا

(۲) ''یائے'' کی طرح ''واؤ'' کی بھی دو آوازیں ہیں۔ واؤ معروف پوری اور بھری ہوئی آواز والی واؤ کو کہتے ہیں جب کہ ہلکی اور ہلکی آواز والی واؤ کو واؤ مجہول کہتے ہیں۔ واؤ معروف سے پہلے والے حرف پر پیش آتا ہے جیسے خوب، بوٹ، جھوٹ اور واؤ مجہول سے پہلے والے حرف پر کوئی علامت نہیں لگائی جاتی۔ جیسے بولو، کولو۔

(۳) ہمزہ ''ء'' ''ی'' اور ''واؤ'' کے ساتھ وہی کام کرتا ہے ''جو مد'' الف کے ساتھ۔ جہاں ''ی'' کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو ''ی'' کے ہو یا جہاں معمول سے بڑھ کر واؤ کی آواز نکالی جائے وہاں اسے بطور علامت لکھتے ہیں۔

(۴) فارسی کے چند الفاظ میں ''واؤ'' ساکت ہوتا ہے جسے ''واؤ معدولہ'' کہتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ''خ'' کے بعد آیا ہے جیسے: خویش، خود، خواب، تنخواہ وغیرہ۔

(۵) بعض اُردو کے الفاظ میں پیش کی بجائے واؤ استعمال ہوتا تھی۔ جیسے: ''پرانا کو''پورانا'' لکھتے تھے مگر اب یہ متروک ہے۔

(۶) ''ن'' کی بھی دو حالتیں ہیں۔ اول جب اس کی آواز پوری ادا ہو۔ جیسے: آن، بان وغیرہ۔ دوم جب اس کی آواز پوری ادا نہ کی جائے بلکہ ناک سے کسی قدر گنگناتی آواز نکلے تو اسے نون غنہ کہتے ہیں۔ جیسے: کنواں، سماں وغیرہ۔

عَمَل	(ع م ل)	پہلے دونوں حرف مفتوح جیسے: غرض۔ مرض۔ بدن۔ بدل۔ ادب۔ ازل۔ بشر۔ حسد۔ فلک۔ شفق۔ عدد۔ چمن۔ نمک۔ سحر (بمعنی صبح) غلط۔ شرف۔ مثل (بمعنی کہاوت) اور جنم وغیرہ۔
عَقْل	(ع ق ل)	پہلا حرف مفتوح۔ دوسرا ساکن۔ تیسرا ساکن جیسے: اصل۔ امن۔ امر۔ برق۔ ترک۔ جذب۔ ضرب۔ حمد۔ وجد۔ صبر۔ صدر۔ نظم۔ نثر۔ نقش۔ رقص۔ فرض۔ عرض۔ عدل۔ قتل۔ دخل۔ ختم۔ رسم۔ بزم۔ تلخ۔ برف۔ ابر اور بخش وغیرہ۔
جِسْم	(ج س م)	پہلا حرف مکسور۔ آخری دونوں ساکن جیسے: اسم۔ حرص۔ ذکر۔ فکر۔ علم۔ عشق۔ شرک۔ عطر۔ مثل (بمعنی مانند)۔ ارد اور گرد وغیرہ۔

نَفَاسَتْ	(ن ف ا س ت)	پہلا، دوسرا اور چوتھا حرف مفتوح جیسے امانت۔ بشارت۔ بغاوت۔ صداقت۔ سخاوت۔ نزاکت۔ متانت۔ وکالت۔
مَعْذِرَتْ	(م ع ذ ر ت)	پہلا مفتوح۔ تیسرا مکسور۔ جیسے مغفرت۔ معرفت۔ معصیت۔
مُشَاعَرَہ	(م ش ا ع ر ہ)	پہلا مضموم۔ دوسرا، چوتھا اور پانچواں مفتوح جیسے مباحثہ۔ مبالغہ۔ محاصرہ۔ مراسلہ۔ مشاہدہ۔ معاملہ۔ معاوضہ۔ مشاہرہ۔ مقابلہ۔ مناظرہ۔ موازنہ۔ ملاحظہ۔
(اردو میں مفاعلہ کے وزن پر آنے والے یہی مصادر اسمائے جنس یعنی بھی مستعمل ہیں)		
بُخَارْ	(ب خ ا ر)	پہلا مضموم۔ دوسرا مفتوح مثلاً: غلام۔ سوال۔
مَحَبَّتْ	(م ح ب ت)	پہلے تینوں حروف مفتوح۔ تیسرا مشدد جیسے مضرت۔ مذلت۔ مشقت۔ مسرت۔
حَاجَتْ	(ح ا ج ت)	پہلا مفتوح۔ تیسرا مفتوح جیسے ساغر۔ آپس۔ تم۔ کاغذ۔ ساعت۔
حَلَالْ	(ح ل ا ل)	پہلا اور دوسرا مفتوح۔ جیسے جلال۔ کمال۔ زوال۔ سلام۔ کلام۔ نشاط۔ اذان۔ جہاز۔ شباب۔ خراب۔ بیان۔ صواف۔

متفرق الفاظ کا تلفظ

۱۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے پہلے حرف پر زبر ہے:

بہار۔ بلند۔ چکنا چور۔ ڈکار۔ ٹکسال۔ سمت۔ طلبہ۔ عمود۔ قلعہ۔ کھچا کھچ۔ سواد۔ گھمسان۔ گھسیارہ۔ مبادا۔ لتاڑنا۔ متوالا۔ محبت۔ مذاق۔ مزار۔ مسافت۔ مہارت۔ نماز۔ نمک۔

اِعْتِمَادْ	اَفْوَاجْ	وُصُولْ	مُحَافِظْ	مُلْتَبِسْ	مُنْتَخَبْ	مَجَالِسْ	جِهَادْ
اِنْکِسَارْ	اَضْلَاعْ	حُصُولْ	مُوَافِقْ	مُعْتَمِدْ	مِعْرَاجْ	نَتَائِجْ	خِلَافْ
اِعْتِرَافْ	اَلْقَابْ	فُضُولْ	مُخَالِفْ	مُنْتَشِرْ	مِحْرَابْ	وَظَائِفْ	فِرَاقْ
اِمْتِحَانْ	اَفْرَادْ	عُیُوبْ	مُجَاهِدْ	مُعْتَرِفْ	مَدْرَسَہْ	حَقَائِقْ	وِصَالْ
اِنْکِشَافْ	اُمَرَا	حُدُوْدْ	مُعَالِجْ	مُعَطَّرْ	مَشْغَلَہْ	مَمَالِکْ	قِیَامْ
اِتِّحَادْ	عُلَمَا	عُلُوْمْ	مُنَافِقْ	مُکَرَّمْ	مَقْبَرَہْ	مَشَاغِلْ	نِکَاتْ
اِتِّفَاقْ	غُرَبَا	عَالِمْ	مُطَابِقْ	مُفَصَّلْ	مَشْوَرَہْ	فَضَائِلْ	مُخْتَلِفْ
اِطِّلَاعْ	فُقَرَا	بَاطِنْ	مُبَلِّغْ	مُقَدَّرْ	مَسْئَلَہْ	مَنَاظِرْ	مُعْتَرِضْ
اِتِّصَالْ	شُعَرَا	بَاعِثْ	مُحَقِّقْ	مُثَلَّثْ	اَفْضَلْ	جُلُوْسْ	مُشْتَعِلْ
اِتِّبَاعْ	شُهَدَا	صَاحِبْ	مُدَرِّسْ	مُهَذَّبْ	اَکْبَرْ	مُفْلِسْ	مَجْرُوْحْ
بَرْفْ	اُدَبَا	جَانِبْ	مُرَتَّبْ	مُرَوَّجْ	مَرْکَزْ	مُخْلِصْ	مَذْکُوْرْ
اِحْسَانْ	مَذَاهِبْ	بَالِغْ	مُؤَلِّفْ	مُقَدَّسْ	مَصْدَرْ	مُنْصِفْ	مَحْسُوْسْ
اُبَالْ	قَوَاعِدْ	طَالِبْ	حِسَابْ	مُحَمَّدْ	مَکْتَبْ	مُشْفِقْ	مَقْبُوْلْ

دَر	دَر پردہ، دَر پے، دَر پیش، دَر کار، دَر ہم، دَر میان، دَر ماندہ، دَر انداز، دَر گزر، دَر آمد، دَر خواست، دَر کنار، دَر یافت
زیر	زیر سایہ، زیر علاج، زیر دست، زیر لب، زیر بار، زیر حراست، زیر جامہ
زُود	زُود پشیمان، زُود رنج، زُود ہضم، زُود اثر، زُود فہم، زُود نویس، زُود گو، زُود خیز
سَر	سر چشمہ، سر بلند، سر بمہر، سر پرست، سر خیل، سر رشتہ، سر زمین، سر سبز، سر شاری، سر گزشت
شاہ/شہ	شاہراہ، شہ رگ، شہباز، شہتوت، شہ بالا، شہ سوار، شہ سواری، شہ زوری، شہ کار، شہ رُخ
غیر	غیر ممکن، غیر معمولی، غیر موزوں، غیر ذمہ دار، غیر حاضر، غیر آباد، غیر مستقل، غیر مشروط
کم	کم نظر، کم ظرف، کم ہمت، کم حوصلہ، کم عقل، کم گو، کم خرچ، کمزور
لا	لازوال، لاحاصل، لاعلاج، لاوارث، لاتعداد، لاجواب، لاوَلد، لاثانی
مہا	مہابلی، مہابھارت، مہابیر، مہاپاپ، مہاجنجال، مہاجن، مہاجنتر، مہاراج، مہاراجا، مہامنتری
نا	نابکار، نامراد، نالائق، ناتواں، نادان، ناجائز، ناپاک، ناتجربہ کار، نابالغ، نادانستہ
نو	نوعمر، نوجوان، نوخیز، نونہال، نومسلم، نووارد، نوزائیدہ، نوبہار، نوآموز، نوآباد
نیم	نیم جان، نیم روز، نیم حکیم، نیم مُلّا، نیم مردہ، نیم پختہ، نیم برہنہ، نیم بسمل، نیم کش
ہم	ہم سفر، ہم راز، ہم نام، ہم وطن، ہم جماعت، ہم چشم، ہم خیال، ہم پلّہ
یک	یک رنگ، یک زبان، یک دل، یک لخت، یک دم، یک جہتی

لاحقے

[illegible]	[illegible]

شکن رشکنی	بت شکن، بت شکنی، حوصلہ شکن، حوصلہ شکنی، قانون شکن، قانون شکنی، دندان شکن، پیمان شکن، پیمان شکنی، عہد شکن، عہد شکنی، دل شکن، دل شکنی
شناس	اداشناس، مزاج شناس، حق شناس، خودشناس، موقع شناس، قدرشناس، رُوشناس، فیض شناس
طلب	خیر طلب، آرام طلب، انصاف طلب، محنت طلب، جفاطلب، شہرت طلب، مرمت طلب
فروش	جوفروش، سرفروش، گل فروش، ضمیر فروش، کتب فروش، بردہ فروش، غلہ فروش
کار	پیش کار، بے کار، تخم کار، آزمودہ کار، کاشت کار
کدہ	بت کدہ، آتش کدہ، دولت کدہ، آرام کدہ، نعمت کدہ، صنم کدہ، غم کدہ، حیرت کدہ
گار	پروردگار، کردگار، روزگار، خدمت گار، پرہیزگار، مددگار، کامگار، طلب گار، سازگار
گاہ	آرام گاہ، پناہ گاہ، بارگاہ، شکارگاہ، قیام گاہ، چراگاہ، عیدگاہ، کمین گاہ
گر	آہن گر، بازی گر، کاری گر، زرگر، غارت گر، جادوگر، چارہ گر، شیشہ گر، کیمیاگر، فتنہ گر
گزار	کارگزار، تہجد گزار، سپاس گزار، باج گزار، اطاعت گزار، خدمت گزار، شکرگزار
گو	حق گو، بدگو، داستان گو، دروغ گو، بسیارگو، قصہ گو، زودگو، راست گو، قانون گو، غزل گو
گیر	بغل گیر، خبرگیر، دست گیر، دامن گیر، راہ گیر، دل گیر، عالم گیر، ماہی گیر، جاگیر، سخت گیر
[illegible]	[illegible]

محاورات	مفہوم	جملے
بے چراغ ہونا	اجاڑ، سنسان ہونا	یہ بستی برسوں پہلے دریا بُرد ہو گئی تھی، اس وقت سے آج تک بے چراغ چلی آ رہی ہے۔
پاپڑ بیلنا	محنت مشقت کرنا	فی زمانہ انسانوں کو اپنے بچوں کی خاطر بڑے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔
پالا پڑنا	واسطہ ہونا	خدا کرے تمھارا کسی احمق سے پالا نہ پڑے۔
پانی پھیر دینا	برباد کرنا	آپ نے میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔
پانی میں آگ لگانا	متحمل مزاج کو بھڑکانا	آج جب میں نے صدیقی صاحب کو غصے میں دیکھا تو یوں لگا جیسے کسی نے پانی میں آگ لگا دی ہو۔
تین پانچ کرنا	جھگڑا کرنا، بحث کرنا	میرے ساتھ تین پانچ کرنے کی ضرورت نہیں، سیدھی طرح سے میری رقم واپس کرو۔
تین حرف بھیجنا	لعنت ملامت کرنا	میں ہمیشہ چغل خوروں پر تین حرف بھیجتا ہوں۔
تین تیرہ ہونا	منتشر ہونا	حملے کی تاب نہ لا کر کفار کا لشکر آنِ واحد میں تین تیرہ ہو گیا۔
تگنی کا ناچ نچانا	بہت پریشان کرنا	دوسری بیوی نے خاوند کو ایسا تگنی کا ناچ نچایا کہ وہ دنیا ہی سے بیزار ہو گیا۔
ٹسوے بہانا	جھوٹ موٹ رونا	اس بچّے کو چوٹ نہیں لگی، یہ ٹسوے بہا رہا ہے۔
ٹیڑھی کھیر ہونا	کام کا مشکل ہونا	اس مسئلے کا حل میرے بس میں نہیں، یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔
ٹس سے مس نہ ہونا	ذرا بھی اثر نہ ہونا	بعض لوگ ایسے بے حس ہوتے ہیں، انھیں لاکھ سمجھاؤ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔
جامے میں پھولا نہ سمانا	بہت خوش ہونا	اکرم اپنی کامیابی پر جامے میں پھولا نہ سماتا تھا اور خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔

محاورات	مفہوم	جملے
زمین میں گڑ جانا	سخت شرمندہ ہونا	جب باپ نے اپنے بیٹے کو جھوٹ بولتے سنا تو وہ مارے غیرت کے زمین میں گڑ گیا۔
زندہ در گور ہونا	دکھ بھری زندگی گزارنا	آج کل غریب غربا مفلسی کے ہاتھوں زندہ در گور ہیں۔
سر قلم کرنا	سر کاٹ دینا	جلاّد نے قاتل کا سر قلم کر دیا۔
سبز باغ دکھانا	لالچ دینا، دھوکا دینا	آصف نے مجھے بہت سبز باغ دکھائے مگر میں اس کے جھانسے میں نہ آیا۔
سبز قدم ہونا	منحوس ہونا	ساس نے کہا: ''ہماری بہو سبز قدم ہے، جب سے آئی ہے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے۔''
سانپ سونگھ جانا	خاموشی چھا جانا	جب صدرِ جلسہ نے چندے کی اپیل کی تو پورے جلسے کو گویا سانپ سونگھ گیا۔
سینگ سمانا	جگہ ملنا	میری شب بسری کا کیا ہے، جہاں سینگ سمائیں گے، پڑا رہوں گا۔
شش و پنج میں پڑنا	سوچ بچار کی کیفیت	میں اس شش و پنج میں پڑا ہوں کہ یہ سفر اختیار کروں یا نہ کروں۔
شیر و شکر ہونا	میل ملاپ ہونا	آج کل وسیم اور اکرم آپس میں خوب شیر و شکر ہیں۔
شیطان کی آنت ہونا	طویل ہونا	یہ مسافت تو میرے لیے شیطان کی آنت ہوگئی ہے، صبح سے طے کر رہا ہوں مگر منزل کا کوئی نشان نہیں۔
شگوفہ چھوڑنا	نئی بات کرنا	آپ جب بھی آتے ہیں، کوئی نہ کوئی شگوفہ ضرور چھوڑتے ہیں۔
شیخی بگھارنا	ڈینگ مارنا	مجھے شیخی بگھارنے والے لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔
صبر کا پیمانہ لبریز ہونا	صبر نہ ہو سکنا	ساس کے آئے دن کے طعنوں سے تنگ آ کر آخر بہو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

ضرب الامثال

ضرب کے معنی ہیں بیان کرنا اور مثل کے معنی ہیں مثال۔ ضرب المثل کے معنی ہوئے مثال دے کر بیان کرنا۔ ضرب المثل کو اُردو میں مقولہ یا کہاوت بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد ایسا جملہ ہے جو مثال کے طور پر پیش کیا جائے۔ اس جملے میں جو بات کہی جائے اسے عالم گیر سچائی (Universal Truth) کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ضرب الامثال یا کہاوتیں صدیوں کے تجربات اور انسانی زندگی کے لاتعداد مشاہدات کے جواہر پارے ہوتے ہیں اور انھیں علم و حکمت کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔

بیشتر ضرب الامثال کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کب سے ہیں اور کیوں کر بنی ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ضرب الامثال کلام میں زور اور حسن پیدا کرتی ہیں۔ ہم اپنے طالب علموں کی سہولت اور استفادے کے لیے ذیل میں اُردو ضرب الامثال کا مختصر سا انتخاب اور ان کا مفہوم اور محلِ استعمال پیش کرتے ہیں:

ضرب الامثال	مفہوم اور استعمال کا موقع محل
آپ کاج، مہا کاج	جو کام خود کیا جائے، وہ سب سے بہتر ہوتا ہے۔
آ بیل مجھے مار	خواہ مخواہ کی لڑائی مول لینا۔
آپ آئے، بھاگ آئے	آپ کے آنے سے ہمارے نصیب جاگ اٹھے۔
آخ تھو کھٹے ہیں	کسی چیز کے حصول میں ناکامی ہو تو کھسیانا پن مٹانے اور شرمندگی دور کرنے کے لیے کہتے ہیں۔
آدمی کا شیطان آدمی ہے	آدمی کو آدمی ہی بہکاتا ہے۔
آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری میں پھنس جانا۔
آج کا کام کل پر مت چھوڑو	آدمی جو کام آج کر سکتا ہو، اسے کل پر اٹھا نہ رکھو۔

ضرب الامثال	مفہوم اور استعمال کا موقع محل
دل کو دل سے راہ ہوتی ہے	محبت دونوں طرف سے ہوتی ہے۔
دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی	پورا پورا انصاف، کھرا اور کھوٹا الگ الگ
دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا	آوارہ آدمی جو کسی کام کا نہ ہو۔
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے	جو شخص مصیبت میں مبتلا ہو وہ تھوڑی سی مدد کو بھی غنیمت شمار کرتا ہے۔
رات گئی، بات گئی	موقع نکل جانے کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔
رسی جل گئی، پر بل نہ گیا	تکلیف اٹھائی لیکن بُری عادت نہ چھوڑی۔
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	جس بات کا لوگوں میں عام چرچا ہو جائے وہ عموماً سچی ہوتی ہے۔
سانپ کا کاٹا رسی سے ڈرتا ہے	جسے بہت تکلیف پہنچی ہو وہ معمولی چیز سے بھی ڈرتا ہے۔
سانچ کو آنچ نہیں	آخر کار سچ غالب رہتا ہے۔
سیکھ واکو دیجیے جا کو سیکھ سہائے سیکھ نہ دیجیے باندرا جو گھر بیے کا جائے	نصیحت اس کو کرنی چاہیے جس کو نصیحت اچھی معلوم ہو، نہ کہ بندر کو جس نے بیے کا گھر تباہ و برباد کر دیا تھا۔
سدا ناؤ کاغذ کی نہیں بہتی	دھوکا یا فریب ہمیشہ نہیں دیا جا سکتا۔
شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں	کسی کے عدل و انصاف کی تعریف میں کہتے ہیں۔

نامکمل جملوں کی تکمیل

محاورات وضرب الامثال

نمبر شمار	نامکمل جملے	مکمل جملے
(1)	آ بیل............	آ بیل مجھے مار۔
(2)	آپ آئے............	آپ آئے بھاگ آئے۔
(3)	آخ تھو............	آخ تھو کہتے ہیں۔
(4)	آدمی کا شیطان............	آدمی کا شیطان آدمی ہے۔
(5)	آنکھ اوجھل............	آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔
(6)	آسمان سے گرا............	آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔
(7)	آج مرے............	آج مرے کل دوسرا دن۔
(8)	آوے کا آوا............	آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔
(9)	آپ کاج............	آپ کاج مہا کاج۔
(10)	آدھا تیتر............	آدھا تیتر آدھا بٹیر۔
(11)	آم کے آم گٹھلیوں............	آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔
(12)	آج کا کام............	آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

نمبر شمار	نامکمل جملے	نامکمل جملے
(56)	تخم تاثیر..................	تخم تاثیر صحبت کا اثر۔
(57)	تندرستی ہزار..................	تندرستی ہزار نعمت ہے۔
(58)	تھکا اونٹ..................	تھکا اونٹ سرائے کو تکتا ہے۔
(59)	تین میں نہ..................	تین میں نہ تیرہ میں۔
(60)	جتنی چادر دیکھیے..................	جتنی چادر دیکھیے اتنے پاؤں پھیلایئے۔
(61)	جس کی لاٹھی..................	جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔
(62)	جو گرجتے ہیں..................	جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔
(63)	جیسا کرو گے..................	جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔
(64)	جب تک سانس..................	جب تک سانس تب تک آس۔
(65)	جیسا دیس..................	جیسا دیس ویسا بھیس۔
(66)	جان نہ پہچان..................	جان نہ پہچان بی خالہ سلام۔
(67)	جس ہانڈی میں کھائے..................	جس ہانڈی میں کھائے اسی میں چھید کرے۔
(68)	جہاں دکھ..................	جہاں دکھ وہاں سکھ۔
(69)	جو سکھ اپنے چوبارے..................	جو سکھ اپنے چوبارے نہ بلخ نہ بخارے۔
(70)	جتنے مُنھ..................	جتنے مُنھ اتنی باتیں۔

نمبر شمار	نامکمل جملے	مکمل جملے
(114)	ساجھے کی ہنڈیا......	ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے۔
(115)	سو علاج......	سو علاج ایک پرہیز۔
(116)	شیر اور بکری کا......	شیر اور بکری کا ایک گھاٹ پر پانی پینا۔
(117)	صورت نہ شکل......	صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔
(118)	صبر کا پھل......	صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔
(119)	صبر کا پیمانہ......	صبر کا پیمانہ لبریز ہونا۔
(120)	صبح کا بھولا شام کو......	صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔
(121)	ضرورت ایجاد......	ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔
(122)	طویلے کی بلا......	طویلے کی بلا بندر کے سر۔
(123)	ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں......	ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں، ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں۔
(124)	عید پیچھے......	عید پیچھے ٹر۔
(125)	عقل بڑی کہ......	عقل بڑی کہ بھینس۔
(126)	علم بڑی......	علم بڑی دولت ہے۔
(127)	علاج سے پرہیز......	علاج سے پرہیز بہتر ہے۔
(128)	غریب کی جورو......	غریب کی جورو سب کی بھابی۔
(129)	[illegible]	[illegible]

غلط جملوں کی درستی

نمبر شمار	غلط جملے	درست جملے
(1)	آپ کی مزاج کیسی ہے؟	آپ کا مزاج کیسا ہے؟
(2)	میری قلم اچھی ہے۔	میرا قلم اچھا ہے۔
(3)	میں نے خواب دیکھی۔	میں نے خواب دیکھا۔
(4)	اس کی مرض بڑھ گئی۔	اس کا مرض بڑھ گیا۔
(5)	اتنی کھاؤ جتنی بھوک ہو۔	اتنا کھاؤ جتنی بھوک ہو۔
(6)	میرا گیند زیادہ اچھا ہے۔	میری گیند زیادہ اچھی ہے۔
(7)	اس کا اُردُو اچھا ہے۔	اس کی اُردُو اچھی ہے۔
(8)	مکان کا چھت نیا ہے۔	مکان کی چھت نئی ہے۔
(9)	یہ دہی بہت کھٹی ہے۔	یہ دہی بہت کھٹا ہے۔
(10)	میں نے اخبار پڑھی۔	میں نے اخبار پڑھا۔
(11)	میں نے اس کی انتظار کی۔	میں نے اس کا انتظار کیا۔
(12)	بارش سے کیچڑ ہوگیا ہے۔	بارش سے کیچڑ ہوگئی ہے۔
(13)	اس کے پیٹ میں درد ہو رہی ہے۔	اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔
(14)	وہ گہرے سوچ میں پڑ گیا۔	وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔
(15)	سب لڑکیاں گھر چلی گئیں ہیں۔	سب لڑکیاں گھر چلی گئی ہیں۔

نمبر شمار	غلط جملے	درست جملے
(59)	علی اور سعد اور زین بھائی ہیں۔	علی، سعد اور زین بھائی ہیں۔
(60)	میں نے دہی کے ساتھ روٹی کھائی۔	میں نے دہی سے روٹی کھائی۔
(61)	سوائے بھائی کے میرا کوئی سر پرست نہیں۔	بھائی کے سوا میرا کوئی سر پرست نہیں۔
(62)	تنخواہ میں بمشکل سے گزارا ہوتا ہے۔	تنخواہ میں مشکل سے گزارا ہوتا ہے۔

املا کے لحاظ سے درستی

نمبر شمار	غلط جملے	درست جملے
(63)	وہ ملازم پیشہ ہے۔	وہ ملازمت پیشہ ہے۔
(64)	وہ بڑا بے پرواہ ہے۔	وہ بڑا لاپروا ہے۔
(65)	یہ پھول آپ کی نظر کرتا ہوں۔	یہ پھول آپ کی نذر کرتا ہوں۔
(66)	وہ بے ناغہ سکول جاتا ہے۔	وہ بلاناغہ سکول جاتا ہے۔
(67)	وہ امتحان میں فعل ہوگیا۔	وہ امتحان میں فیل ہوگیا۔
(68)	برائے کرم گھاس پر مت چلو۔	براہِ کرم گھاس پر مت چلیں۔
(69)	مجھے یہ سُن کر بڑی حیرانگی ہوئی۔	مجھے یہ سُن کر بڑی حیرانی ہوئی۔
(70)	عیدالضحیٰ مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔	عیدالاضحیٰ مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔
(71)	ہمارا سکول شہر میں واقعہ ہے۔	ہمارا سکول شہر میں واقع ہے۔
(72)	میں نے تمھارا حساب بے باک کردیا۔	میں نے تمھارا حساب بے باق کردیا۔
(73)	بھوکے کو کھانا کھلانا صواب ہے۔	بھوکے کو کھانا کھلانا ثواب ہے۔
(74)	نقطہ چینی کرنا بھی کوئی کام ہے۔	نکتہ چینی کرنا بھی کوئی کام ہے۔

نمبر شمار	غلط جملے	درست جملے
(119)	وہ آئے روز غیر حاضر رہتا ہے۔	وہ آئے دن غیر حاضر رہتا ہے۔
(120)	وہ غصہ سے لال سرخ ہو گیا۔	وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔
(121)	میں قرضے کی وجہ سے لاچار ہوں۔	میں قرض کی وجہ سے مجبور ہوں۔
(122)	کتاب کو میز کے اوپر رکھ دو۔	کتاب میز پر رکھ دو۔
(123)	وہ راتوں راتوں لاہور پہنچ گیا۔	وہ راتوں رات لاہور پہنچ گیا۔
(124)	شور کی وجہ سے میری نیند کھل گئی۔	شور کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔
(125)	جھوٹ مارنا تو اس کی عادت ہے۔	جھوٹ بولنا تو اس کی عادت ہے۔
(126)	اسلام آباد پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔	اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے۔
(127)	بڑھیا عورت مر گئی۔	بڑھیا مر گئی۔
(128)	یہ بلکل ٹھیک ہے۔	یہ بالکل ٹھیک ہے۔
(129)	تم ضرور بر ضرور آنا۔	تم ضرور آنا۔
(130)	آپ ابھی چلے جاؤ۔	آپ ابھی چلے جائیں۔
(131)	وہ حجامت کروا رہا ہے۔	وہ حجامت بنوا رہا ہے۔
(132)	سرخ سیاہی سے نہ لکھ۔	سرخ روشنائی سے نہ لکھ۔
(133)	وہ یہاں کبھی بھی نہیں آیا۔	وہ یہاں کبھی نہیں آیا۔
(134)	یہ آپ کی کرم نوازی ہے۔	یہ آپ کی کرم فرمائی ہے۔
(135)	آخر ایک دن [illegible]	آخر ایک دن [illegible]

غلط جملے	درست جملے	بورڈ کا نام
11- فرش گیلی ہے۔	فرش گیلا ہے۔	(DGK. GII)
12- مدثر نے خط کو لکھا۔	مدثر نے خط لکھا۔	(SGD. GI)
13- میری قلم کس کے پاس ہے؟	میرا قلم کس کے پاس ہے؟	(LHR. GII)
14- میں نے فرحان دیکھا۔	میں نے فرحان کو دیکھا۔	(LHR. GII, FSD. GII, BWP. GI, SWL. GI & GII, SGD. GI & GII, GRW. GI, MLN.GI & GII, SWL.GII, RWP. GI)
15- میں نے کراچی جانا ہے۔	مجھے کراچی جانا ہے۔	(MLN. GI)
16- میں نے نہیں پڑھنا۔	مجھے نہیں پڑھنا۔	(BWP. GII)
17- نعیم نے یہ گلاس کیوں توڑا؟	نعیم نے گلاس کیوں توڑا؟	(SGD. GI)
18- نوکر نے کمرے میں جھاڑو دیا۔	نوکر نے کمرے میں جھاڑو دی۔	(MLN. GII, SWL. GII)
19- امجد، اسلم اور خرم آیا۔	امجد، اسلم اور خرم آئے۔	(LHR. GII)
20- آپ نے جانا ہوگا۔	آپ کو جانا ہوگا۔	(BWP. GII)
21- آپ نے کہاں جانا ہے؟	آپ کو کہاں جانا ہے؟	(RWP. GII)
22- تم نے لاہور جانا ہے۔	تمھیں لاہور جانا ہے۔	(SGD. GI)
23- تیسرا آدمی آئے۔	تیسرا آدمی آیا۔	(MLN. GII)
24- جی چاہا تو آؤں گا۔	دل نے چاہا تو آؤں گا۔	(GRW.GI, BWP. GI)
25- حسین نے کتاب کو پڑھا۔	حسین نے کتاب پڑھی۔	(GRW. GI, RWP. GII)

غلط جملے	درست جملے	بورڈ کا نام
67- آپ کو یہ کس نے کہا تھا؟	آپ سے یہ کس نے کہا تھا؟	(LHR. GII)
68- خدمت میں برکت ہے۔	خدمت سے عظمت ہے۔	(LHR. GII, SWL. GII)
69- دل کو دِل سے خون ملتا ہے۔	دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔	(LHR. GI)
70- ڈاکو بُرے لوگ ہے۔	ڈاکو بُرے لوگ ہیں۔	(SGD. GI)
71- شکیل ہمت کو ہار گیا۔	شکیل ہمت ہار گیا۔	(SWL. GI)
72- قینچی اور پانچ کانے۔	قینچی اور تین کانے۔	(DGK. GI, SWL. GI)
73- غصے سے باہر ہونا۔	آپے سے باہر ہونا۔	(RWP. GI)
74- کمخواب میں ریشم کا پیوند۔	کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند۔	(FSD. GII, BWP. GII)
75- میں نے شاگرد پڑھایا۔	میں نے شاگرد کو پڑھایا۔	(SWL. GII, MLN. GI, DGK. GII)
76- یہ میز پرانا ہو چکا ہے۔	یہ میز پرانی ہو چکی ہے۔	(GRW. GII)
77- فقیر کی صورت جواب ہے۔	فقیر کی صورت سوال ہے۔	(RWP. GI & GII)
78- آدمی کا شیطان آدمی کا دشمن ہے۔	آدمی کا شیطان آدمی ہے۔	(LHR. GI, SWL. GII, DGK. GII)
79- غریب کی جورو ہم سب کی بھابی۔	غریب کی جورو سب کی بھابی۔	(SGD. GI)
80- میرے پیٹ میں درد ہو رہی ہے۔	میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔	(GRW. GII)
81- کاٹھ کی ہنڈیا ایک بار چڑھتی ہے۔	کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی۔	(FSD. GI, RWP. GI)

غلط جملے	درست جملے	بورڈ کا نام
121- مجھ نے غلطی کر دی۔	میں نے غلطی کر دی۔	(SGD. GII, DGK. GII)
122- میں نے کمر کو باندھا اور کام شروع کیا۔	میں نے کمر باندھی اور کام شروع کیا۔	(SGD. GII)
123- آب و پانی اٹھنا۔	دانہ پانی اُٹھنا۔	(RWP. GII)
124- جس کی لاٹھی اُس کی گائے۔	جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔	(RWP. GII)
125- سعد اور ادریس دونوں آ گیا۔	سعد اور ادریس دونوں آ گئے۔	(GRW. GII, DGK. GI, BWP. GI)
126- اچھا لڑکی محنتی ہے۔	اچھی لڑکی محنتی ہے۔	(DGK. GII)
127- حسیب، منیب اور مجیب آیا۔	حسیب، منیب اور مجیب آئے۔	(BWP. GII)
128- ارسلان نے تلہ گنگ جانا ہے۔	ارسلان کو تلہ گنگ جانا ہے۔	(GRW. GI)
129- ہم نے اسلام آباد جانا ہے۔	ہمیں اسلام آباد جانا ہے۔	(FSD. GI)
130- علی نے لاہور کو جانا ہے۔	علی کو لاہور جانا ہے۔	(FSD. GII)
131- میں نے آج کی اخبار پڑھی۔	میں نے آج کا اخبار پڑھا۔	(FSD. GII)
132- میں ہر دن مدرسے جاتا ہوں۔	میں ہر روز مدرسے جاتا ہوں۔	(MLN. GI)
133- سیدھے بانس بریلی کو۔	اُلٹے بانس بریلی کو۔	(MLN. GII)
134- تو قیر نے طواف کرتا ہے۔	توقیر کو طواف کرتا ہے۔	(SWL. GI)

خالو/خالہ	محترم خالو جان!/ محترمہ خالہ جان! السلام علیکم!	آپ کا فرماں بردار/ آپ کی بھانجی
استاد/استانی	استادِ محترم!/ استانی صاحبہ! السلام علیکم!	آپ کا شاگرد/ آپ کی شاگرد
دوست/ سہیلی	سید بھائی، چودھری بھائی، پیارے دوست! السلام علیکم!	آپ کا دوست/ آپ کی سہیلی
بڑا بھائی/ بڑی بہن	محترم بھائی جان!/ محترم آپا جان! السلام علیکم!	آپ کا ننھا بھائی/ آپ کی بہن
چھوٹا بھائی/ چھوٹی بہن	پیارے بھائی!/ پیاری بہن! السلام علیکم! عزیزم!	آپ کا دعا گو/ آپ کی دعا گو
اجنبی/افسر/پرنسپل	مکرمی! محترمی! شیخ صاحب! سید صاحب! مکرم بندہ! السلام علیکم!	نیاز مند! خاکسار! خیر اندیش آپ کا مخلص بہی خواہ! خیر طلب

خط کا آغاز: تمہیدی جملے:

(۱) امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ (۲) آپ کا گرامی نامہ ملا۔ (۳) بہت دنوں سے آپ کی کوئی خیر خبر موصول نہیں ہوئی۔

(۴) سرکاری خط کا آغاز ان جملوں سے کریں۔

(۱) نہایت ادب سے گزارش ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۲) میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف کروانا چاہتا ہوں۔

نفسِ مضمون: خط میں تمہیدی جملوں کے بعد اصل مدعا یا مقصد تحریر کریں۔ خط کم از کم دو پیراگراف پر مبنی ہونا چاہیے۔

اختتام: خط کا اختتام اچانک نہیں ہوتا بلکہ آخر میں کچھ اختتامیہ جملہ لکھا جاتا ہے۔ جیسے:

(۱) میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ (۲) آپ کی کامیابی اور صحت کے لیے دعا گو ہوں۔

۳۔ والدہ کے نام خط (موسم گرما کی تعطیلات کا ذکر)

امتحانی مرکز
۲۵ رجنوری ۲۰۲۴

پیاری امی جان! السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی بخیر وعافیت ہوں۔ یہاں ہوسٹل میں آپ کی بہت یاد آتی ہے، مجھے یہ بتاتے ہوئے بہت مسرت ہو رہی ہے کہ اسکول میں گرمیوں کی تعطیلات شروع ہونے والی ہیں اور مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ میں چھٹیوں میں ہی گھر آ جاؤں گا۔ آپ کے ہاتھ کے مزیدار کھانے کو زبان ترس گئی ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ میں فجر کے بعد آپ کے ساتھ صبح کی سیر کرنے جایا کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ان دنوں میں آپ کی خوب خدمت کروں۔ آپ کے ساتھ مل کر کام کروں۔ کیونکہ آپ ملازمت کے ساتھ ساتھ اپنے گھریلو کام بھی نہایت خوش اسلوبی سے کرتی ہیں۔ آپ تھک بھی جائیں تو کام کرتی رہتی ہیں! اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔ مجھے ریاضی کے کچھ سوالات سمجھ نہیں آ رہے تھے، جو میں آپ سے سیکھوں گا۔ انگریزی کے بھی کچھ موضوعات ایسے ہیں جو آپ سے پڑھ کر ہی سمجھ آئے گی۔ آپ میری نبض شناس ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے کیسے اچھی طرح موضوع کی سمجھ آسکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی میرے آنے کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ براہِ کرم بتایئے کہ میں کون سی ٹرین کا ٹکٹ لوں؟ دعا ہے کہ ہم جلد ملاقات کریں اور یہ تعطیلات ہماری زندگی کی حسین یادوں میں شامل ہوں۔ ابا جان کو میرا سلام کہنا۔ گڑیا کو پیار۔

والسلام
آپ کا فرمانبردار بیٹا/بیٹی
(ا۔ب۔ج)

۴۔ بڑے بھائی کے نام خط (خیریت پوچھنا اور خط لکھنے کا تقاضا کرنا)

۷۔ چھوٹے بھائی کے نام خط (اچھی صحبت اختیار کرنے کے لیے نصیحت)

(SGD. GII, MLN. GI, RWP. GI, SGD. GI, DGK. GI)

امتحانی مرکز
۱۵/اپریل ___ ۲۰ء

پیارے ریان! السلام علیکم!

امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی ٹھیک ہوں۔ یہ خط میں تمھیں ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے کچھ نصیحت کرنے کے لیے لکھ رہا ہوں۔ زندگی میں اچھے دوستوں کا انتخاب بے حد اہم ہوتا ہے، کیونکہ ہماری صحبت کا اثر ہمارے کردار اور مستقبل پر پڑتا ہے۔ بری صحبت انسان کو غلط راستے پر لے جا سکتی ہے، چاہے وہ کتنی ہی معصومیت سے اس میں شامل ہو۔ جس طرح مشہور ہے کہ: ''ایک مچھلی سارے تالاب کو گندا کر دیتی ہے'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم حال ہی میں کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزار رہے ہو جو تمہارے لیے صحیح نہیں ہیں۔ شاید وہ تمھیں وقتی طور پر تفریح یا سکون دیتے ہوں، لیکن ان کے اثرات تمھارے مستقبل اور تعلیم پر منفی پڑ سکتے ہیں۔ میری تم سے درخواست ہے کہ اپنی صحبت پر غور کرو اور ایسے دوستوں کا انتخاب کرو جو تمھیں نیکی، محنت اور اچھے اخلاق کی طرف راغب کریں۔ یاد رکھو، اچھے دوست وہی ہوتے ہیں جو تمھاری کامیابی میں تمھارا ساتھ دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ میں ہمیشہ تمھاری بھلائی چاہتا ہوں اور تم سے امید کرتا ہوں کہ تم میرے مشورے پر غور کرو گے۔ اگر تمھیں کسی بات میں میری مدد یا رہنمائی کی ضرورت ہو، تو براہِ کرم مجھے ضرور بتانا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں نیک راستے پر چلنے کی توفیق دے اور تمھارے ہر قدم میں برکت عطا فرمائے۔

والسلام
تمھارا بڑا بھائی
(ا۔ب۔ج)

۸۔ چچا جان کے نام خط (جاپانیوں کی طرزِ معاشرت کے بارے میں استفسار)

۱۱۔ دوست کے نام خط (ہمشیرہ کی شادی میں فضول خرچی سے بچنے کی تلقین)

(BWP. GI, LHR. GI, MLN. GII)

امتحانی مرکز

۱۲ رمارچ ۲۰___

پیارے دوست عادل! السلام علیکم!

آپ کا خط ملا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اگلے ماہ آپ کی بڑی بہن کی شادی ہو رہی ہے۔ برات دھوم دھام سے آئے گی۔ آتش بازی کا مظاہرہ ہوگا، جہیز کی نمائش ہوگی، مہمانوں کو پُر تکلف کھانے کھلائے جائیں گے اور موسیقی کا پروگرام پیش کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

میں آپ کے دعوت نامہ ارسال کرنے پر بہت خوش ہوں کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے لیکن اس سلسلے میں حق کی بات بتانا بھی میرا فرض ہے۔ میرے خیال میں یہ سب چیزیں غیر ضروری، غیر اسلامی اور اسراف پر مبنی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ (''فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔'') حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی ہمارے لیے بہترین کامل نمونہ ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں انتہائی سادگی سے کیں۔ اسلام ہمیں سادگی کی تعلیم اور کفایت شعاری کی ترغیب دیتا ہے۔ مجھے آپ کے والدین کی آمدنی کا بھی علم ہے۔ قرض لے کر برادری میں ناک کٹ جانے کے خوف سے فضول رسموں پر بے دریغ خرچ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ ہماری حکومت نے آتش بازی اور جہیز کی نمائش پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ لیکن ہم لوگ قانون کا احترام نہیں کرتے۔

آپ ایک تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ ایسی تعلیم کا کیا فائدہ کہ انسان اچھائی اور برائی میں تمیز نہ کر سکے۔ ہمیں تمام غیر اسلامی رسومات کو ترک کر کے ان پر خرچ ہونے والی رقوم کو فلاحی کاموں میں لگانا چاہیے تاکہ سماجی اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔ میں نے غیر اسلامی تقریبات میں شرکت نہ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ آپ اپنے والدین کو سمجھائیں کہ وہ یہ شادی سادگی سے کریں تو میں ضرور آؤں گا۔ امید ہے کہ آپ میری اس صاف گوئی کو معاف کر دیں گے۔

آپ کے گھر والوں کی خدمت میں سلام۔

والسلام

آپ کا دوست

۱۵۔ کُتب فروش کے نام خط (کتابیں منگوانے کے لیے)

(BWP. GI, DGK. GI)

امتحانی مرکز
۱۰ راگست ___ ۲۰ء

مکرمی منیجر صاحب! ہمدرد کُتب خانہ، لاہور!

السلام علیکم! براہِ کرم درج ذیل کُتب بذریعہ وی۔ پی ارسال فرما دیں۔ نوازش ہوگی۔

(۱) ہمدرد امتحانی اسلامیات لازمی جماعت نہم .... ۱ عدد
(۲) ہمدرد امتحانی اُردو جماعت نہم .... ۱ عدد
(۳) ہمدرد امتحانی بائیولوجی جماعت نہم .... ۲ عدد
(۴) ہمدرد امتحانی کیمسٹری جماعت نہم .... ۲ عدد

والسلام
آپ کا مخلص
ا۔ ب۔ ج

۱۶۔ بڑے بھائی کے نام خط (چھٹی کے پروگرام کا ذکر)

(FSD. GI, GRW. GI)

امتحانی مرکز
۱۵ رمارچ ___ ۲۰ء

محترم بھائی جان! السلام علیکم!

آپ کا خط ملا، پڑھ کر خوشی ہوئی کہ ابو امی سمیت تمام گھر والے خیریت سے ہیں۔ آپ نے میری تعلیمی حالت کے بارے میں پوچھا ہے۔ میں آپ

۱۹۔ دوست کے نام خط (حاضر دماغی کا واقعہ)

امتحانی مرکز

۱۸ اکتوبر ___ ۲۰ء

پیارے دوست جاوید! السلام علیکم!

آپ کا خط آیا۔ پڑھ کر آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ آپ نے فٹ بال میچ کے بارے میں اہے۔ وہ میچ ہماری ٹیم نے جیتا۔ اس کامیابی پر ہماری ٹیم نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ تماشائیوں نے دل کھول کر داد دی۔ مٹھائی بانٹی گئی۔ نمایاں کارکردگی دکھا لے کھلاڑیوں کو ساتھیوں نے کندھوں پر اٹھالیا۔ خوشی کا یہ سماں دیکھنے کے قابل تھا۔ کھیل کے میدان سے جب ہم گھروں کو واپس آنے لگے تو ایک واقعہ پیش آیا۔ اگر میں حاضر دماغی سے کام نہ لیتا تو ہماری خوشی غم میں بدل جاتی اور پورا ماحول سوگوار ہو جاتا۔ وہ واقعہ آپ بھی سنیے۔

ابھی ہم نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ویران سی جگہ آ گئی۔ وہاں ایک کنواں تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے استعمال میں ہی نہیں آیا۔ اس کنویں کی اینٹیں اکثر جگہوں سے اکھڑی ہوئی تھیں۔ اس کے اندر چڑیوں نے دیواروں میں گھروندے بنا رکھے تھے۔ چڑیوں کے غول اس کنویں میں آجا رہے تھے۔ ان کے اوپر اڑنے سے ایک چھتری سی بن جاتی تھی اور نیچے سایہ سا ہو جاتا تھا۔ یہ بڑا خوش کن منظر تھا۔ کسی شرارتی لڑکے نے کنکر مارا تو ایک چڑیا کو جالگا۔ وہ نیچے گر پڑی۔ اسے پکڑنے کے لیے ہمارے ساتھی سلیم کا چھوٹا بھائی اصغر آگے بڑھا۔ چڑیا پکڑے جانے اور جان جانے کے خوف سے اڑتی اور گرتی پڑتی کنویں کی طرف بڑ ںنے لگی۔ اصغر بھی اس کے پیچھے پیچھے تیزی سے دوڑنے لگا تاکہ چڑیا کو پکڑ لے۔ اس کوشش میں اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے کنویں میں جا گرا۔ کنواں بہت گہرا تھا اور اس میں پانی بھی تھا۔ اصغر اس میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ ہم سب پریشان تھے کہ اسے کس طرح نکالا

۲۲۔ اخبار کے مدیر کے نام خط (ٹریفک بدانتظامی کی طرف توجہ دلانے کے لیے)

امتحانی مرکز
۲ر جولائی ____ ۲۰ء

مکرمی مدیر صاحب، روز نامہ ''نوائے وقت''، لاہور!

السلام علیکم!

میں آپ کے معزز اخبار کے ذریعے شہر میں بڑھتی ہوئی ٹریفک کی بدنظمی کی جانب حکام اور عوام کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ شہر کے مختلف علاقوں میں ٹریفک کی صورتِ حال دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ سڑکوں پر ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی، غیر قانونی پارکنگ، اور سگنلز کی کمی جیسے مسائل نے عوام کے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ، ٹریفک رُکنے کی وجہ سے نہ صرف شہریوں کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ دھوئیں والی گاڑیوں اور ہارن کے غیر ضروری استعمال سے ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے کے حل کے لیے فوری اقدامات کرے، جیسے مزید ٹریفک پولیس اہلکار تعینات کیے جائیں۔ اس کے علاوہ ہر وقت دوسری گاڑیوں کو آگے نکلنے سے روکیں تا کہ حادثات ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ٹریفک کا نظام بہتر بنائیں۔

آپ کے اخبار کے ذریعے سے میری عوام سے بھی التجا ہے کہ وہ ٹریفک قوانین کا احترام کرتے ہوئے سڑکوں پر نظم و ضبط قائم رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ امید ہے کہ آپ اس اہم مسئلے پر ایک مضمون شائع کر کے متعلقہ حکام اور عوام کی توجہ دلانے میں میری مدد کریں گے۔ ممنون و مشکور۔

والسلام
آپ کا مخلص
ا۔ب۔ج

۲۶۔ دوست کے نام خط (رابطہ نہ کرنے پر شکایت کے لیے)

(BWP. GII)

امتحانی مرکز

۱۰ر نومبر ____ ۲۰ء

میرے پیارے دوست عدنان! السلام علیکم!

میں اُمید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے۔ اچھے دوست اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں۔ آپ ابھی تک مجھے یاد ہیں لیکن آپ نے مجھے بھلا دیا ہے۔ آپ لاہور کیا گئے۔ آپ نے ساتھ گزارا وقت بھلا دیا اور کوئی رابطہ نہ کیا۔

اگر آپ پڑھائی میں مصروفیت کے سبب خط نہیں لکھ سکے تو کوئی بات نہیں ابھی خط لکھ ڈالیں تاکہ ہمارا رابطہ بحال ہو۔ مجھے شدت سے آپ کی یاد آ رہی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کچھ دن کے لیے آپ کے ہاں لاہور آ جاؤں۔ یوں ہمیں مل بیٹھنے کا موقع بھی ملے گا اور گلے شکوے بھی دور ہو جائیں گے۔ ہم خوب سیر کریں گے اور ماضی کی خوش گوار یادوں کو ایک بار پھر سے تازہ کریں گے۔

آپ کے گھر والوں کی خدمت میں میرا سلام۔

والسلام

آپ کا دوست

ا۔ ب۔ ج

۲۷۔ فیکٹری منیجر کے نام خط (فیکٹری دیکھنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے)

(MLN. GI)

درخواستیں

کسی افسر یا ہیڈ ماسٹر صاحب سے چھٹی لینے یا کسی افسر کے کچھ گوش گزار کرنے کے لیے جو کچھ لکھا جاتا ہے، اسے عرض یا درخواست کہتے ہیں۔
درخواست میں جو کچھ لکھا جائے وہ خوش خط، صاف اور سادہ ہونا چاہیے۔

(۱) عرضی لکھنے کے لیے سب سے پہلے افسر کا عہدہ لکھا جاتا ہے۔ (۲) نئی سطر سے ''گزارش'' لکھ کر اپنی عرض داشت لکھی جاتی ہے۔
(۳) درخواست کے خاتمے پر عین نوازش ہوگی۔ مہربانی ہوگی۔ وغیرہ لکھ کر درخواست ختم کی جاتی ہے۔
(۴) درخواست کے نیچے العارض، عرضے یا درخواست گزار لکھ کر نیچے درخواست گزار کا نام اور پتا لکھنا چاہیے۔

۱۔ پرنسپل کے نام بیماری کی درخواست

بخدمت پرنسپل صاحب گورنمنٹ ہائی سکول، منڈی بہاؤ الدین

موضوع: درخواست برائے رخصت بیماری

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میں آپ کے زیرِ انتظام تعلیمی ادارے میں جماعت نہم کا طالب علم ہوں۔ مجھے وائرس سے پھیلنے والا بخار اور گلے کی سوزش کا مسئلہ ہے جس کے باعث سکول حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ ڈاکٹر سے علاج جاری ہے اور ڈاکٹر نے کم از کم ایک ہفتہ مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ وائرس کی اس بیماری سے شفایاب ہونے میں ایک ہفتہ لگ سکتا ہے۔

آپ سے التماس ہے کہ بندہ کی ۱۲ر جنوری تا ۱۸ر جنوری ____ ۲۰ء تک کے سات ایام کی رخصت منظور فرمائیں۔ ڈاکٹر کا طبی سرٹیفکیٹ درخواست کے ساتھ منسلک ہے۔ عین نوازش ہوگی۔

۱۲ر جنوری ۲۰ء درخواست گزار

۵۔ محلہ کی صفائی کے لیے درخواست

(LHR. GII, GRW. GI, FSD. GI & GII, MLN. GII, SGD. GI & GII, RWP. GI, DGK. GII, BWP. GI & GII)

بخدمت ہیلتھ آفیسر صاحب ضلع راجن پور

موضوع: درخواست برائے صفائی محلّہ

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ آج کل جیسا کہ آپ بھی علم رکھتے ہیں کہ شہر میں ہیضے کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور خود آپ کی طرف سے بذریعہ اعلان و اشتہار اہلِ شہر کو اس سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایات کی جا چکی ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہمارے محلّے میں صورت حال یہ ہے کہ ابھی تک اس وبا کی مؤثر روک تھام کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو سکا۔ مقام تعجب ہے کہ نہ تو آج تک میونسپل کمیٹی کے محکمہ صفائی نے اس محلّے کی گلیوں اور نالیوں کی صفائی پر خاطر خواہ توجہ دی ہے اور نہ ہی آپ کے محکمۂ حفظانِ صحت کے عملے کا اس طرف سے کبھی گزر ہوا ہے۔ ان حالات میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ محلّے والوں کو اس وبا سے شدید خطرہ لاحق ہے۔

ہم اہلِ محلّہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ براہِ کرم اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جلد از جلد ضروری اقدام کریں۔ ہم آپ کی طرف سے مثبت اقدام کے منتظر ہیں۔

۱۷/مارچ ۲۰___ء

درخواست گزار

اہلیانِ محلّہ شہید گنج شرقی

۶۔ ڈاکیے کی شکایت کرنے کے لیے درخواست

بائیکل سہراب نمبر ۱۳۴۵۷۸ مع تمام ضروری لوازمات، وصول پا کر یہ رسید لکھ دی ہے تا کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔ مورخہ: ۱۵ر نومبر ____ء

العبد
علی اصغر ولد محمد خالد قوم راجپوت
پتا ----------
شناختی کارڈ نمبر --------

گواہ شد	گواہ شد
محمد نواز ولد انوار اکرم قوم راجپوت	محمد ابرار ولد محمد الیاس قوم کبوہ
پتا ----------	پتا ----------
شناختی کارڈ نمبر --------	شناختی کارڈ نمبر --------

۲۔ کرایہ مکان کی رسید

باعثِ تحریر آنکہ

مبلغ بیس ہزار روپے، نصف جن کے مبلغ دس ہزار روپے ہوتے ہیں، بابت کرایہ فلیٹ نمبر ۱۰، بلاک نمبر ۴، احمد فلیٹس، اکبر کالونی لاہور، برائے ماہ اکتوبر ---- ۲۰ء، جناب محمد جعفر ولد محمد صابر قوم شیخ سے نقد وصول پا کر یہ رسید لکھ دی ہے تا کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔ محررہ یکم نومبر ---- ۲۰ء

العبد
شیخ اسد مالک احمد فلیٹس
پتا ----------
شناختی کارڈ نمبر --------

گواہ شد	گواہ شد
افضال ولد محمد ارشد قوم ارائیں	محمد شوال ولد محمد خبیب قوم ملک
پتا ----------	پتا ----------

مکالمے

"مکالمہ" دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کے درمیان گفت گو کا نام ہے۔ اسی گفت گو سے ہم ایک دوسرے تک اپنی بات پہنچاتے ہیں اور ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ اسی سے ایک دوسرے کی قابلیت اور کردار کا پتا چلتا ہے۔

مکالمے کے اصول

☆ کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم بیان کرنا چاہیے۔
☆ لہجے میں بے تکلفی ہونی چاہیے۔ بات جامع اور مدلّل ہونی چاہیے۔
☆ مکالمے کو ایک منطقی ترتیب سے آگے بڑھائیں۔ گفت گو کا انداز ایسا ہو کہ بات سے بات خود بخود نکلتی جائے۔ ایک ہی بات بار بار دہرائی نہ جائے۔
☆ انداز بات چیت کا ہو۔ لمبے چوڑے بیانات مکالمے کو مضمون بنا دیتے ہیں۔
☆ دورانِ گفت گو مرتبے کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
☆ موضوع کے تمام اہم نکات کا ذکر ضروری ہے۔
☆ گفت گو شرافت اور تہذیب کے دائرے میں ہونی چاہیے۔
☆ گفت گو کے آغاز ہی میں گفت گو میں حصہ لینے والوں کا ذکر کر دینا چاہیے۔

ا۔ مریض اور ڈاکٹر کے درمیان مکالمہ

(LHR. GI & GII, GRW. GI & GII, FSD. GI & GII, MLN. GI, SWL. GII, SGD. GII, RWP. GI & GII, DGK. GI, BWP. GI)

دکان دار: تین ہزار کا ہے۔
خریدار: کچھ مناسب قیمت لگائیں۔
دکان دار: آپ سو روپے کم دے دیں۔
خریدار: دو ہزار مناسب رہیں گے۔
دکان دار: پچیس سو سے ایک روپیہ کم نہ ہو گا۔ بہت اعلیٰ کپڑا ہے۔
خریدار: اچھا ٹھیک ہے۔ ہرے رنگ میں پیک کر دیں۔
دکان دار: (کپڑا تہ کرتے ہوئے) اور کچھ چاہیے۔
خریدار: (رقم دیتے ہوئے) نہیں! فی الحال ایک ہی سوٹ خریدنا تھا۔
دکان دار: یہ لیجئے آپ کا سوٹ۔
خریدار: شکریہ

(خریدار سوٹ پکڑ کر دکان دار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر کی جانب نکلتی ہے۔)

۳۔ اُستاد اور شاگردوں کے درمیان مکالمہ
(تاریخِ پاکستان کے بارے میں)

(LHR. GI & GII, GRW. GI, SGD. GI, DGK. GI, BWP. GII)

استاد صاحب کمرا جماعت میں داخل ہوئے۔ کلاس بہت شور کر رہی تھی۔ استاد صاحب کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے اور تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔

طلبہ: السلام علیکم!
استاد: وعلیکم السلام! تشریف رکھیے۔

۵۔ ہوٹل میں (منیجر اور مہمان کے درمیان مکالمہ)

(LHR. GI & GII, FSD. GI & GII, MLN. GII, SWL. GII, SGD. GI & GII, BWP. GII)

خالد صاحب مری کے ایک ہوٹل میں اپنے بیٹے کیساتھ داخل ہوئے۔

منیجر: السلام علیکم!

خالد صاحب: وعلیکم السلام!

منیجر: جی سر! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

خالد صاحب: مجھے ایک کمرا چاہیے۔ جس میں دو بیڈ ہوں اور اٹیچ باتھ ہو۔ جس میں پانی گرم آ رہا ہو۔

منیجر: جی اچھا! میں آپ کو دوسری منزل پر کمرا نمبر (۲) دے رہا ہوں۔ آیئے میرے ساتھ کمرے کی صفائی وغیرہ چیک کر لیں۔

خالد صاحب: بہت بہتر۔

منیجر: (کمرا کھولتے ہوئے)۔ یہ نہایت بہترین کمرا ہے۔ بستر کی چادر اور تکیے کے غلاف تبدیل کر دیے ہیں۔

خالد صاحب: (کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے) کمرا ٹھیک ہے۔ اس کا ایک دن کا کرایہ کتنا ہے؟

منیجر: صرف چار ہزار روپے

خالد صاحب: ٹھیک ہے۔

منیجر: آپ کھانے میں کیا لیں گے؟ یہ مینیو ہے۔ (منیجر نے کارڈ خالد صاحب کے تھماتے ہوئے بولا)

خالد صاحب: جی بہت بہتر! میں ابھی دیکھ لیتا ہوں۔

منیجر: خالد صاحب: بیٹا آپ کھانے میں کیا لیں گے۔

بیٹا: بریانی اور قورمہ

۸۔ ماں اور بیٹے کے درمیان مکالمہ (موبائل فون کے فائدے اور نقصانات)

اسد کی امّی کمرے میں آتے ہوئے اسد کو کمرے میں بیٹھا دیکھ کر کہتی ہیں۔

امّی: اسد بیٹا! کھانا کھا لو۔

اسد: ابھی تھوڑی دیر تک کھاتا ہوں۔ (موبائل دیکھتے ہوئے)

امّی: بیٹا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ گیم تو بعد میں بھی کھیلی جا سکتی ہے۔

اسد: میں گیم ہار جاؤں گا۔ اگر میں نے چھوڑ دی۔ وہ مجھے مار دیں گے۔

امّی: ہائے ہائے! کون مار دے گا تجھے۔

اسد: لو میں مر گیا۔ (موبائل رکھتے ہوئے)

امّی: کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو تم۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔

اسد: آپ نہیں سمجھیں گی۔

امّی: میں سب سمجھتی ہوں۔ آئندہ میں تمھارے ہاتھ میں موبائل نہ دیکھوں۔ میں دیکھ رہی ہوں تم ان بے کار کی گیمز میں بہت وقت ضائع کر رہے ہو۔ کبھی پڑھائی بھی کر لیا کرو۔

اسد: امی جان! ہر وقت کون پڑھتا ہے؟ آپ کے خیال میں ہر وقت پڑھتا رہوں تو ٹھیک ہے۔ جہاں میں نے موبائل پکڑا۔ آپ فوراً مجھ پر تنقید کرنے لگتی ہیں۔

امّی: آپ کی آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ عینک لگ جائے گی۔ کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔

اسد: آپ بھی تو سکائپ پر خالہ جان سے بات کرتی ہیں۔ اکثر فیس بک اور یوٹیوب پر بیوٹی ٹپس بھی دیکھتی ہیں۔

امّی: اپنے فارغ وقت میں دیکھ لیتی ہوں۔ مگر تم تو کھانے کے اور پڑھنے کے وقت بھی موبائل لیے بیٹھے رہتے ہو۔ تمھیں گھر آئے مہمانوں سے کوئی

۱۰۔ دو دوستوں کے درمیان مکالمہ (امتحان اور پڑھائی کے بارے میں)

طاہر اور خالد دو دوست ہیں۔ طاہر خالد کے گھر جاتا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں پڑھائی میں مصروف ہوتا ہے۔ اُسے پڑھتا ہوا دیکھ کر طاہر کہتا ہے۔

طاہر: السلام علیکم! یار ابھی تک پڑھائی میں مصروف ہو! تم تو بس کتابی کیڑے بن کر رہ گئے ہو۔

خالد: وعلیکم السلام! بھئی کیا کروں؟ امتحان سر پر ہے آخر اس کی تیاری بھی تو کرنی ہے۔

طاہر: لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان رات دن پڑھتا ہی رہے۔ کچھ آرام سیر و تفریح اور ورزش بھی ضروری ہے۔

خالد: بھئی بات یہ ہے کہ تم بہت ذہین ہو۔ تمہارے دماغ کا کیا کہنا۔ ایک ہم ہیں کہ کچھ پلے ہی نہیں پڑتا۔

طاہر: یہ بات نہیں' اللہ تعالیٰ نے سب کو سوچنے سمجھنے کے لیے دماغ دیا ہے۔ بس اس سے کام لینے کا طریقہ آنا چاہیے۔ جو کچھ پڑھو اسے خوب سمجھ کر پڑھو اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔

خالد: لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں ہم صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے۔

طاہر: ان کے لیے اساتذہ کرام کی رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

خالد: یہ درست ہے لیکن معاون کتب اور ٹیسٹ پیپروں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

طاہر: یہ بُرے نہیں ہیں ان سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ جو کتاب یا ٹیسٹ پیپر پڑھو وہ مستند اور معیاری ہو غیر معیاری کتاب پڑھنے سے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں دیگر کتب سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔

خالد: لیکن زائد کتب کے مطالعہ کا وقت بھی کہاں ملتا ہے؟

طاہر: یہ بات نہیں۔ آپ کو ایک طے شدہ پروگرام کے تحت پڑھنا چاہیے اور کچھ وقت زائد مطالعہ کے لیے بھی نکالنا چاہیے۔ اخبار کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے

کہانیاں

ضروری باتیں

کہنے کی چیز کو" کہانی" کہتے ہیں۔ کہانی کا مترادف لفظ قصہ یا حکایت ہے اور داستان قصے کہانی کی قدیم ترین قسم ہے۔ کسی زمانے میں قصہ خوانی یا داستان گوئی ایک ضابطہ فن ہوا کرتا تھا، جو عربی و فارسی سے اردو میں منتقل ہوا اور برِ عظیم پاک و ہند کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ بڑے بڑے شہروں میں داستان سنانے کے لیے باقاعدہ جگہیں اور وقت مقرر ہوا کرتے تھے، جہاں لوگ کشاں کشاں آتے اور بڑے انہماک سے داستان سنتے تھے۔ انشا اللہ خاں انشا کا یہ شعر اسی ماحول کی عکاسی کرتا ہے:

سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا تو اہلِ درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

کہانی سننا سنانا انسان کی جبلت ہے۔ ہر چند آج سائنس کے کمالات نے انسانی معاشرے کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے تاہم اسے آج بھی پسند کیا جاتا ہے، خاص طور پر بچوں میں تو یہ آج بھی مقبول ہے اور دنیا کی کسی زبان کا ادب بھی قصے کہانیوں سے خالی نہیں بلکہ دنیا بھر میں بچوں کے میگزین نکلتے ہیں جن میں نت نئے قصے کہانیاں ہوتی ہیں، جنھیں پسند کیا جاتا ہے۔

جہاں تک ہمارے یہاں وسطی اور ثانوی سطح کے نصاب کا تعلق ہے تو کہانی یا تو کسی عنوان کے تحت لکھنے کو کہا جاتا ہے یا اس کا نتیجہ پیشِ نظر ہوتا ہے۔ بہر کیف کہانی لکھتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا لازمی طور پر خیال رکھا جاتا ہے:

(۱) کہانی کو بالعموم فعل ماضی میں لکھنا چاہیے کیوں کہ کہانی میں گزرے ہوئے زمانے کا کوئی واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

(۲) کہانی کے واقعات میں منطقی ربط، تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھنا چاہیے۔

ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میرا کیا حال ہوگا؟

دل میں خدا کا خوف آتے ہی سردار نے حکم دیا۔ سارا مال قافلے کے لوگوں کو واپس کر دو اور خود لڑکے کے پاؤں میں گر پڑا، توبہ کی اور رہزنی کا پیشہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

یہ لڑکا کون تھا؟ یہ تھے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بغداد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ یہ ان کے سچ کی برکت ہی تھی کہ ڈاکو توبہ کر کے راہِ راست پر آ گئے۔

نتیجہ: "سچ میں برکت ہوتی ہے"۔ یا "سانچ کو آنچ نہیں"۔

۳۔ جھوٹ کی سزا

(LHR. GII, GRW. GII, FSD. GII, MLN. GI & GII, SGD. GI & GII, RWP. GI, BWP. GI)

ایک نوجوان گڈریا دریا کے کنارے اپنی بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ اسے جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ اپنی اسی عادت سے مجبور ہو کر ایک دن اونچی آواز میں چلانے لگا۔ "شیر آ گیا، شیر آ گیا، دوڑو میری مدد کرو!"

اردگرد کے کھیتوں میں کام کرنے والے کسان لاٹھیاں، کلھاڑے اٹھائے دوڑے آئے۔ جب گڈریے کے پاس پہنچے تو وہاں کوئی شیر وغیرہ تو نہ تھا البتہ گڈریا دانت نکالے ہنس رہا تھا۔ لوگوں کے پوچھنے پر کہنے لگا: "میں تو تمھیں آزما رہا تھا کہ ضرورت پڑنے پر تم میری مدد کو آتے ہو کہ نہیں۔ ویسے شیر کے لیے تو میں خود ہی کافی ہوں۔ شیر آئے گا تو زندہ واپس نہ جائے گا"۔

جونہی ایک دوست شہر سے زہر ملا کھانا لے کر واپس آیا تو دونوں دوست اس پر ٹوٹ پڑے اور یہ بہانہ بنا کر اسے مار دیا کہ اس نے کھانا لانے میں بہت دیر کر دی ہے۔ ایک دوست سے جان چھڑا کر جب دونوں کھانا کھانے بیٹھے تو تھوڑی ہی دیر میں زہر نے اپنا اثر دکھا دیا اور وہ دونوں بھی وہیں ڈھیر ہو گئے۔

تینوں دوستوں کو اپنے اپنے لالچ کی سزا مل چکی تھی اور اشرفیوں کی تھیلی اسی درخت کے نیچے پڑی رہ گئی۔

سچ ہے: "لالچ بُری بلا ہے"۔

۶۔ دودھ میں پانی

(GRW. GI, FSD. GI, SGD. GII, RWP. GII, DGK. GII)

ایک پہاڑ کے دامن میں ایک گوالا رہتا تھا۔ وہیں اس نے اپنی گائیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ دن بھر گائیں اِدھر اُدھر گھاس چرتی رہتیں۔ گوالا شام سے ذرا پہلے دودھ دوہتا اور اس میں بہت سا پانی ملا دیتا۔ قریب ہی ایک قصبہ تھا، شام کے اندھیرے میں وہ دودھ لے جاتا اور خالص دودھ کی صدا لگا کر بیچ دیتا۔ دودھ سے حاصل ہونے والی رقم سے ضرورت کی چیزیں خریدتا اور واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا۔ دودھ کے اکثر گاہک شکایت کرتے کہ دودھ پتلا ہے، اس میں پانی نہ ملایا کرو۔ مگر گوالا تھا کہ ایک کان سے سنتا دوسرے سے اڑا دیتا اور کہتا: "دودھ تو خشک ہوتا ہی نہیں، دودھ میں پانی کی ملاوٹ قدرتی امر ہے، میں پانی ملانے والا کون ہوتا ہوں؟"

اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ گوالے کے پاس بہت سا روپیہ جمع ہو گیا۔ اب اسے اپنی دولت مندی کا احساس ہونے لگا۔ وہ قصبے میں اکڑ کر چلتا اور کسی کی شکایت پر کان نہ دھرتا تھا۔ اس کا لالچ بڑھتا گیا اور وہ دودھ میں پہلے سے بھی زیادہ پانی ملانے لگا۔

گوالے کی بددیانتی پر قدرت کا قہر نازل ہونا ضروری ہو گیا۔ پھر ہوا یوں کہ ایک دن یکایک سیاہ گھٹا اٹھی، بڑھی، پھیلی اور آسمان پر چھا گئی۔ سورج

اس کہانی کا دوسرا حصہ سنیے۔ ہوایوں کہ بادشاہ نے ایک آدمی کو اپنا دشمن جان کر یہ سزا سنائی کہ اسے بھوکے شیر کے پنجرے میں ڈال دیا جائے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن یہ کیا، بھوکے شیر نے بجائے اس کے کہ اس شخص کی تکا بوٹی کر کے اسے کھا جائے، اس کے پاؤں چاٹنا شروع کر دیے۔ اردگرد کے لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر بادشاہ تک پہنچی۔ اس نے آ کر بچشم خود دیکھا اور جو سنا تھا، اسے سچ پایا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو رہا کر دیا جائے اور میرے حضور پیش کیا جائے۔ جب معتوب شخص کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ بھوکے شیر نے تمھیں کھانے سے انکار کر دیا ہے اور تمھارے پاؤں چاٹ رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس شخص نے بادشاہ کو بتایا:

''جہاں پناہ! کچھ عرصہ پہلے میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا تو مجھے کسی جانور کے کراہنے کی آواز آئی، جیسے کوئی جانور بہت تکلیف میں ہو۔ میں نے دیکھا تو ایک شیر تھا، جس کے پاؤں میں پہاڑی کیکر کا ایک بہت بڑا کانٹا چبھا تھا اور جو پاؤں میں آر پار ہو گیا تھا۔ میں نے ہمت کر کے شیر کے پاؤں میں سے کانٹا نکال دیا تو شیر کی آنکھوں میں ممنونیت کے آنسو آ گئے اور وہ درد سے نجات پا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ آج جب مجھے شیر کے پنجرے میں ڈالا گیا تو شیر نے مجھے کھانے سے انکار کر دیا۔ دراصل یہ وہی شیر ہے، جس پر میں نے احسان کیا تھا۔ آج شیر نے مجھے احسان کا بدلہ دیا ہے۔''

بادشاہ اس شخص کی داستان سن کر بڑا متاثر ہوا اور اس نے اس شخص کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اسے اپنا درباری بنا لیا۔

نتیجہ: ''احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے''۔

۹۔ نادان کی دوستی

پرانے وقتوں کی بات ہے کہ ایک امیر آدمی تھا۔ اس کا پیشہ تجارت تھا۔ تجارت کرنے میں اس نے بہت دولت کمائی۔ وہ تجارت کرنے کی غرض سے

۱۲۔ عقل مند بیوی

(LHR. GI, GRW. GII, SWL. GII, RWP. GI, DGK. GII, BWP. GI)

آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے کا ذکر ہے کہ دلّی شہر میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ دراصل وہ ٹھگنی تھی اور اپنے آپ کو جن ظاہر کرتی تھی اور سادہ لوح عورتوں کو لوٹنے کے لیے نت نئے حربے اپناتی تھی۔ موسمِ گرما میں دوپہر کے وقت جب گرمی پورے زوروں پر تھی۔ ایک بڑھیا لاٹھی ٹیکتے ٹیکتے ایک بزاز کی دکان میں داخل ہوئی اور بیٹھ گئی۔ دکان دار رحم دل تھا اس نے گرمی سے ستائی ہوئی بڑھیا کو پانی پلایا اور خود گاہکوں کے ساتھ لین دین میں مصروف ہو گیا۔

بڑھیا بزاز کی دکان پر گاہکوں اور بزاز کی دل چسپ نوک جھونک سنتی رہی۔ گاہک جانے کے بعد اپنے ملازم کو بلا کر بزاز نے اسے کہا کہ یہ رقعہ لے جاؤ اور گھر میں دے کر کہنا کہ فلاں صندوق میں سے قیمتی کپڑے کا ایک تھان نکال کر دے دیں، گاہک کو دینا ہے۔

ملازم بزاز سے رقعہ لے کر گھر کی طرف چل پڑا۔ بڑھیا نے بھی اپنی لاٹھی سنبھالی اور آہستہ آہستہ ملازم کے پیچھے چل دی۔ تھوڑی دور جا کر اس نے ملازم کو روکا اور باتوں ہی باتوں میں بزاز کے گھر کا پتا پوچھ لیا۔

باتیں کرتے کرتے اچانک بڑھیا کو کچھ یاد آیا اور بولی: ''میرے پیارے بیٹے! تمھاری دکان پر میں اپنی نقدی کی پوٹلی بھول آئی ہوں۔ ذرا بھاگ کر جانا اور میری پوٹلی پکڑ لانا۔ جا میرا بیٹا! بوڑھی ماں دعائیں دے گی۔ لا یہ رقعہ مجھے دے دے۔'' ملازم بڑھیا کی باتوں میں آ گیا اور رقعہ اسے دے کر دکان کی طرف چل دیا تا کہ بڑھیا کی پوٹلی لا سکے۔

بڑھیا ملازم کو بھیج کر جلدی جلدی بزاز کے گھر کی طرف چل دی۔ گھر پہنچ کر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بزاز کی بیوی نے دروازہ کھول کر پوچھا: ''بڑی بی

کھانے کا اصل مزا تو لیموں سے ہے۔ وہ مہمان بیچارا اخلاقاً اسے شریکِ طعام ہونے کی دعوت دیتا اور اس طرح وہ مفت خورہ اپنا پیٹ بھر لیتا۔ اس دفعہ بھی اس نے یہی حربہ استعمال کیا۔ وہ اس مہمان کے پاس پہنچا، اسے سلام کیا اور کہا جناب کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ کھانے میں لیموں استعمال نہیں کرتے۔ حالانکہ کھانے کا حقیقی لطف تو لیموں سے ہے۔ وہ مہمان ایک شریف الطبع انسان تھا۔ اس نے کہا آیئے جناب! آپ بھی میرے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائیں۔ بس مفت خورے کو اور کیا چاہیے تھا۔ اس کی دلی مراد بر آئی۔ اس نے کھانے میں کچھ لیموں نچوڑا اور خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اس نے مہمان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلتا بنا۔ اب اس مہمان کو کھانے کا دوگنا بل ادا کرنا پڑا۔ سچ ہے ایک لیموں نچوڑ کس قدر بے شرم ہوتا ہے۔ اسے عزتِ نفس کا قطعاً خیال نہیں ہوتا۔ وہ مفت خوری اور حرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔

سچ ہے: ''مفت خوری بہت ذلیل کام ہے''۔

۳۔ ایسے کو تیسا

حلوائی کی دکان پر۔۔۔ دیہاتی کی آمد۔۔۔ مٹھائی کا آرڈر۔۔۔ حلوائی ڈنڈی مارتا ہے۔۔۔ یہ مٹھائی وزن میں کم ہے۔۔۔ تمھیں زیادہ وزن نہ اٹھانا پڑے گا۔۔۔ دیہاتی پیسے دیتا ہے۔۔۔ یہ تھوڑے ہیں۔۔۔ تمھیں کم گننا پڑیں گے۔۔۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دیہاتی شہر میں سیر و تفریح کے لیے آیا۔ وہ کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ اسی دوران اسے کچھ بھوک محسوس ہوئی۔ وہ ایک حلوائی کی دکان پر پہنچا اور اسے مٹھائی کا آرڈر دیا۔ حلوائی بڑا چالاک تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ ایک سادہ لوح دیہاتی ہے۔ اسے اُلّو بنانا چاہیے۔ چناں چہ حلوائی نے مٹھائی تولتے وقت ڈنڈی ماری اور مٹھائی کا لفافہ دیہاتی کو پکڑا دیا۔ دیہاتی نے کہا کہ یہ مٹھائی مجھے وزن میں کم معلوم ہوتی ہے۔ حلوائی نے چالاکی سے جواب دیا کہ اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔ تمھیں زیادہ وزن نہیں اٹھانا پڑے گا۔ اب دیہاتی بھی اتنا بے وقوف نہ تھا کہ حلوائی کی باتوں میں آ جاتا۔ اس نے

۷۔ جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے

(SGD. GII, DGK. GI)

سوداگر۔۔۔حج کا ارادہ۔۔۔سو من لوہا۔۔۔دوست۔۔۔دوست کی نیت میں خرابی۔۔۔لوہا چوہے کھا گئے۔۔۔سوداگر کی حیرانی۔۔۔ترکیب کا سوچنا۔۔۔دوست کی دعوت۔۔۔دوست کے بچے کو چھپا لینا۔۔۔بچے کو چیل لے گئی۔۔۔دوست کا نادم ہونا۔۔۔

کسی ملک میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ وہ بہت دیانت دار، محنتی اور شریف تھا۔ دوسروں کی عزت کرتا تھا اور لوگ بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ معاشرے میں اسے عزت کا مقام حاصل تھا۔ ایک دفعہ سوداگر نے حج کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس سو من لوہا تھا۔ جسے وہ اکیلے گھر میں چھوڑ کر نہ جا سکتا تھا۔ سوداگر نے سوچا کیوں نہ لوہا اپنے دوست کے پاس امانت رکھوا دوں۔

سوداگر کے دوست نے پوری طرح یقین دلایا کہ وہ اطمینان سے حج پر روانہ ہو اور واپس آنے پر اپنی امانت لے لے۔ حج کے بعد سوداگر وطن واپس آ گیا۔ ایک دن وہ اپنے دوست کو ملنے گیا اور باتوں ہی باتوں میں لوہے کا ذکر کیا۔ دوست لوہے کے ذکر پر افسردہ ہو گیا اور بڑے دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگا: "مجھے افسوس ہے کہ آپ کا لوہا چوہے کھا گئے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی امانت واپس نہیں کر سکتا۔"

سوداگر نے اپنے دوست کی عجیب و غریب بات سنی تو حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ اس کے دوست کی نیت میں فتور آ چکا ہے اور وہ کسی نہ کسی بہانے اس کا لوہا ہضم کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا، لیکن دل ہی دل میں بددیانت دوست سے بدلہ لینے کے بارے میں سوچنے لگا۔

ایک دن سوداگر نے اپنے اسی دوست کو بیوی بچوں سمیت اپنے گھر پر کھانے کی دعوت کے لیے بلایا۔ جب مہمان کھانا کھا چکے تو سوداگر نے چپکے سے اپنے بددیانت دوست کا بچہ کہیں چھپا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بددیانت دوست کو اپنے بچے کی فکر لاحق ہوئی تو سوداگر سے بچے کے بارے میں

شیر اپنی تعریف سن کر اتراتے ہوئے بولا: ''اس چھوٹے سے پنجرے میں ہم کیسے سما سکتے ہیں؟'' بڑھئی چالاک تھا کہنے لگا: ''جنگل کے بادشاہ! اس میں داخل ہو کر دیکھ لیجیے۔''

شیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پنجرے میں داخل ہو گیا۔ بڑھئی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ اب شیر پنجرے میں قید تھا اور باہر نکلنے کے لیے بے تاب۔ بڑھئی شیر سے خوفزدہ بھی تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ شیر کو سزا بھی دینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا: ''لوٹے میں پانی کو خوب گرم کر کے لاؤ۔'' لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ جب پانی ابلنے لگا تو بڑھئی نے لوٹا اٹھایا اور شیر پر گرم پانی ڈالنے لگا۔ جوں جوں ابلتا ہوا پانی پڑتا شیر تڑپتا۔ حتیٰ کہ اس کے بدن کی کھال تک جل گئی اور شیر ادھ موا سا ہو گیا۔

بڑھئی نے شیر کی حالت دیکھ کر پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ شیر باہر نکلا اور بدحواس ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ بڑھئی نے بلا ٹلنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جلا بھنا شیر اپنے ساتھ مزید دو شیر لے کر بڑھئی اور اس کے بیٹے کو سزا دینے کے لیے آ گیا۔ دونوں باپ بیٹا ڈر گئے اور فوراً قریبی درخت پر چڑھ گئے۔ شیر درخت کے نیچے کھڑے ہو کر بڑھئی تک پہنچنے کا کوئی راستہ تلاش کرنے لگے۔ آخر جلا بھنا شیر نیچے کھڑا ہوا اور باقی دونوں شیر اوپر تلے اس کے اوپر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح وہ بڑھئی اور اس کے بیٹے کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ جب بڑھئی نے اپنی جان جاتے دیکھی تو ایک دم سے چلا کر کہا۔ ''لوٹا لاؤ۔''

لوٹے کا نام سنتے ہی سب سے نیچے والا شیر گھبرا کر بھاگا۔ اوپر والے دونوں شیر بھی نیچے گر پڑے اور گھبراہٹ میں جلے بھنے شیر کے پیچھے بھاگے اور

نے لگےلیکن جال وزنی ہونے کے باعث کوئی بھی جال سے نکلنے میں کامیاب
اگر کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتے اور بالآخر ہم شکاری کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔
بت سے چھٹکارا پالیں گے۔"

لے۔ عقل مند کبوتر نے کہا: "بھائیو! اگر ہم سب مل کر ایک دفعہ زور لگائیں تو اس
چہ سب کبوتروں نے مل کر زور لگایا اور شکاری کے جال سمیت اڑ گئے اور ایک
ی رہ گیا اور تمام کبوتر آزاد ہو گئے۔

داری کا صلہ

ں گر جانا۔۔۔ افسوس۔۔۔ فرشتۂ غیبی کا نمودار ہونا۔۔۔ سونے کا کلہاڑا۔۔۔

۔۔۔

ہارا درخت پر چڑھ کر لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ لکڑیاں کاٹتے کاٹتے اچانک کلہاڑا
نیچے اتر آیا اور دریا کے کنارے بیٹھ کر رونے لگا۔ اسے یہ غم تھا کہ کیسے لکڑیاں

بس کے مطابق مستند و معیاری امدادی کُتب

ب برائے میٹرک کلاسز

اسلامیات (لازمی)	ہمدرد امتحانی اسلامیات (اختیاری)	
II-I	ہمدرد امتحانی مطالعہ پاکستان	ہمدرد امتحانی ہوم اکنامکس
س I-II	ہمدرد امتحانی کیمیا I-II	ہمدرد امتحانی بائیولوجی I-II
امتحانی عربی	ہمدرد امتحانی کمپیوٹر سائنس اینڈ انٹر پرینیور شپ	

ں میٹرک کلاسز کے تمام مضامین

ٹوڈیٹ پیپرز بھی طلب فرمائیں